اَلْجَاهِلُوْنَ فَمَوْتٰی قَبْلَ مَوْتِهِمْ وَالْعَالِمُوْنَ وَاِنْ مَاتُوْا فَأَحْيَاءُ

علم اور علماء کے فضائل، ذمہ داریاں ومناصب، طلباء کے لیے کارآمد وصایا ونصائح، مفید مشورے اور اسلاف واکابر کے سبق آموز واقعات وحکایات پر مشتمل ہر طالب علم کے ساتھ رہنے کے قابل ایک بیش بہا گنجینہ

# تُحْفَةُ الْمُتَعَلِّمْ

ہر مخلص طالبِ علم کو اسلاف کے نہج پر تحصیلِ علم کا خوگر بنانے والی کتاب

## حصّۂ اوّل

بقلم

محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

ناشر

دارالمطالعة

نعیمیہ لائبریری، بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یوپی، انڈیا



اللہ اللہ اللہ

☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ

☆**تفصیلات**☆



کتاب کا نام: **تُحفَةُ الْمُتَعَلِّم**

مؤلف: **محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی**

خادم: دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور، یوپی، انڈیا

اشاعت: ذوالحج: ۱۴۴۰ھ☆ اگست: ۲۰۱۸ء

ناشر: **دارالمطالعة**: نعیمیہ لائبریری، بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی، انڈیا

کمپوزنگ: حسّان نعیمی کمپیوٹر، خورشید منزل، نزد مسجدِ خانقاہ، بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور

## ﴿ضروری درخواست﴾

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، بشری طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح، حوالہ جات وغیرہ میں بھرپور احتیاط برتی گئی ہے، پھر بھی بہ تقاضائے بشریت اگر کوئی فروگذاشت اور غلطی نظر آئے، تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں، ان شاء اللہ آئندہ اس کی اصلاح کردی جائے گی اور ہم نشاندہی کے لیے شکرگزار رہوں گے۔

(عرض گزار: خُدّامِ دارُالمطالعة)

9084150312,8279366417,7417677301,9897243116

ﷺ

# فہرست مضامین

طالب، عالم اور ان دونوں طبقوں سے محبت کیجیے
عالمِ دین قابلِ صدر شک انسان
علماءِ اُمت، عُبَّادِ اُمت سے بدرجہا افضل
قیامت کے دن علماء بھی سفارشی ہوں گے
علماء نور کے منبروں پر ہوں گے
علم اور علماء سے محبت کیجیے
عالم دین کا اکرام نبیوں اور شہیدوں کے اکرام جیسا ہے
عالم کے پیچھے نماز پڑھنے کی فضیلت
علماء کی تعظیم، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم جیسی ہے
عنقریب علم اُٹھالیا جائے گا
علم کے حصول میں جلدی کیجیے
علم دین، بہترین صدقۂ جاریہ
علم اور علماء کی قدر کرو، اس سے پہلے کہ جاہلوں کا دور دورہ ہو
فائدہ
اللہ تعالیٰ کس شخص سے نفرت کرتے ہیں
علم کے مطابق عمل کرتے رہو
علم کو محض اللہ کی خوشنودی کے لیے حاصل کرو
فائدہ
علم ہونے کے باوجود (صحیح) مسئلہ نہ بتانے کا وبال
علم سیکھنے کے بعد دوسروں کو نہ سکھانا
نفع نہ دینے والے علم سے اللہ کی پناہ

## علم اور علماء کی فضیلت پر اَقوالِ سلفِ صالحین

## تعلیم وتعلم اور اس کے ظاہری اوصاف وآداب



## ہمارے اکابر واسلاف کی علم دوستی اور وقت کی قدر دانی کے چند نمونے

حضرت امام شافعیؒ

مشہور تابعی حضرت عامر بن قیسؒ

حضرت حماد بن سلمہ بصریؒ

محدثِ بلخ عصام بن یوسفؒ

استاذِ امام بخاری محمد بن سلام بیکندیؒ

محدثِ کبیر عبید بن یعیشؒ

ابوالوفا ابن عقیل حنبلیؒ

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ

ضیاء الدین ابواحمد ابن سُکینہ بغدادیؒ

حافظ عبدالغنی مقدسیؒ

امام فخر الدین رازیؒ

عبدالسلام ابن تیمیہؒ

حافظ الحدیث عبدالعظیم منذریؒ

امام النحو ابن مالکؒ

امام شرف الدین نوویؒ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی علیہ الرحمہ

شمس الدین اصبہانی علیہ الرحمہ

علامہ محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمہ

## عزیز طلباء و علماء کے لیے مطالعہ کی اہمیت

## کتاب اور قدر دانِ کتاب کی کچھ یادیں

## تکرار و مذاکرہ کی اہمیت

## علم و مطالعہ کے لیے انہماک اور یکسوئی کی ضرورت



## سبق کی پابندی

## عزیز طلباء کے لیے عبرت کے کچھ نمونے

عزیز طلباء! ان واقعات سے عبرت حاصل کریں

مدارس میں تعلیمی انحطاط اور تمام مدرسین وارباب مدارسِ اسلامیہ سے حضرت تھانویؒ کی التجا

اہلِ مدارس سے خطاب

ایک مشفق استاذ کی وصایا اپنے شاگرد کے نام

مؤلف کی چند اہم کتابیں

قارئین کرام سے ایک ضروری اپیل



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# انتساب

☆...... مرکزِعلم وفن، از ہر ہند، ام المدارس، مادرِ علمی، دار العلوم دیوبند

مخزن اسرار وحکم مادرِ علمی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

منبع علوم ومعارف مادرِ علمی دار العلوم شاہ بہلول، سہارنپور کے نام

جن کے عالمی وآفاقی معیارِ تعلیم وتربیت، زعفران زار فضاؤں اور علمی واصلاحی ماحول میں رہ کر دینی تبلیغ اور علمی واصلاحی خدمت واشاعت کا ولولہ اور جذبہ صادقہ وجود میں آیا۔

☆...... مشفق ومربی محسن ومکرم والدین محترمین کے نام

اور

☆...... اُن تمام اساتذۂ گرامی قدر کے نام جن کے سامنے احقر نے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اور جن کی دینی، علمی، عملی، فکری، اصلاحی اور قلمی ذہن سازی اور پُر خلوص محبت ومحنت کے طفیل کسی درجہ علم دوستی اور کتب بینی کا ذوق وشوق عطا ہوا۔

**جزاهم الله عني وعن هذا الدين أحسن الجزاء. آمين**

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں ☆ اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

..............................................

محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوْبَهٗ وَسَتَرَ عُيُوْبَهٗ

نزیل حال: مکتب دینیات شیخ الہند، بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یوپی، انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تأثر ودُعائیہ کلمات

## اُستاذ الاساتذہ، جامع العلوم والفنون حضرت مولانا قاری عاشق الٰہی نور اللہ مرقدہٗ

## سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، ضلع سہارنپور، یو، پی، انڈیا

حامداً ومصلّیاً ومسلّماً، أمّا بعد! معلّمین ومتعلّمین نیز درس وتدریس وکتب وغیرہ سے متعلق آداب کے سلسلے میں فدوی کی نظر سے اسلاف واخلاف کی بہت سی مفید کتابیں گذریں جن سے معتد بہ استفادہ کیا، لیکن ماشاء اللہ عزیزم مولوی مفتی محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی سلمہٗ کی اس فن میں کتاب "تحفة المتعلم" کے پڑھنے سے اندازہ ہوا کہ انہوں نے سلف وخلف کی ایسی تمام کتابوں کا غائر مطالعہ کرکے نہایت عمدہ سلیقے سے تقریباً سبھی نفع بخش باتیں اصول کی شکل میں یکجا جمع کرکے اہلِ علم کو بڑی کتابوں سے مستغنی کردیا، فجزاه الله أحسن الجزاء، میں ان کی اس پیشکش پر دلی مبارک باد دیتا ہوں اور خلوص سے دعا بھی کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے ملکہ تحریر میں مزید ملاحت وسلاست عطا فرمائے، آمین۔ توقع ہے علمی میدان کے شہسوار حضرات ضرور مؤلف موصوف کی اس کاوش کو قدر وپسند کی نگاہ سے دیکھیں گے اور استفادہ کریں گے، خاص طور سے وہ اہل علم اور طلباء حضرات جو درس وتدریس میں منہمک ہیں۔

**دُعاگو**

محمد عاشق الٰہی، خادم الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، ضلع سہارنپور

۹/ذی الحجہ: ۱۴۴۰ھ



# دُعائیہ کلمات

بسم الله الرحمن الرحيم

# تقریظ



# تقريظ

﷽

# عرضِ مؤلف

بگیر! ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من

کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

**الحمد للّٰہ رب العلمین، والصلوة والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین، سیدنا ومولانا محمد بن عبد اللّٰہ الأمین، وعلی آلہ وأصحابہ وأتباعہ أجمعین الی یوم الدین، أما بعد:**

دورِ حاضر کو سائنسی اور مادّی اعتبار سے لاکھ ترقی یافتہ کہہ لیجئے؛ لیکن اخلاقی اقدار، روحانی بصیرت، ایمانی جوہر، اور دینی ماحول ومزاج کی پامالی کے لحاظ سے یہ انسانیت کا بدترین دورِ انحطاط ہے، مکر وفن، دغا وفریب، شر وفساد، لہو ولعب، کفر ونفاق، بے مروتی ودنائت اور فسادِ نیت وسقوطِ اخلاص واحسان کا جو طوفان ہمارے گرد وپیش برپا ہے، اس نے سفینۂ انسانیت کے لیے سنگین خطرات پیدا کردیے ہیں، خلیفۂ ارضی (حضرت انسان) کی فتنہ سامانیوں سے زمین لرز رہی ہے، آسمان کانپ رہا ہے اور بحر وبر، دشت وجبل اور وحوش وطیور "الامان والحفیظ" کی صدائے احتجاج بلند کررہے ہیں، انسانیت پر نزع کی حالت طاری ہے، اس کی نبضیں ڈوب رہی ہیں، اور لحہ بہ لحہ اس "جاں بہ لب مریض" کی حالت متغیر ہی ہوتی جاری ہے، یہ دیکھ کر اہل بصیرت کا یہ احساس قوی تر ہوتا جارہا ہے کہ شاید اس عالم کی بساط لپیٹ دینے کا وقت زیادہ دور نہیں۔

اور یہ گردشِ ایام اس درجہ ترقی کرچکی ہے کہ ایمانی زندگی کا ہر شعبہ اس سے متأثر نظر آتا ہے، دینی قلعے "مدارسِ اسلامیہ" اور "مراکزِ دینیہ" بھی اس کی زد میں ہیں، دن بہ دن علمی

وعملی، تربیتی واصلاحی انحطاط بدقسمتی سے ہر چھوٹے، بڑے ادارے میں دیکھنے کو ملتا ہے، طلبائے کرام کی علم وعمل، صلاح وتقوی سے دوری وغفلت اور بے راہ روی سے ہر دردمند عالم ومنتظم اور مشفق ومربی استاذ پریشان ہے اور وہ اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح ان کے اندر گھس کر ان کے قلوب کو اسلاف کے طالب علمانہ نہج کی طرف موڑ دیا جائے، کسی طرح یہ نورِ الٰہی، نورِ نبوت اور علوم اسلامیہ (قرآن وسنت) کے صحیح حامل ومتحمل ہو کر تبلیغ دین واشاعتِ حق کے قابل ہو جائیں، راقم الحروف بھی چونکہ اسی خدائی جماعت کا ایک ادنیٰ سا خادم وخاکروب اور اس راہِ حق وصداقت کا بھٹکتا سا راہی ہے، اس لیے ان ناگفتہ بہ حالات کو دیکھ اس کے دل میں بھی یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اپنے مشفق ومربی اساتذۂ کرام، مشائخ عظام کی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کی خاطر کوئی ایسی مختصر مگر جامع کتاب جمع کرنے کی کوشش کی جائے کہ جس میں طلباء کے خوابیدہ جنون کو بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے جذبات کو مہمیز بھی کیا جاسکے، جس کے لیے احقر نے اپنی بیاض (ومحفوظات اور حاصلِ مطالعہ) کے اوراق میں سے مختلف اہم مہم پند ونصائح ، عمدہ مشورے اور طلبِ علمی کے فضائل ومناقب، آداب وشرائط کی رعایت کے مثالی فوائد، ذمہ داریاں اور مناصب کی تشریح اور نشاندہی کے ساتھ ساتھ وقت کی اہمیت وافادیت اور قدردانِ وقت، کاروانِ علم حضراتِ سلف وخلف کے قدسی صفات قافلے میں سے چند حضرات کی طلبِ علمی کی چسک، لگن، ذوق وشوق اور قربانیوں کے واقعات کی ایک جھلک بھی پیش کی گئی ہے ، اگرچہ اس کتاب کی تیاری کے دوران جو ارادہ اور خاکہ ذہن میں تھا وہ تو الگ ہی تھا کہ مزید کچھ اور قیمتی باتیں علماء وطلباء کے کام کی تحریر کروں گا؛ مگر امراض کی شدت، مشاغل کی بہتات نے مزید قلم چلانے کا موقع نہ دیا، مسلسل کئی مہینوں سے شوگر جیسے پریشان کن عارضہ کی

زیادتی میں مبتلا ہوں، (قارئین سے دعائے صحت وعافیت کی بھی درخواست ہے) ان شاء اللہ صحت وفرصت کے ایام میں اس پر مزید لکھ کر جلدِ ثانی کی جمع وترتیب کا عزمِ مصمم ہے ،اُمید ہے کہ یہ کتاب "تحفة المتعلم" جیسی کیسی سہی حقیقی اور مخلص طالبِ علم اور قدر دان علماء وعوام کے لیے مشعلِ راہِ علم وعمل میں معاون ثابت ہوگی۔ان شاء اللّٰہ.

بارگاہِ خداوندی میں دست بدعاء ہوں کہ الٰہی! مجھ عاجز وفقیر کو بھی حقیقی طالبانِ علوم نبوت میں شمار فرما کر میرا حشر ونشر بھی اسی مقدس ومتبرک جماعت میں فرما دیجیے،اور احقر الحقیر کی یہ حقیر سی کوشش بھی اپنے لطف وکرم سے مقبول ومنظور فرما کر، اپنے تمام بندوں کو بالخصوص عزیز طلباء وعلماء کو اس سے منتفع ہونے کی توفیق سے مالا مال فرما دیجیے،اور میرے لیے اور میرے اساتذہ ومشائخ اور والدین مکرمین کے حق میں اس کو ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات ومغفرت بنا دیجیے۔آمین.قارئین کرام بالخصوص علماء وطلباء بھائیوں سے التجاء ہے کہ اپنی مستجاب دعاؤں میں اگر اس عاجز وفقیر کو بھی یاد کر لیا کریں تو احسانِ عظیم ہوگا.ولله الحمد أوله وآخره .فيارب!ان كان صوابا فمن فضلك وان كان خطأ فمن تلقاء نفسي وما ابرئ نفسي.

العبد الهندويل

محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

غفر الله ذنوبه وستر عيوبه

خادم التدریس: دار العلوم وقف شاہ بہلول، سہارنپور، یوپی، الہند

۸ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ، مطابق: ۱۹ ستمبر: ۲۰۱۸ء، بروز چہار شنبہ، قبیل صلوۃ الظہر

ﷺ

# علم دین حاصل کرنا فرض ہے

دینی اصطلاح اور قرآن وحدیث کی زبان میں علم سے مراد وہی علم ہوتا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لیے آتا ہے۔

چنانچہ سیدنا حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.** (سنن ابن ماجہ: ۲۲٤، جامع بیان العلم: ۸/۱، مجمع الزوائد: ۱۲۰/۱، تنزیہ الشریعۃ: ۲۵۸/۱، تدریب الراوی: ۱۵۷/۲، التذکرة في الأحاديث المشتهرة، رقم: ٤۳، شعب الايمان للبيهقي، رقم: ۱٦٦۳-۱٦٦٦)

**ترجمہ:** علم کی طلب وتحصیل ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کسی نبی ورسول پر ایمان لانے اور ان کو نبی ورسول مان لینے کے بعد سب سے پہلا فرض آدمی پر یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ یہ معلوم کرنے اور جاننے کی کوشش کرے کہ میرے لیے یہ پیغمبر کیا تعلیم وہدایت لے کر آئے ہیں، مجھے کیا کرنا اور کیا چھوڑنا ہے، سارے دین کی بنیاد اسی علم پر ہے، اس لیے اس کا سیکھنا اور سکھانا ایمان کے بعد سب سے پہلا فریضہ ہے، اور یہ سیکھنا سکھانا زبانی بات چیت اور مشاہدہ سے بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ عہدِ نبوی ﷺ اور آپ کے بعد کے قریبی دور میں تھا، صحابۂ کرام کا سارا علم وہی تھا، جو ان کو خود رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سننے اور آپ کے افعال واعمال کے مشاہدہ سے یا اسی طرح آپ کے فیض یافتہ دوسرے صحابۂ کرام سے حاصل ہوا تھا، اور اکثر تابعین کا علم بھی وہی تھا

جوان کو حضراتِ صحابہ کرام کی صحبت وسماع سے حاصل ہوا تھا، اور علم لکھنے، پڑھنے اور کتابوں کے ذریعہ بھی حاصل ہوسکتا ہے، جیسا کہ بعد کے زمانوں میں اس کا عام ذریعہ کتابوں کا پڑھنا اور پڑھانا رہا اور آج بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں بقدرِ ضرورت علم دین حاصل کرنا ہر اُس شخص کے لیے فرض وواجب بتلایا ہے، جو آپ ﷺ کو اللہ کا پیغمبر مان کر آپ پر ایمان لائے اور اللہ کا دین اسلام قبول کرے اور اس علم کے حاصل کرنے میں محنت ومشقت کو آپ ﷺ نے ایک طرح کا "جهاد في سبيل الله" اور قربِ الٰہی کا خاص الخاص وسیلہ اور اس بارے میں غفلت ولاپرواہی کو قابلِ تعزیر جرم قرار دیا ہے، یہ علم انبیاء علیہم السلام اور خاص کر رسول اللہ کی میراثِ خاص اور اس پوری کائنات کی سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی دولت ہے ، اور جو خوش نصیب بندے اس کو حاصل کریں اور اس کا حق ادا کریں وہ وارثین انبیاء علیہم السلام ہیں، آسمان کے فرشتوں سے لے کر زمین کی چیونٹیوں اور دریا کی مچھلیوں تک تمام مخلوقات اُن سے محبت رکھتی اور اُن کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں، یہ چیز اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں رکھ دی ہے اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی اس مقدس میراث کو غلط اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کریں وہ بدترین مجرم اور خداوندی غضب وعذاب کے مستحق ہیں۔

**نوٹ:** بعض کتابوں میں یہی (اول الذکر) حدیث لفظ "كُلِّ مُسْلِمٍ" کے بعد "مُسْلِمَةٌ" کے اضافہ کے ساتھ نقل کی گئی ہے، لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں "مُسْلِمَةٌ" کا اضافہ ثابت اور صحیح نہیں ہے؛ لہٰذا اس زیادتی کو آقائے مدنی ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرنا اکبر من الکبائر (کبیرہ گناہوں میں سے) ہے؛ البتہ

"مسلم" کا لفظ معنوی حیثیت سے ہر مسلمان مرد وعورت کو شامل ہے۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۱/ ۲۸۵)

**مختصرًا** اتنی بات یاد رہے کہ یہ لفظ حدیث نبوی میں نہیں ہے؛ اس لیے اس کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے لوگ نقل در نقل ایسا کہتے اور لکھتے چلے آرہے ہیں، کیوں کہ جناب نبی کریم ﷺ کی جانب وہی بات منسوب کی جاسکتی ہے، جس کا ثبوت آپ کے قول و فعل یا تقریر سے ہو، اگر چہ یہ لفظ "مسلمة" اپنے معنیٰ و مفہوم کے اعتبار سے درست اور مصداق کے لحاظ سے ناقابل انکار حقیقت ہے، مگر اس سے اس بات کا جواز فراہم نہیں ہوتا کہ اس کو حدیثِ رسول (ﷺ) کا درجہ دے دیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابو الحجاج حلبی مزیؒ فرماتے ہیں:

"اپنی پسندیدہ کسی بات کے ایک لفظ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا کسی شخص کے لیے بھی جائز نہیں ہے، خواہ وہ بات کتنی ہی صداقت و حقانیت پر مبنی ہو؛ اس لیے کہ جو کچھ بھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سچ ہی سچ ہے؛ لیکن ایسا نہیں جو بھی حق اور سچ ہو، وہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان بھی ہو، تفصیل کے لیے دیکھئے۔ (ذيل الموضوعات للسيوطي: ۲۰۲)

بعض بنات و بنون کے مدارس و مکاتب اور جامعات میں جانے کا اتفاق ہوا، تو وہاں پر جگہ جگہ جلی حرفوں سے لکھا ہوا یہ "مسلمة" کا اضافہ نظر آیا، یاد رہے کہ یہ اضافہ نبیٔ کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس کی نسبت جناب نبی کریم ﷺ کی طرف کر کے لکھنا، پڑھنا، یا بیان کرنا سخت جرم اور گناہِ کبیرہ ہے، ایسے شخص کے لیے کہ جو جھوٹی بات (یا حدیث) آپ ﷺ کی طرف منسوب کرے، حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، کہ ایسا شخص جہنمی

ہے،اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرنا چاہیے۔جیسا کہ صحاح وحسان میں ہے۔

(دیکھیے صحیح البخاری: کتاب العلم، ۵۵)

## دینی علوم کی عظمت وفضیلت:

علم کی فضیلت وعظمت، ترغیب وتاکید مذہبِ اسلام میں جس بلیغ ودلآویز انداز میں پائی جاتی ہے، اس کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی، تعلیم وتربیت، درس وتدریس تو گویا اس دین برحق کا جزوِ لاینفک ہے، کلام پاک کے تقریباً اُٹھتر ہزار (۷۸۰۰۰) الفاظ میں سے سب سے پہلا لفظ جو پروردگارِ عالم جل شانہ نے رحمتِ عالم ﷺ کے قلب مبارک پر نازل فرمایا وہ اِقْرَأْ ہے، یعنی پڑھ، اور قرآن کریم کی چھ ہزار آیتوں میں سب سے پہلے جو پانچ آیتیں نازل فرمائی گئیں، ان سے بھی قلم کی اہمیت اور علم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ، الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. (العلق:۳۔۵)

یعنی پڑھ اور جان کہ تیرا رب کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے، سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

گویا وحیٔ الٰہی کے آغاز ہی میں جس چیز کی طرف سرکارِ دوعالم ﷺ کے ذریعے نوعِ بشر کو توجہ دلائی گئی وہ لکھنا پڑھنا اور تعلیم وتربیت کے جواہر وزیور سے انسانی زندگی کو آراستہ کرنا تھا، یہاں ضمناً اس حقیقت کو واضح کردینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جہاں عام انسانوں کے لیے قلم حصولِ علم کا ایک دنیوی اور مادی ذریعہ ہے، وہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور رب العالمین کے درمیان حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک نورانی اور ملکوتی واسطہ ہیں، یہی وہ ملکوتی واسطہ ہے جس نے آپ ﷺ کو حصولِ علم کے مادی ذرائع سے بے نیاز

کر دیا اور آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت براہِ راست خود خالقِ کائنات نے فرمائی جس کی تصریح وتشریح کلام پاک میں بایں الفاظ موجود ہے:

وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا. (النساء:۱۱۳)

ترجمہ: (اے نبی!) اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں سکھائی ہیں، جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

علم وحکمت اور دین ودانائی کا درجہ اور علم والوں کا رتبہ اسلام میں کس قدر بلند ہے اس کا اندازہ کلام پاک کی مندرجہ ذیل آیات سے ہوتا ہے:

يُؤۡتِي الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَاءُ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِيَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا. (البقرۃ:...)

یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عقل اور دانائی کی باتیں مرحمت فرماتا ہے اور جسے اللہ عقل ودانائی کی باتیں بخشتا ہے اسے بہت بڑی نعمت عطا کرتا ہے۔

يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ.

(المجادلة:۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے درجے بلند کردے گا، جو ایمان لائے اور جنہوں نے علم حاصل کیا۔

خود امام الانبیاء جناب نبی کریم ﷺ نے متعدد مواقع پر اور مختلف پیرایوں میں علم وحکمت کی ترغیب دلائی ہے، جیسا کہ آئندہ تفصیل کے ساتھ احادیث پاک ذکر کی جائیں گی۔

## قرآن حکیم کا نظریۂ تعلیم:

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلام یا قرآن ہم کو تعلیم حاصل کرنے سے روکتا نہیں؛ بلکہ تعلیم کو ہمارے لیے فرض قرار دیتا ہے، وہ تعلیم کے ذریعے ہم کو صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کے درجہ پر پہنچانا چاہتا ہے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (ﷺ) کو حقیقی علم ثابت کرتا ہے، اور اس کو بنی نوعِ انسانی کی حقیقی صلاح وفلاح اور کامیابی و بہبودی کا ضامن بتاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ قرآن کریم حقیقی علم ہے، اور دوسرے تمام علوم وفنون معلومات کے درجہ میں ہیں، ان تمام معلومات کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق حاصل کر سکتے ہیں؛ کیونکہ ان سب کے اصول حضرت آدم علیہ السلام ہی کے خمیر میں ودیعت کر دیے گئے ہیں جیسا کہ کلام پاک کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا. (البقرة:...)

اور آدم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں بتا دیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے کیسے بلیغ انداز میں فرمادیا ہے:

اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا. (سنن الترمذی:٥/٥١، سنن ابن ماجة:٢/١٣٩٥، مسند الشهاب:١/٦٥، مصنف ابن ابی شیبة:٧/٢٤٤، حلية الاولياء:٥/٣٧٦)

حکمت کو ایک گم شدہ مال سمجھو جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو

یہی وجہ ہے کہ تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ علم وحکمت اور صنعت وحرفت کے وہ ذخائر جن کے مالک آج اہل یورپ بنے بیٹھے ہیں ان کے حقیقی وارث تو ہم لوگ ہیں؛ لیکن اپنی غفلت وجہالت اور اضمحلال وتعطل کے سبب ہم اپنی خصوصیات کے

ساتھ اپنے تمام حقوق بھی کھو بیٹھے۔

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو پھر پسر وارثِ میراثِ پدر کیوں کر ہو

ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ دینی علوم کے علاوہ دنیاوی وعصری اور عمرانی علوم کا کوئی شعبہ یا پہلو ایسا نہیں ہے جو اہل اسلام کے ہاتھوں فروغ نہ پایا ہو، علم کیمیا، طب، جراحی، ہندسہ، ریاضیات یا ہیئت وفلکیات، طبیعات وحیوانیات، ارضیات وحیاتیات، معاشیات و اقتصادیات، تاریخ وجغرافیہ اور خدا جانے کتنے بے شمار علوم وفنون اور بیش بہا ایجادات و اختراعات کے ایسے ماہر وموجد گذرے ہیں کہ اس دورِ جدید میں بھی ترقی یافتہ قومیں اپنے جدید سے جدید انکشافات وتحقیقات کے لیے ہمارے آباء واجداد کی تشریحات وتسخیرات کی خوشہ چین اور رہین منت ہیں، جیسا کہ مارگولیتھ، جرجی زیدان، ڈریپر، لیبان، نولڈیکی وغیرہ جیسے شہرۂ آفاق مصنفین ومؤرخین کی بلند پایہ تصانیف سے پتہ چلتا ہے۔

غرض فن ہیں جو مایۂ دین و دولت طبیعی، الٰہی، ریاضی و حکمت
طب اور کیمیا، ہندسہ اور ہیئت سیاست، تجارت، عمارت، فلاحت
لگاؤ گے کھوج ان کا جا کر جہاں تم نشاں ان کے قدموں کے پاؤ گے واں تم

# علم اور اہل علم کی فضیلت

## آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں

اللہ رب العزت والجلال کا ارشاد ہے:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴾. (البقرة:١٥١)

ترجمہ: جس طرح (ہم نے کعبہ کو قبلہ مقرر کر کے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کیا اسی طرح) ہم نے تم لوگوں میں ایک (عظیم الشان) رسول بھیجا، جو تم ہی میں سے ہیں، وہ تم کو ہماری آیات پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، تم کو نفس کی گندگی سے پاک کرتے ہیں، تم کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں اور اس قرآن کریم کی مراد اور اپنی سنت اور طریقہ کی (بھی) تعلیم دیتے ہیں اور تم کو ایسی (مفید) باتوں کی تعلیم دیتے ہیں، جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾. (النساء:١١٣)

ترجمہ: (اے نبی!) اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں سکھائی ہیں، جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ﴾. (آل عمران:....)

ترجمہ: گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم (علماء) نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان سے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں۔(بیان القرآن)

علامہ ابن قیم الجوزیہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت علم اور اہل علم کی فضیلت پر چند وجوہ سے دلالت کرتی ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو انسانیت میں گواہ بنایا ہے اور دوسروں کو نہیں بنایا۔

(۲) ان کی شہادت (گواہی) کو اپنی شہادت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

(۳) اپنی نورانی مخلوق فرشتوں کے ساتھ بھی ذکر فرمایا۔

(۴) یہ دلالت ہے ان (اہل علم) کی پاکیزگی اور عدالت پر؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ (عادل ہیں اور) عادل ہی کو گواہ بناتے ہیں۔

(۵) ان کی تعریف کی (صفت) علم کے ساتھ، اور یہ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ لوگ علم کے ساتھ خاص ہیں اور علم کے ساتھی ہیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے پہلے خود گواہی دی، جو بہت بڑے اور بہت خوب شاہد ہیں، پھر مخلوق کے بہترین اصحاب یعنی فرشتوں اور علماء کو ذکر فرمایا اور یہ علم کی فضیلت اور شرافت کے لیے بہت بڑی چیز ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے گواہ بنایا علماء کو ایک بڑی اہم چیز پر، اور وہ یہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے، اور بڑی ہستی کسی بڑی چیز پر بڑوں ہی کو گواہ بناتی ہے، لہٰذا دیگر عام مخلوق پر علماء کی فضیلت اور قیادت و سیادت ثابت ہوئی۔(اتحاف السادۃ المتقین: ۱/ ۶۷)

ربِ کائنات کا ارشاد ہے:

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾. (طٰہٰ:١١٤)

ترجمہ: (اے نبی!) آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرا علم بڑھا دیجئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا، وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾. (النمل:١٥)

ترجمہ: اور بلا شبہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا اور اس پر ان دونوں نبیوں نے کہا کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جنہوں نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾.

(العنکبوت:٤٣)

ترجمہ: اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، (لیکن) انہیں علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾. (فاطر:٢٨)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ سے ان کے وہی بندے ڈرتے ہیں، جو (ان کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ﴾. (الزمر:۹)

ترجمہ: (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَاقِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾. (المجادلة:۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے یہ کہا جائے کہ مجلسوں میں دوسروں کے بیٹھنے کے لیے گنجائش کردو تو تم آنے والے کو جگہ دے دیا کرو، اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں کھلی جگہ دیں گے۔ اور جب کسی ضرورت کی وجہ سے تمہیں کہا جائے کہ مجلس سے اُٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو، اللہ تعالیٰ (اس حکم کو اسی طرح دوسرے احکامات کو، ماننے کی وجہ سے) تم میں سے ایمان والوں کے، اور جنہیں علم (علم دین) دیا گیا ہے ان کے درجے بلند کریں گے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہیں۔

ترجمان القرآن الکریم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علماء کے درجے (عام) مؤمنین سے سات سو (۷۰۰) گنا زیادہ ہیں اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ کے درمیان پانچ سو (۵۰۰) سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (احیاء علوم الدین: ۱/ ٦٨)

علامہ آلوسی بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اہل علم کی تعظیم ثابت ہوتی ہے اور عام مؤمنین سے اہل علم ایمان والوں کو بذریعۂ عطف الگ بیان کرنا، گویا کہ یہ دوسری جنس ہے، اس سے علماء کا عظیم الشان مقام واضح ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

**مَاخَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعُلَمَاءَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ مَاخَصَّهُمْ فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ.**

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء کی جو خصوصیت بیان فرمائی ہے، ایسی خصوصیت پورے قرآن میں نہیں بیان فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**﴿وَلَاتَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾**. (البقرة:٤٢)

ترجمہ: اور سچ میں جھوٹ کو مت ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو (یعنی شرعی احکام کو) نہ چھپاؤ، جبکہ تم جانتے ہو (یعنی علم رکھتے ہو)۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

**﴿اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾**. (البقرة:٤٤)

ترجمہ: کیا (غضب ہے کہ) تم، لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنی خبر بھی نہیں لیتے؛ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو (جس کا تقاضا یہ تھا کہ تم علم پر عمل کرتے) تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

**﴿وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ﴾**. (هود:٨٨)

ترجمہ: حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: (اور میں جس طرح ان

باتوں کی تم کو تعلیم کرتا ہوں، خود بھی تو اس پر عمل کرتا ہوں) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے تمہیں منع کروں میں خود اسے کروں۔

ربِّ کائنات کا فرمان ہے:

**اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ.** (الرحمن:۱،۴)

ترجمہ: اللہ رحمٰن نے قرآن سکھلایا، آدمی کو پیدا کیا اس کو بولنا اور بات کرنا سکھلایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے؛ مگر سب سے پہلے علم قرآن کو بیان کیا، اس کے بعد انسانی تخلیق پر بحث کی ہے، جب کہ عقلی تقاضا یہ ہے کہ پہلے تخلیق کا ذکر ہو، پھر علم کا، مگر علم کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے یہ انداز اختیار کیا گیا اور صرف تخلیق انسانی سے پہلے ہی نہیں ؛ بلکہ کائنات کی تمام نعمتوں سے پہلے علم کو بیان کر کے یہ بتا دیا کہ علم ہی ایک ایسی نعمت اور عطیۂ خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام نعمتوں سے بڑھی ہوئی ہے، اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

**يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا.** (البقرة:.....)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں علم و حکمت کی دولت عطا کرتے ہیں اور جسے یہ دولت مل گئی، اسے خیر کثیر مل گئی۔

# علم اور اہل علم کی فضیلت

## احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

حضرت سرورِ کونین جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی مختلف احادیث میں علم اور اہل علم کی شان کو بیان فرمایا ہے۔ان میں سے چند احادیث یہاں بھی درج کی جاتی ہیں۔

### علم ، سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم وہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے، جو کسی زمین پر خوب برسے (اور جس زمین میں بارش برسی وہ تین طرح کی تھی)۔(۱) اس کا ایک ٹکڑا عمدہ تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کرلیا، پھر خوب گھاس اور سبزہ اُگایا۔(۲) زمین کا ایک (دوسرا) ٹکڑا سخت تھا (جس نے پانی کو جذب تو نہیں کیا؛ لیکن) اس کے اوپر پانی جمع ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا۔انہوں نے خود بھی پیا، جانوروں کو بھی پلایا اور کھیتوں کو بھی سیراب کیا۔(۳) وہ بارش زمین کے ایسے ٹکڑوں پر بھی برسی، جو چٹیل میدان ہی تھے جس نے نہ پانی جمع کیا، اور نہ ہی گھاس اُگائی۔

(اسی طرح لوگ بھی تین قسم کے ہوتے ہیں، پہلی مثال) اُس شخص کی ہے جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور جس ہدایت کو دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا، اللہ تعالیٰ نے اُسے اس ہدایت سے نفع پہنچایا، اس نے خود بھی سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا، (دوسری مثال اس شخص کی ہے جس نے خود تو فائدہ نہیں اُٹھایا؛ مگر دوسرے لوگوں نے اس سے فائدہ

حاصل کیا)، (تیسری مثال) اس شخص کی ہے جس نے اس کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا اور نہ اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔

(صحیح البخاری، رقم:۷۹)

## سب سے بہترین آدمی:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے، جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے۔

(سنن الترمذی، رقم:۲۹۰۷)

## حاملِ قرآن کا اعزاز واکرام:

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن شریف پڑھے، اسے سیکھے اور اس پر عمل کرے، اس کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے، جو نور کا بنا ہوا ہوگا، اس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح ہوگی۔ اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، وہ عرض کریں گے یہ جوڑے ہمیں کس وجہ سے پہنائے گئے؟ ارشاد ہوگا: تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے بدلے میں۔

(المستدرك على الصحيحين للامام حاكم: ۵۶۸/۱)

## حاملِ قرآن اور اس کے والدین کا اکرام:

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ پھر اگر وہ سورج تمہارے گھروں میں طلوع

ہو(تو جتنی روشنی وہ پھیلائے گا،اس تاج کی روشنی اس سے بھی زیادہ ہوگی )توتمہارااس شخص کے بارے میں کیا گمان ہے،جوخودقرآن شریف پرعمل کرنے والا ہو،یعنی جب والدین کے لیے یہ انعام ہےتوعمل کرنے والے کاانعام اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔(سنن ابی داوٗد،رقم:١٤٥٣)

## حافظِ قرآن اپنی زندگی قرآن کے مطابق بنائے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اُس نے علومِ نبوت کواپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا،گواس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی۔حافظِ قرآن کے لیے مناسب نہیں کہ غصہ کرنے والوں کے ساتھ غصہ سے پیش آئے یاجاہلانہ سلوک کرنے والوں کے ساتھ جہالت کاسلوک کرے،جب کہ وہ اپنے اندراللہ تعالیٰ کا کلام لیے ہوئے ہے۔

(الترغیب والترھیب:٣٥٢/٢)

## علم نافع وہ ہے جودل میں اتر جائے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:علم دوطرح کاہوتاہے۔ایک وہ علم جودل میں اترجائے وہی علم نافع ہے،اور دوسرا وہ علم ہے جوصرف زبان پرہو یعنی عمل اوراخلاص سے خالی ہوتو وہ اللہ کی طرف سے انسان کے خلاف (اس کے مجرم ہونے کی) دلیل ہے۔یعنی یہ علم الزام دے گاکہ جاننے کے باوجودعمل کیوں نہیں کیا۔(الترغیب والترھیب:١٠٣/١)

## قرآن کریم سیکھنے یاپڑھنے کااجروثواب:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے

۔ہم لوگ صفہ (مشہور چبوترہ) پر بیٹھے تھے،آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ روزانہ صبح بازار بُطحان یا عَقِیق میں جائے اور دو عمدہ اونٹنیاں بغیر کسی گناہ (مثلاً چوری وغیرہ) اور بغیر قطع رحمی کے لے آئے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کو تو ہم میں سے ہر شخص پسند کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا صبح کے وقت مسجد میں جاکر قرآن کی دو آیتوں کا سیکھنا یا پڑھنا دو اونٹنیوں سے، تین آیتوں کا تین اونٹنیوں سے اور چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔

(صحیح المسلم،رقم:۱۸۷۳)

**فائدہ:** حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آیتوں کی تعداد اونٹنیوں اور اونٹوں کی تعداد سے افضل ہے، مثلاً ایک آیت ایک اونٹنی اور ایک اونٹ، دونوں سے افضل ہے۔

## دین میں سمجھ پیدا ہو جانا، خدائی انعام ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، جبکہ اللہ تعالیٰ عطا کرنے والے ہیں۔(صحیح البخاری،رقم:۷۱، ریاض الصالحین:۴۰۸)

**وضاحت:** معجم طبرانی کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس کو ہدایت الہام فرماتے ہیں۔(الاتحاف:۱/۷۰)

**فائدہ:** حدیث شریف کے دوسرے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ علم کے تقسیم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس علم کی سمجھ، اس میں غور وفکر اور اُس کے مطابق عمل کی

توفیق دینے والے ہیں۔(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور صحیح بات اس کے دل میں ڈالتے ہیں۔(مجمع الزوائد: ۱/۲۷ ۳)

## نبیٔ کریم ﷺ کی دُعا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور یہ دعا دی: اے اللہ! اسے قرآن کا علم عطا فرما دیجیے۔

(صحیح البخاری، رقم: ۷۵)

## علم کی کمی، قیامت کی علامت:

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ علم اُٹھالیا جائے گا، جہالت آجائے گی، شراب (کھلم کھلا) پی جائے گی اور زنا پھیل جائے گا۔(صحیح البخاری، رقم: ۸۰)

## خواب میں دودھ پینے کی تعبیر علم سے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میں ایک مرتبہ سو رہا تھا کہ (اسی حالت میں) مجھے دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا۔ میں نے اس سے اتنا پیا کہ میں اپنے ناخنوں تک سے سیرابی کے (آثار) نکلتے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دیا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ ارشاد فرمایا: علم۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے علوم

میں سے بھرپور حصہ ملے گا۔(صحیح البخاری۔رقم:٧٠٠٦)

## مؤمن علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن بھلائی (یعنی علم) سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ وہ علم کی باتوں کو سن کر سیکھتا رہتا ہے (یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے) اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔(سنن الترمذی،رقم:٢٦٨٦)

## قرآن کی کوئی آیت یا علم کا کوئی باب سیکھنے کی فضیلت:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ابوذر! اگر تم صبح جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لو تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لو، خواہ وہ اس وقت کا عمل ہو یا نہ ہو (مثلاً تیمّم کے مسائل) تو ہزار رکعات نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔(سنن ابن ماجه،رقم:٢١٩)

## خیر (علم) کے لیے سفر کا ثواب حج کامل کے برابر:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص خیر کی بات سیکھنے یا سکھانے ہی کے لیے مسجد جائے، تو اس کا ثواب اس حاجی کے ثواب کی طرح ہے، جس کا حج کامل ہو۔(مجمع الزوائد:١/٣٢٩)

## نبی کریم ﷺ کی ہدایت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو (دین) سکھاؤ، ان کے ساتھ آسانی کا برتاؤ کرو اور سختی کا برتاؤ نہ کرو۔

(مسند الامام احمد:١/٢٨٣)

## طالبانِ علم دین کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو:

حضرت ابو ہارون عبدی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا: تمہارے پاس لوگ مشرق کی جانب سے دین کا علم سیکھنے آئیں گے؛ لہٰذا جب وہ تمہارے پاس آئیں، تو ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابو ہارون عبدی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ ہمیں دیکھتے تو فرماتے: خوش آمدید ان لوگوں کو جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی۔ (سنن الترمذی، رقم: ۲۶۵۱)

## علم دین کی طلب و تحصیل پر اجر و ثواب کا وعدہ:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں لگے، پھر اس کو حاصل بھی کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو اجر لکھ دیتے ہیں۔ اور جو شخص علم کا طالب ہو؛ لیکن اُس کو حاصل نہ کر سکے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک اجر لکھ دیتے ہیں۔

(مجمع الزوائد: ۱/ ۳۳۰)

## طالب علم کو نبی کریم ﷺ کی جانب سے خوش آمدید ہو!

حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت اپنی سرخ دھاریوں والی چادر پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: طالب علم کو خوش آمدید ہو! طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور پھر اس کثرت سے آکر اوپر تلے جمع ہوتے رہتے ہیں کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں

اور وہ اس علم کی محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جس کو یہ طالب علم حاصل کر رہا ہے۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ،مجمع الزوائد: ۱/۳ ٤ ۳)

## علم دین پڑھنے، پڑھانے والوں کے لیے مغفرت کا پروانہ:

حضرت ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کے لیے اپنی (شان کے مطابق) کرسی پر تشریف فرما ہوں گے، تو علماء سے فرمائیں گے: میں نے اپنے علم اور حِلم یعنی نرمی اور برداشت سے تمہیں اسی لیے نوازا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ تمہاری کوتاہیوں کے باوجود تم سے درگزر کروں اور مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ یعنی تم چاہے کتنے ہی بڑے گنہگار ہو تمہیں بخشنا میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

(الترغیب والترھیب: ۱/۱ ۰ ۱)

## حضراتِ علماء کرام، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلا دیتے ہیں یعنی علم حاصل کرنا اُس کے لیے جنت میں داخلہ کا ایک سبب بن جاتا ہے۔ فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پروں کو رکھ دیتے ہیں (یعنی پرواز بند کر کے، ادباً رُک جاتے ہیں)۔ عالم کے لیے آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں، سب کی سب دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ بلاشبہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں

رات کے چاند کو سارے ستاروں پر فضیلت ہے۔ بلاشبہ علماء، انبیاء کرام (علیہم السلام) کے وارث ہیں اور انبیاء (علیہم السلام) دینار و درہم (مال و دولت) کا وارث نہیں بناتے وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں؛ لہٰذا جس شخص نے علم دین حاصل کیا، اس نے (اس میراث میں سے) بھرپور حصہ لیا۔ (سنن أبي داوٗد، رقم: ٣٦٤١)

**ضروری وضاحت:** اس حدیث پاک میں ایک لفظ "یَضَعُ" آتا ہے، جو وَضعاً مصدر سے مضارع کا صیغہ ہے، بمعنی رکھنا، بہت سے حضرات نے اس کا ترجمہ بچھانے سے کیا ہے، یعنی فرشتے پَر بچھاتے ہیں، یاد رہے کہ یہ واضح اور صریح غلطی ہے، صحیح ترجمہ و مطلب وہ ہے جو ہم نے اوپر ترجمہ میں اپنایا۔ (محمد سلمان الخیر نعیمی غفرلہٗ)

**فائدہ:** حضرت امام ابو حامد غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبوت کے رتبہ کی وراثت کے شرف سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں ہے۔ (لہٰذا علمائے کرام کو چاہیے کہ اس شرافت کی قدر کریں اور اس کو باقی رکھنے کے کام کریں)۔ (احیاء علوم الدین: ۷۱/۱)

جن ہستیوں کی مغفرت کی دعا میں خود فرشتے مشغول ہوں اور ان کے لیے اپنے پَر رکھ دیتے ہوں، پرواز بند کر دیتے ہوں، بھلا ان سے اونچا بھی کسی کا مرتبہ ہو سکتا ہے؟

مذکورہ حدیث پاک میں آیا "علماء انبیاء کے وارث ہیں"، جب نبوت سے اونچا کوئی مرتبہ نہیں ہے تو جو اس مرتبہ کا وارث ہو، تو اس سے اونچا اور کسی کا مقام و مرتبہ نہیں ہوگا۔ بھلا اس سے بڑی فضیلت و عظمت اور قابلِ فخر، لائقِ ذکر رتبہ اور مقام اور کوئی ہو سکتا ہے؟۔

اور دوسری مخلوقات، علماء کے لیے مغفرت کی دعا اس لیے کرتی ہیں کہ ان کی تخلیق کا مقصد یہی ہے کہ وہ بندوں کے مصالح و منافع کا پاس کریں۔

اور علماء ہی وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو حلال وحرام کے مسائل سے آگاہ کرتے ہیں اور حیوانات کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اوران کو تکلیف نہ پہنچانے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

## عالم کی موت، ایسی مصیبت اور نقصان کہ جس کی تلافی نہیں:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: عالم کی موت ایسی مصیبت ہے کہ جس کی تلافی نہیں ہوسکتی اور ایسا نقصان ہے جو پورا نہیں ہوسکتا اور عالم ایسا ستارہ ہے جو (موت کی وجہ سے) بے نور ہو گیا۔ ایک پورے قبیلے کی موت ایک عالم کی موت سے کم درجہ کی ہے۔(رواہ البیھقی فی شعب الایمان :۲٦٤/۲)

## حضراتِ علمائے کرام ستاروں کی طرح ہیں:

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علماء کی مثال ان ستاروں کی طرح ہے، جن سے خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے ۔جب ستارے بے نور ہوجاتے ہیں تو اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ راستہ چلنے والے بھٹک جائیں۔(مسندالامام أحمد:۱٥۷/۳)

**فائدہ** : مراد یہ ہے کہ علماء کے نہ ہونے سے لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں۔

## علماء کے قلم کی سیاہی کا وزن ہوگا:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے روز علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا۔(العلل المتناھیة :۸٥، کشف الخفاء:۳۲۸۱)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ علماء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کی سیاہی کا وزن شہداء کے خون سے زیادہ ہوگا؛ حالانکہ شہید کے لیے اس کا خون اعلیٰ اور عالم کے لیے اس کے قلم کی

سیاہی ادنیٰ ہے۔(العلل المتناهية: ٨٥، كنز العمال: ٢٠٩/٥، تذكرة السامع والمتكلم: ٢٠)

اور علامہ ابو حفص عمر فاکہانی رحمہ اللہ ''شرح الرسالہ'' میں لکھتے ہیں:

**يَتَرَجَّحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى دَمِ الشُّهَدَاءِ.** (حاشيةُ تذكرةُ السّامع: ٢٠، ح: ١)

(علماء کے قلم کی روشنائی کو شہداء کے خون پر ترجیح حاصل ہے)۔

اور اسی سلسلہ میں ابن درید نے ایک شعر بھی کہا ہے، جس کو ابن عبد البر مالکیؒ نے ''**كتابُ العلم**'' میں نقل کیا ہے:

**ومداد مايجري به أقلامهم — أزكى وأفضل من دم الشهداء**

(تذكرة السامع: ٢٠، ط: دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

## ایک عالم دین کی فضیلت ایک ہزار عابدوں پر:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک عالم دین شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔(سنن الترمذی، رقم: ٢٦٨١)

**فـــائـــده:** حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے لیے ایک ہزار عابدوں کو دھوکہ دینا آسان ہے، پورے دین کی سمجھ رکھنے والے ایک عالم کو دھوکہ دینا مشکل ہے۔

## عالم کی فضیلت عابد پر:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، جن میں ایک عابد تھا اور دوسرا عالم۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ایک معمولی شخص پر۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو بھلائی سکھلانے والے پر اللہ تعالیٰ، ان کے فرشتے، آسمان

اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی پانی میں (اپنے اپنے انداز میں) رحمت بھیجتی اور دعائیں کرتی ہیں۔(رواہ الترمذی: ۵۲۷/۲)

## علم کا فائدہ:

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس میں تین صفات پیدا کرتے ہیں:

(۱) دین کی سمجھ، بوجھ۔ (یعنی علم اور تفقہ وغیرہ)

(۲) دنیا سے بے رغبتی۔

(۳) اپنے عیوب کو دیکھنا۔(جامع بیان العلم وفضلہ: ۲۵/۱)

## دنیا میں بھی علماء وطلباء پر اللہ کی خاص رحمت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: غور سے سنو! دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ سے قریب کریں (یعنی نیک عمل) اور عالم اور طالب علم کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور نہیں ہیں۔

(جامع الترمذی، رقم: ۲۳۲۲، ریاض الصالحین: ۵۲۷)

## محدث، عالم اور مدرس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعا:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ (شاد و آباد، اور ہر غم و تکلیف سے محفوظ و بے فکر) رکھے، جس نے ہم سے کوئی بات (حدیث) سنی اور پھر اس کو جوں کا توں (یعنی جیسا سنا

اسی طرح، بغیر کمی وزیادتی کے) دوسروں کو پہنچادیا، (کیونکہ) بسا اوقات سننے والے سے جن تک بات پہنچی ہو وہ زیادہ قدردان اور اس کو محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں۔

(سنن الترمذی:۲/۵۲۸)

## طالب، عالم اور ان دونوں طبقوں سے محبت رکھنے والے بنو:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تم یا تو عالم بنو، یا طالب علم بنو، یا علم توجہ سے سننے والے بنو، یا علم اور علم والوں سے محبت کرنے والے بنو (ان چار کے علاوہ) پانچویں قسم کے مت بنو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ پانچویں قسم یہ ہے کہ تم علم اور علم والوں سے بغض رکھو۔ (مجمع الزوائد:۱/۳۲۸)

## عالم دین، قابلِ صدر َشک انسان:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسد (یعنی رَشک) دو شخصوں کے علاوہ کسی پر جائز نہیں یعنی اگر حسد کرنا کسی پر جائز ہوتا تو یہ دو شخص ایسے تھے کہ ان پر جائز ہوتا۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا والے کاموں میں خرچ کرتا ہو۔ دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اسے دوسروں کو سکھاتا ہو۔

(رواہ البخاری، رقم:۱۴۰۹)

## علماءِ اُمت، عبادِ اُمت سے بدرجہا افضل:

حضرت حسن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ ان دونوں میں کون افضل ہے؟ ان میں سے ایک عالم تھا جو فرض نماز

پڑھ کر لوگوں کو خیر کی باتیں سکھانے میں مشغول ہوجاتا۔ دوسرا دن کو روزہ رکھتا اور رات میں عبادت کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عالم کی فضیلت جو فرض نماز پڑھ کر لوگوں کو خیر کی باتیں سکھانے میں مشغول ہوجاتا اس عابد پر جو دن کو روزے رکھتا اور رات میں عبادت کرتا ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ درجہ کے شخص پر ہے۔ (رواہ الدارمی: ۱/ ۱۰۹)

## قیامت کے دن علماء سفارشی ہوں گے:

اور ایک موضوع حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن تین طرح کے لوگ سفارش کریں گے۔ انبیاء پھر علماء اور پھر شہید۔ (سنن ابن ماجه: ۴۳۱۳، کنز العمال: ۵/ ۲۰۴، جامع بیان العلم وفضله: ۷۱۵۲، تذکرة السامع: ۲۰)

## علماء نور کے منبروں پر ہوں گے:

نیز ایک حدیث پاک میں مروی ہے کہ علماء کرام قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے۔ (الموضوعات: ۱۴۴، تذکرة السامع: ۲۰)

## علم اور علماء سے محبت کیجیے:

قاضی حسین بن محمد مروزی شافعی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ امام الانبیاء جناب نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص علم اور علماء سے محبت کرے گا، ساری زندگی اس کے نامۂ اعمال میں گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔ (العلل المتناهية: ۱۴۳، تذکرة السامع: ۲۰، کشف الظنون: ۱/ ۲۹۵)

## عالم دین کا اکرام نبیوں اور شہیدوں کے اکرام جیسا ہے:

علامہ کنانی علیہ الرحمہ حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے عالم کا اکرام کیا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے ستر نبیوں اور ستر شہیدوں کا اکرام کیا۔(العلل المتناهية:١٤٣، كنز العمال في كتاب العلم:٢٠٤/٥، تذكرة السامع:٢٠)

## عالم کے پیچھے نماز پڑھنے کی فضیلت:

علامہ سعد اللہ ابن جماعہ الکتانی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی عالم کے پیچھے نماز پڑھے وہ ایسا ہے جیسے اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی، اور جس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی وہ بخش دیا جائے گا۔(نصب الرايه:٢٦/٢، تذكرة السامع:٢٠، تفسير كبير:٤٠١/١، تفسيری خطبات:٢٧١/٢)

## علماء کی تعظیم، اللہ اور رسول اللہ کی تعظیم جیسی ہے:

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن شرمساحی مالکی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "**نظم الدرفی اختصار المدونة**" کے آغاز میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے عالم کی تعظیم کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی اور جس نے عالم کی اہانت کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو کم درجہ خیال کیا۔

(حلية الأولياء:٣٥٧/٣، العلل المتناهية:٨٤٨، تذكرة السامع:٢١)

## عنقریب علم اُٹھالیا جائے گا:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرض احکام سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ؛ کیونکہ میں دنیا سے اُٹھالیا جاؤں گا اور علم بھی عنقریب اُٹھالیا جائے گا یہاں تک کہ دو شخص ایک فرض

حکم کے بارے میں اختلاف کریں گے اور (علم کے کم ہو جانے کی وجہ سے) کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا، جو ان کو اس فرض حکم کے بارے میں صحیح بات بتا دے۔

(رواه البيهقي في شعب الايمان:٢/٢٥٥)

## علم کے حصول میں جلدی کیجیے:

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! علم کے واپس لیے جانے اور اُٹھا لیے جانے سے پہلے علم حاصل کرلو۔

(مسند الامام أحمد:٥/٢٦٦)

## علم دین، بہترین صدقۂ جاریہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن کے مرنے کے بعد جن اعمال کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے، اُن میں ایک تو علم ہے جو کسی کو سکھایا اور پھیلایا ہو، دوسرا صالح اولاد ہے جس کو چھوڑا ہو، تیسرا قرآن شریف ہے جو میراث میں چھوڑ گیا ہو، چوتھا مسجد ہے جو بنا گیا ہو، پانچواں مسافر خانہ ہے جس کو اُس نے تعمیر کیا، چھٹا نہر ہے جس کو اُس نے جاری کیا ہو، ساتواں وہ صدقہ ہے جس کو اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے (مثلاً وقف کی شکل میں صدقہ کر گیا ہو)۔ (رواه ابن ماجة، رقم:٢٤٢)

## علم اور علماء کی قدر کرو، اس سے پہلے کہ جاہلوں کا دور دورہ ہو:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ علم کو (آخری زمانے میں) اس طرح نہیں

اُٹھائیں گے کہ لوگوں (کے دل ودماغ) سے اسے پورے طور پر نکال لیں؛ بلکہ علم کو اس طرح اُٹھائیں گے کہ علماء کو ایک ایک کر کے اُٹھاتے رہیں گے، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا، تو لوگ علماء کے بجائے جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ خود تو گمراہ تھے ہی دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔(صحیح البخاری، رقم: ۱۰۰)

**فائدہ:** مسائل شرعیہ بتلانا فقط اہل علم کا حق ہے؛ لیکن آج بہت سے مغرب کے پڑھے ہوئے اسکالر، نام نہاد دانشور و مفکر لوگ دینی امور پر تبصرہ کرنے اور شرعی مسائل بتانے کو اپنا حق سمجھتے ہیں، عوام کی اکثریت ان کی چرب زبانی اور ظاہری الفاظ کو دیکھ کر ان سے متأثر ہو جاتی ہے، اور ان ہی سے مسائل پوچھنے اور ان کے بتلائے ہوئے مسائل پر عمل کو کافی سمجھتی ہے، نتیجۃً معاشرے میں جو نظریاتی و عملی گمراہی پھیل رہی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں؟!۔(مرآۃ الزمان: ۱٦)

## اللہ تعالیٰ کس شخص سے نفرت کرتے ہیں؟:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص سے نفرت کرتے ہیں جو سخت مزاج ہو، زیادہ کھانے والا ہو، بازاروں میں چیخنے والا ہو، رات میں مردہ کی طرح (پڑا سوتا رہتا) ہو، دن میں گدھے کی طرح (دنیاوی کاموں میں ہی پھنسا رہتا) ہو، دنیا کے معاملات کا جاننے والا اور آخرت (یعنی دین) کے امور (علم) سے بالکل جاہل ہو۔(صحیح ابن حبان: ۲۷٤/۱)

## علم کے مطابق عمل کرتے رہو:

حضرت یزید بن سلمہ جعفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول

اللہ! میں نے آپ سے کئی حدیثیں سنی ہیں، مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ آخری حدیثیں تو مجھے یاد رہیں اور پہلی حدیثیں یاد نہ رہیں، مجھے اس لیے کوئی جامع بات ارشاد فرما دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن امور (باتوں) کا تمہیں علم ہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یعنی اپنے علم کے مطابق عمل کرو۔ (سنن الترمذی، رقم: ۲٦۸۳)

## علم کو محض اللہ کی خوشنودی کے لیے حاصل کرو:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علماء پر بڑائی جتانے، بیوقوفوں سے جھگڑنے یعنی ناسمجھ عوام سے الجھنے اور مجلسیں جمانے کے لیے علم حاصل نہ کرو۔ جو شخص ایسا کرے، اس کے لیے آگ ہے آگ۔ (سنن ابن ماجة، رقم: ۲۵٤)

**فائدہ:** "علم کو مجلسیں جمانے کے لیے حاصل نہ کرو" اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ علم کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی ذات کی طرف متوجہ نہ کرو؛ بلکہ اخلاص اور تصحیح نیت کے فوائد و ثمرات اور برکات کو مدنظر رکھتے ہوئے پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ علم دین حاصل کرو، تفصیل کے لیے احقر کی کتاب "**تحفۂ اخلاص**" ملاحظہ و مطالعہ فرمائیں۔ (محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری)

## جاننے کے باوجود مسئلہ نہ بتانے کا وبال:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ (باوجود جاننے کے) اُس کو چھپائے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالیں گے۔ (سنن أبی داؤد، رقم: ۳٦۵۸)

## علم سیکھنے کے بعد دوسروں کو نہ سکھانا:

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس

شخص کی مثال جو علم سیکھتا ہے، پھر لوگوں کو نہیں سکھاتا اس شخص کی طرح ہے جو خزانہ جمع کرتا ہے، پھر اس میں سے خرچ نہیں کرتا۔ (الترغیب و الترهیب: ۱۲۲/۱)

## نفع نہ دینے والے علم سے اللہ کی پناہ:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جو نہ ڈرے اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔ (صحیح المسلم، رقم: ٦٩٠٦)

## قیامت کے دن علم پر عمل کا سوال:

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک (حساب کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے، جب تک اُس سے اِن چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے۔ اپنی عمر کس کام میں خرچ کی؟ اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اپنی جسمانی قوت کس کام میں لگائی؟۔

(سنن الترمذی، رقم: ٢٤١٧)

## دوسروں کی بڑی فکر اور اپنے آپ کو بھلا دینا:

حضرت جندب بن عبد اللہ ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی مثال جو لوگوں کو خیر کی بات سکھائے اور اپنے آپ کو بھلا دے (خود عمل نہ کرے) اس چراغ کی سی ہے، جو لوگوں کے لیے روشنی کرتا ہے، لیکن خود کو جلا دیتا ہے۔

(الترغیب و الترهیب: ۱۲٦/۱)

## ہر دینی مسئلہ میں عالم کی رہنمائی ضروری ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) نے فرمایا: اُمور تین ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جس کا حق ہونا واضح ہو، اس کی پیروی کرو، دوسرا وہ جس کا غلط ہونا واضح ہو، اس سے بچو، تیسرا وہ جس کا حق ہونا یا غلط ہونا واضح نہ ہو، اس کو اس کے جاننے والے یعنی عالم سے پوچھو۔ (مجمع الزوائد: ۱/۳۹۰)

## نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ بات منسوب کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری طرف نسبت کر کے حدیث بیان کرنے میں احتیاط کرو، صرف اسی حدیث کو بیان کرو جس کا حدیث ہونا تمہیں معلوم ہو۔ جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف غلط حدیث منسوب کی اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالینا چاہیے۔ (جامع الترمذی، رقم: ۲۹۵۱)

## قرآن کریم یا دینی امور میں رائے زنی کرنا:

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے قرآن کریم (کی تفسیر) میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور وہ حقیقت میں صحیح بھی ہو، تب بھی اس نے (جرأت وہمت کرنے کی) غلطی کی۔ (سنن أبي داوٗد، رقم: ۳۶۵۲)

**فائدہ:** مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کریم کی تفسیر (ترجمہ اور تشریح) اپنی عقل اور رائے سے کرتا ہے، پھر اتفاقاً وہ صحیح بھی ہو جائے تب بھی اس نے غلطی کی؛ کیونکہ اس نے اُس تفسیر کے لیے نہ احادیث کی طرف رجوع کیا اور نہ ہی علمائے اُمت (علماءِ حقہ) کی طرف رجوع کیا۔ (مظاہر حق)

## سب سے زیادہ سخی کون ہے؟

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشادفرمایا: کیاتم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: سب سے زیادہ سخی اللہ تعالیٰ ہیں۔ پھر تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں۔ پھر سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے، جس نے علم دین سیکھا اور اس کو پھیلایا، یہ شخص قیامت میں تنہا بمنزلہ ایک جماعت کے آئے گا۔ (مشکوۃ)

## نبی کریم کا مقصدِ بعثت تعلیم ہی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے، دو جماعتیں دیکھی، ایک علم کے سیکھنے سکھانے میں مشغول تھی، اور دوسری ذکر و دعا میں مشغول تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں بھلائی پر ہیں۔ بہر حال یہ جماعت پس وہ اللہ کی یاد میں مشغول ہے اور یہ جماعت علم کو سیکھتی اور دوسروں کو سکھاتی ہے۔ یہی جماعت افضل ہے؛ کیونکہ میرا مقصدِ بعثت بھی تعلیم ہی ہے "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" پھر آپ ﷺ اسی جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ اہل علم کی اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کیا۔

گدایاں راازیں معنی خبر نیست　　　　که سلطانِ جہاں باما است امروز

درویش علم والوں کو اس کی خبر نہیں کہ دونوں جہاں کے بادشاہ جناب نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ رونق افروز ہیں۔ (اخلاق العلماء)

## میرے جانشینوں پر اللہ کی رحمت ہو:

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: میرے جانشینوں پر

اللہ کی رحمت! میرے جانشینوں پر اللہ کی رحمت! میرے جانشینوں پر اللہ کی رحمت! حضراتِ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ فرمایا: جو میری سنت سے محبت رکھتے ہیں اور بندگانِ خدا کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔(جامع بیان العلم)

# علم وعلماء کی فضیلت پر اقوالِ سلف صالحین

امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کے عظیم الشان ہونے کے لیے یہی ایک بات کافی ہے کہ جو اس میں کمال نہیں رکھتا وہ بھی اس کا دعویدار ہے اور اپنی طرف علم کی نسبت سے خوش ہوتا ہے اور جہالت کی مذمت میں یہی ایک بات کافی ہے کہ خود جاہل شخص اس سے برأت (یعنی بری ہونے) کا اظہار کرتا ہے۔(بیان العلم وفضلہ :۲۹۵،تذکرۃ السامع:۲۱)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ علم سیکھو؛ کیونکہ علم کا سیکھنا خشیت ہے اور اس کی طلب عبادت ہے، اس کا تکرار تسبیح ہے، اس کے بارے میں بحث کرنا جہاد ہے، اور اس کا صرف کرنا قربت ہے اور نادانوں کو سکھانا صدقہ ہے۔(أخرجه ابن عبد البر فی الجامع:۲۶۸،مختصر کتاب العلم:۲۷/۵،تذکرۃ السامع:۲۱)

بعض سلف صالحین فرماتے ہیں کہ بہترین نعمت عقل اور بدترین مصیبت جہالت ہے۔(تذکرۃ السامع :۲۱،مطبوعہ دارالکتب العلمیة)

اوراسی معنی میں بعض اہل علم کے یہ اشعار بھی ہیں:

ما وهب الله لامرئ هبة　　أجمل من عقله ومن أدبه

هما جمال الفتى فان فقدا　　ففقده للحياة أشبه به

(تذکرۃ السامع:۲۱،ح:٤)

شیخ ابومسلم خولانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علماء زمین پر ایسے ہیں جیسے آسمان پرستارے کہ جب نمودار ہوں تو لوگ ان کی روشنی میں راہ پاتے ہیں اور جب چھپ جائیں تو لوگ سرگرداں ہوتے ہیں۔(تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۱،درس وتدریس کے آداب:۲۸)

امام ابوالاسود الدوَلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم سے زیادہ کوئی چیز قیمتی نہیں، بادشاہ لوگوں پر حکمران ہیں، اور علماء بادشاہوں پر حکمران ہیں۔(تذکرة السامع والمتکلم:٢١)

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کی برکت سے خسیس (بے حیثیت) آدمی، باشرف، بے قدر انسان باعزت، نادار شخص، مالدار اور بے وقعت، باوجاہت ہوجاتا ہے۔(جامع بیان العلم وفضلہ :٢٦٨،تذکرة السامع والمتکلم:٢١)

حضرت فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم سکھانے والے عالم کا آسمانوں میں بہ کثرت ذکر کیا جاتا ہے۔(تذکرة السامع والمتکلم:٢٢)

حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ رکھنے والے انبیاء اور علماء ہیں۔

(تذکرة السامع والمتکلم:٢٢،درس وتدریس کے آداب:٢٩)

نیز آپؒ نے فرمایا کہ دنیا میں کسی کو نبوت سے زیادہ افضل چیز نہیں دی گئی، اور نہ ہی نبوت کے بعد علم وفقہ سے زیادہ افضل اور اعلیٰ چیز کسی کو عطا ہوئی، کسی نے عرض کیا کہ یہ علم وفقہ کن سے حاصل کیا جائے؟ فرمایا کہ تمام فقہاء کرام سے حاصل کرو۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: ١١٠،تذکرة السامع والمتکلم:٢١)

حضرت سہل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ انبیاء کی مجالس کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ علماء کی مجالس کو دیکھ لے، اس بات سے ان کے مرتبہ کا اندازہ لگالو۔

(تذکرة السامع والمتکلم:٢٢)

مگر عزیزانِ من! آج کل عوام وخواص کے حالات بہت زیادہ ناگفتہ بہ ہو چکے ہیں

بعض مجالس بظاہر صالح معلوم ہوتی ہیں ؛مگر جب ان کوقریب سے دیکھا جائے ،ان میں شریک ہوا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام مجلس شر اور اعمالِ شر سے لبریز ہے۔**اللھم احفظنا**.

اس لیے اچھی طرح تحقیق وتفتیش کرلی جائے ۔اور صالح علماء ومشائخ ،شریعت وسنت کے پابند بزرگانِ دین کی تلاش کی جائے اور ان کی مجالست کو لازم پکڑ لے ۔ہر کس وناکس کا صرف جبہ اور قبہ دیکھ کر اندھی عقیدت وتقلید میں مبتلا ہوجانا بجائے صلاح وفلاح کے ضلالت وگمراہی کا ذریعہ ہوجائے گا۔

حضرت اقدس امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر عمل کرنے والے فقہاء (علماء) اللہ کے اولیاء نہیں تو پھر اللہ کا کوئی بھی ولی نہیں ہے۔

(حلیۃ الاولیاء:۳/۳۶۵،تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۱)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فقہ کی مجلس (میں بیٹھنا) ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(کنز العمال:۵/۲۰۸،الأفراد للدارقطني،جامع بیان العلم وفضلہ:۱۱۰،تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۲)

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرائض کے بعد علم سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں ہے۔(الحلیۃ لأبي نعیم الأصفھاني:۳/۳۶۵،تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۱،درس وتدریس کے آداب:۲۹)

حضرت اقدس امام ابن شہاب زہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فقہ کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔(تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۲،جامع بیان العلم وفضلہ:۱۱۰،حلیۃ الاولیاء:۳/۳۶۵)

حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علم کا ایک باب سیکھنا ہمیں نفل نماز کی ایک ہزار رکعت پڑھنے سے زیادہ پسند ہے اور علم کا ایک باب جاننا (اس پر عمل

کیا جائے یا نہ کیا جائے) ہمیں نفل نماز کی سو رکعت سے زیادہ پسند ہے۔

(کنز العمال:۲۰۷/۵، کتاب العلم لابن عبد البر:۱۸، تذکرۃ السامع والمتکلم:۲۳)

مذکورہ فضائل سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے علم کے ساتھ مشغول ہونا نفلی اور بدنی عبادات سے افضل ہے، جیسے نفل نماز پڑھنا، روزے رکھنا، تسبیح اور دعا وغیرہ کرنا۔ اس لیے کہ علم کا نفع عام ہے، سب کو پہنچتا ہے، خود صاحبِ علم کو بھی اس کا نفع ہوتا ہے، جبکہ نفلی عبادات کا نفع صرف عبادت گزار تک محدود رہتا ہے، نیز علم سے ہی عبادات کی اصلاح و درستگی وابستہ ہے یعنی عبادات کی درستگی علم پر موقوف ہے، جب کہ خود علم عبادات پر موقوف نہیں ہے، عبادات، علم کی محتاج ہیں، علم عبادات کا محتاج نہیں ہے، نیز اس لیے کہ علماء، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں جب کہ یہ مرتبہ عابدین (صوفیاء) کو حاصل نہیں ہے، نیز اس لیے کہ عالمِ دین کی اطاعت دوسرے پر واجب ہے اور علم کا اثر صاحبِ علم کی وفات کے بعد بھی باقی رہتا ہے جبکہ نفلی عبادات کا سلسلہ عابد کی موت سے منقطع ہو جاتا ہے، نیز علم کی بقاء میں شریعت کا احیاء اور آثارِ ملت کا تحفظ وابستہ ہے۔

### علماء اور طلباء کے لیے ایک اہم تنبیہ:

مگر یاد رکھیں کہ علم اور صاحبِ علم کے جو فضائل سابق میں مذکور ہوئے یا آئندہ اوراق میں ہوں گے وہ صرف نیک، متقی، پرہیزگار، عمل کرنے والے علماء کے متعلق ہیں جن کا حصولِ علم سے مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور جنتِ نعیم میں اس کا قرب حاصل کرنا ہے۔ ان فضائل کا تعلق ایسے لوگوں سے نہیں ہے جن کا حصولِ علم سے مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی بجائے دنیاوی اغراض یا مال و جاہ کا حصول یا مریدین اور طلباء کی کثرت، عوام میں

شہرت یا کوئی اور بری نیت ہو۔" ایسی بری نیتوں سے علم حاصل کرنے والوں کے لیے تو بڑی سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں، جیسا کہ ہم نے آئندہ اوراق میں "تحصیلِ علم میں تصحیح نیت کا خاص خیال رکھیں" کے عنوان سے اس پر خاص طور سے توجہ دلائی ہے۔

## علم کی حقیقت:

علم کی حقیقت کے سلسلے میں ایک عام غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ عام طور پر کتابوں کے الفاظ ونقوش کو علم سمجھا جاتا ہے، اور عموماً اسی کو علم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اسی لیے جس کو الفاظ ونقوش زیادہ یاد ہوتے ہیں اس کا علم زیادہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس کا نام معلومات ہے، علم اور چیز ہے، معلومات اور چیز ہے، یہ ظاہری الفاظ ونقوش علم نہیں ہے ؛ بلکہ اظہارِ علم کے آلات ہیں۔ جن کے ذریعہ سے علم کی تعبیر کی جاتی ہے، علم درحقیقت ایک معنوی چیز ہے، جس کو الفاظ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ علم کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں:

**لَيۡسَ الۡعِلۡمُ بِكَثۡرَةِ الرِّوَايَةِ اِنَّمَاالۡعِلۡمَ نُوۡرٌ يَقۡذِفُ فِي الۡقَلۡبِ.**

(اِحياء علوم الدين، سِيَرُ أعلام النُّبلاء:۱۳/۳۲۳، تفسير ابن كثير:۵/۴۴۵)

"کثرتِ روایت کا نام علم نہیں ؛ بلکہ علم ایک نور ہے، جو قلب میں ڈالا جاتا ہے"۔

ایک دوسری جگہ فرمایا گیا:

**لَيۡسَ الۡعِلۡمُ بِكَثۡرَةِ الرِّوَايَةِ وَلَابِكَثۡرَةِ الۡمَقَالِ وَلٰكِنَّهٗ نُوۡرٌ يَقۡذِفُ فِي الۡقَلۡبِ يَفۡهَمُ بِهِ الۡعَبۡدُ الۡحَقَّ وَيُمَيِّزُ بِهٖ بَيۡنَهٗ وَبَيۡنَ الۡبَاطِلِ.** (فضل علم السلف)

"کثرتِ روایت اور قیل وقال کا نام علم نہیں ؛ بلکہ علم ایک نور ہے، جو دل میں

ڈالا جاتا ہے، جس کے ذریعہ بندہ حق کو سمجھ سکتا ہے اور حق و باطل میں امتیاز کر سکتا ہے''۔

اسی نور کی نسبت قرآن کریم میں فرمایا گیا:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ، اور اسی کو روح بھی فرمایا گیا ''وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ'' اور اسی کے متعلق دوسری جگہ فرمایا: ''وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ'' ''ہم نے علم کو ایک نور بنایا ہے، جس کے ذریعہ آپ لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں''، بس حقیقت میں اسی نور کا نام علم ہے۔(العلم و العلماء:٥٧)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے مشہور اشعار ہیں:

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰھِیْ وَ نُوْرُ اللّٰہِ لَایُعْطٰی لِعَاصِیْ

(قیمة الزمن عند العلماء:١٨٦،بعنایة سلمان بن عبد الفتاح)

ترجمہ:''میں نے اپنے استاذ امام وکیع علیہ الرحمہ سے سوءِ حافظہ (کند ذہنی) کی شکایت کی، تو انہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی تاکید فرمائی، اور فرمایا کہ علم نورِ الٰہی ہے اور یہ نور نافرمان کو عطا نہیں ہوتا''۔(دعوات عبدیت:٦٩/٢ و ٩٢/٦)

معلوم ہوا کہ علم نورِ الٰہی کا نام ہے، جو گنہگار کو حاصل نہیں ہوتا، اگر محض الفاظ دانی کا نام علم ہوتا، تو وہ معاصی کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا ہے؛ بلکہ کفر کے ساتھ بھی۔

(العلم و العلماء)

## علم حقیقی اور اس کی علامات:

علم حقیقی و رسمی کی علامات بیان کرتے ہوئے علامہ رومی فرماتے ہیں:

علم چہ بود آنکہ رہ بنمایدت        زنگ گمراہی زدل بزدایدت

ایں ہوس را ازسرت بروں کند        خوف وخشیت دردلت افزوں کند

ترجمہ: یعنی حقیقی علم وہ ہے جو تم کو سیدھی راہ دکھادے اور گمراہی کے زنگ کو تمہارے دل سے صاف کردے، یہ ہوائے نفسانی کو تمہارے اندر سے دور کردے اور خوف وخشیت تمہارے دل میں پیدا کردے۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ حضرت نبیٔ اکرم ﷺ سے موقوفاً روایت فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ،فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَالِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَالِکَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى اِبْنِ آدَمَ.

(المصنف لابن أبي شيبة:٨٢/٧،رقم:٣٤٣٦١،نوادرالاصول:٣٠٣/٢،أمالي ابن بشران:١٥٣/٢،الزهد لابن المبارك:٢٩٥/١،العلم لابن عبد البر:٣١٧/٢،مجلس املاء في رؤية الله تعالى:٢٦٥/١،الجزء للصفار،رقم:٤٤،المغني للعراقي:١٦/١،والدارمى ،وصاحب المشكوة،وصاحب العلل المتناهية،مرقاة المفاتيح:٣٣٤/١)

ترجمہ: ’’علم دو طرح کا ہے،ایک علم دل میں ہوتا ہے، یہی نفع بخش علم ہے اور دوسرا علم زبان پر ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر حجت ہے‘‘۔

معلوم ہوا کہ حقیقی اور نافع علم وہ ہے جس سے اوّلاً قلب متأثر ہوتا ہے، پھر اس کا اثر اعضاء وجوارح پر ظاہر ہوتا ہے اور رسمی وغیر نافع علم وہ ہے جو محض زبان تک محدود رہتا ہے، اس کا اللہ کے نزدیک کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

حقیقی علم کا نور جب دل میں پیدا ہوتا ہے، تو اس کی روشنی میں چیزوں کی حقیقت اس طرح آشکارا ہوتی ہے، جیسے سورج کی روشنی کے سامنے سیاہ وسفید، علم کا یہ نور جب دل میں داخل ہوتا ہے، تو دل کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے، اس نور کے دل میں داخل ہونے کی علامت کو صاحبِ موافقات اس طرح بیان کرتے ہیں:

**وَلٰکِنْ عَلَیْهِ عَلامَةٌ ظَاهِرَةٌ وَهُوَ التَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةِ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ.** (الموافقات في أصول الشريعة: ١/١٠٥، التمهيد: ٢٦٧/٤، مختصر المؤمل: ٣٢، ايقاظ الهمم: ٢٤)

"علم نافع حاصل ہونے کی ایک کھلی علامت یہ ہے کہ آدمی کو دنیا سے نفرت اور آخرت کی طرف توجہ ہونے لگتی ہے، جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ اب علم نافع کا حصول ہو رہا ہے۔

علم نافع کی دوسری علامت یہ ہے کہ جس کو حقیقی علم حاصل ہوتا ہے، اس کے علم وعمل اور قال وحال میں مطابقت ہوتی ہے، اس لیے کہ حقیقی عالم بے عمل ہو ہی نہیں سکتا، اور نہ علم صحیح بلا عمل قائم رہ سکتا ہے، علم صحیح اپنے حامل کو مقتضائے علم پر عمل کے لیے مجبور کر دیتا ہے۔ (ترجمان السنة)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" کی تلاوت فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں ، تو پوچھا گیا سینہ کو کھولنا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنَّ النُّوْرَ إِذَاقَذَفَ فِي الْقَلْبِ اِنْشَرَحَ لَهُ الصَّدْرُ وَانْفَسَحَ.

''علم کا نور جب دل میں ڈالا جاتا ہے،تو سینہ اس کے لیے کھل جاتا ہے،سوال کیا گیا:اس کی کوئی علامت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:

نِعْمَ التَّجَافِيْ عَنْ دَارِالْغُرُوْرِ وَالْإِنَابَةِ إِلٰى دَارِالْخُلُوْدِ وَالْإِسْتِعْدَادِ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهِ. (المستدرك على الصحيحين:٣١١/٤،الدرالمنثور:٤٤/٣،موسوعة اطراف الحديث النبوي الشريف:١١١/٣،احياء علوم الدين:٧٧/١،اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم:٤٢٤،في رحاب التفسير:٤٥٣٠/٢٢،الجزء الثاني والعشرون)

''ہاں!دنیا سے دوری،آخرت کی طرف رجوع اور موت سے پہلے موت کی تیاری۔

امام ابوحامد غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:جن کو حقیقی علم کی دولت سے نوازا جاتا ہے ،ان میں پانچ طرح کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں،خوف وخشیت،خشوع،تواضع،حسن خلق اورزہد یعنی دنیا سے بے رغبتی۔

## علم رسمی اوراس کی علامات:

علم رسمی کی علامات بتاتے ہوئے علامہ رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

علم رسمی سر بسر قیل است وقال　　　　نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال

''یعنی علم رسمی محض قیل وقال کا نام ہے کہ نہ تو اس سے کوئی کیفیت حاصل ہوتی ہے،نہ اس سے مذکورہ بالا صفات پیدا ہوتے ہیں۔

ایسا علم چاہے کتنا ہی حاصل ہوجائے اس سے کوئی فائدہ نہیں،یہ علم غیر نافع ہے جو انسان کے لیے وبالِ جان اور بڑی گمراہی وبربادی کا ذریعہ ہے۔

اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ اس علم سے پناہ مانگی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ. ''اے اللہ! میں، علم غیر نافع سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں''۔

ایسے ہی علم کے متعلق حدیث میں فرمایا: وَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ لَجَهْلاً. ''بعض علم جہالت ہے، یعنی علم ہوتے ہوئے جہالت ہے، روشنی ہوتے ہوئے اندھیرا ہے، اسی علم کی نسبت سورۂ جاثیہ میں فرمایا گیا:

اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ ، اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ. (سورة الجاثية)

''بھلا دیکھئے تو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا اور حاکم ٹھہرالیا، علم رکھنے کے باوجود خدا نے اس کو راہ سے بھٹکا دیا اور اس کے کان و دل پر مہر لگادی، اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، تو اب اس کو خدا کے بعد کوئی ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے''۔

آیتِ بالا میں چند اہم فوائد بتائے گئے ہیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ جس طرح بے علمی گمراہی کا سبب بنتی ہے، اسی طرح کبھی علم بھی گمراہی کا سبب ہوجاتا ہے اور جو گمراہی علم کی راہ سے آتی ہے، اس کا نتیجہ انتہائی خطرناک ہوتا ہے، یہ گمراہی تاریکی کی گمراہی نہیں ؛ بلکہ روشنی کی گمراہی ہوتی ہے۔ (ترجمان السنة)

استاذِ محترم ومکرم سیدی وسندی حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی دام اقبالہ، روحِ رواں دارالعلوم وقف شاہ بہلول، سہارنپور ایسے علم کے حاملین کو اپنی ایک خاص اصطلاح میں ''مولوی جاہل'' سے تعبیر فرماتے ہیں۔ (محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری)

## انسانی شرافت وبرتری کاراز:

اللہ تعالیٰ نے انسان کوتمام کائنات میں افضل واشرف بنایااور زمین میں اس کو اپنی خلافت کا تاج پہنایا،انسان کی اس افضلیت اور تکریم کا باعث اور اسے دیگر ذی شعور مخلوقات سے ممتاز کرنے والا جوہر''علم'' ہے ،اسی جوہرعلم کی بناء پر انسان کو یہ اعزاز بخشا گیا،ورنہ دیگراوصاف میں تو حیوانات بھی انسان کے شریک وسہیم ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں انسان علم ہی کی وجہ سے دوسرے حیوانات پرشرف رکھتا ہے نہ کہ قوت کی وجہ سے کہ قوت میں دوسرے جانور انسان سے بڑھے ہوئے ہیں اور نہ موٹاپے کی وجہ سے کہ ہاتھی موٹاپے میں زیادہ ہے اور نہ بہادری کی وجہ سے کہ درندہ انسان سے زیادہ بہادر ہوتا ہےاور نہ کھانے کی وجہ سے کہ کھانے میں بیل انسان سے بڑھ کر ہےاور نہ صحبت کی خواہش کی وجہ سے کہ چڑیا اس میں انسان سے آگے ہے،معلوم ہوا کہ صرف علم کی وجہ سے انسان یہ شرف رکھتا ہے،اور یہ علم صرف انسان ہی کو بخشا گیا۔

دنیا میں چار ذی شعور مخلوقات ہیں:انسان ،ملائکہ، جنات اور حیوانات ،ان میں انسان کے علاوہ کسی کو یہ علم عطانہیں کیا گیا،اگر ان میں سے کسی کو کسی قدر نصیب ہواتو انسان کے طفیل اوراس کے واسطے سے ہوا،اصل اس میں انسان ہی رہا۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء نہ ہوتے ،تو لوگ جانوروں کے مانند ہوتے ؛ کیوں کہ تعلیم اور علم ہی کے ذریعہ حدِّ بہیمیت سے نکل کر حدِّ انسانیت کی طرف آتے ہیں۔(تحفة المتعلمین)

چنانچہ اوّلین انسان حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں پر جو فضیلت عطا کی گئی ؛ حالانکہ طہر وتقدس، عصمت وعفاف اور عبادت وریاضت کیسی محبوب صفتیں ہیں ، کتنی مطلوب صفتیں ہیں ،فرشتے ان صفتوں سے بدرجۂ اتم متصف ہیں ،فرشتے اپنی جبلّت ہی میں نیک ہیں ،شر کا ارادہ بھی نہیں کر سکتے ؛لیکن اس کے باوجود فرشتوں جیسی برگزیدہ مخلوق پر ایک ایسی مخلوق کو فضیلت حاصل ہوگئی جس کی فطرت خیر کے ساتھ شر سے بھی آشنا ہے اور حکم دیا گیا کہ اس ظلوم وجہول مخلوق ،آدم (انسان ) کو ،سجدہ کرو ،تو اس فضیلت واعزاز کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ آدم کو ایک ایسی خصوصیت بخشی گئی ہے ،جس سے فرشتے محروم ہیں ، یہ خصوصیت تمام فضیلتوں پر بھاری اور آدم کو خلافتِ الٰہی کا حقدار بنانے والی ہے ،وہ خصوصیت کیا ہے؟ علم ! **وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.** (جامع بیان العلم)

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب بادشاہِ مصر نے قید کیا ،اور کئی سال جیل میں رہے ،پھر یکا یک جو حالات پلٹے اور اس قدر آپ کا اعزاز واکرام ہوا کہ شاہِ مصر آپ کے فضل وکمال کا معترف ہوا اور آپؑ کا معتقد ہوا ،شاہی خزانے آپ کے سپرد ہوئے ،آپ کو جیل خانہ سے نکال کر مسند شاہی پر بٹھایا گیا ،گیارہ بھائی اور والدین نے آپ کو تعظیمی سجدہ کیا....غور کیجیے ، یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کونسی چیز اس کی محرک بنی؟ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اسی علم کا ثمرہ اور نتیجہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام علم ''تعبیر خواب'' سے واقف اور اس کے خوب ماہر تھے ،اور بادشاہ کو اس کے خواب کی ایسی سچی اور دل لگتی تعبیر دی کہ بادشاہ بھی آپ کے علم وفضل کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مشہور خطبے میں ارشاد فرمایا:

’’آدمی اپنے علم و ہنر سے ہی آدمی ہے، آدمی کا رتبہ اتنا ہی ہے، جتنا اس کا علم ہے ،لہٰذا علم میں گفتگو کرو تا کہ تمہارے رتبے ظاہر ہوں‘‘۔

زید بن اسلمؒ سے آیت ”وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ“ کی تفسیر میں مروی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مرتبوں میں کمی وبیشی ان کے علم کے لحاظ سے ہے۔

علامہ ابوعمر وابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التَّمْثِيْلِ اَكْفَاءُ　　　اَبُوْهُمْ آدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ

نَفْسٌ كَنَفْسٍ وَاَرْوَاحٌ مَشَاكَلَةٌ　　　وَاَعْظُمٌ خُلِقَتْ فِيْهِمْ وَاَعْضَاءُ

مَاالْفَضْلُ اِلَّا لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ　　　عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى اَدِلَّاءُ

یعنی صورت کے لحاظ سے تمام آدمی یکساں ہیں، باپ آدم اور ماں حواء ہیں، سب میں ایک ہی قسم کی جان ہے، روحیں بھی مشابہ ہیں، سب میں ہڈیاں ہیں اور اعضاء ہیں، ہاں! فضیلت ہے، تو صرف اہل علم کو ہے، وہی طالبانِ ہدایت کے راہ نما ہیں۔

## علم کی عظمت اور اس کا مقام:

اسلام نے دنیا میں قدم رکھتے ہی جو پہلا اعلان کیا وہ کیا تھا؟ ایک سے زیادہ اعلان ہو سکتے تھے، توحید کا اعلان، رسالت کا اعلان، عبادتِ الٰہی کا اعلان، مکارمِ اخلاق کا اعلان، انسانی حقوق کا اعلان، مگر اسلام کے اولین اعلان میں اس قسم کی کوئی بات نہ تھی، پھر اسلام کا اولین اعلان کیا تھا؟ محض علم کی برتری اور ضرورت کا اعلان تھا، اس لیے کہ اسلام

کے پہلے اعلان کا پہلا لفظ جو دنیا نے سنا وہ "اقرأ" تھا۔(جامع بیان العلم:....)

نبی اکرم ﷺ کے مقاصدِ بعثت جن آیتوں میں بیان کیے گئے ہیں، ان میں بھی اسی علم وتعلیم کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا: "یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" اس میں تین مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ایک تلاوت آیات قرآن، یعنی قرآن پڑھ کر اُمت کو سنانا، دوسرے ان کو ظاہری وباطنی ہر طرح کی گندگی اور نجاست سے پاک کرنا، تیسرے کتاب وحکمت کی تعلیم دینا۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں نبوت سے افضل کوئی چیز کسی کو عطا نہیں کی گئی، اور نبوت کے بعد علم وفقہ سے افضل کوئی چیز کسی کو عطا نہیں ہوئی۔

(تذکرة السامع و المتکلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار میں گئے، وہاں لوگوں کو اپنی تجارتوں میں اور خرید وفروخت میں مشغول پایا، تو فرمایا: تم لوگ یہاں ایسی چیزوں میں مشغول ہو، حالانکہ مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہورہی ہے، یہ سن کر لوگ جلدی سے مسجد میں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم اور ذکر ومذاکرہ کے حلقے لگے ہوئے ہیں اور علمی مجلسیں قائم ہیں، تو انہوں نے کہا: ابوہریرہ! میراث کہاں ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی حضور اقدس ﷺ کی میراث ہے، جو آپ کے ورثہ میں تقسیم ہورہی ہے، اور حضور اقدس ﷺ کی میراث تمہاری دنیوی میراث نہیں ہے۔

(الترغیب و الترهیب:.....)

کسی نے خوب کہا ہے:

اَلْعِلْمُ فِيْهِ حَيَاةٌ لِلْقُلُوْبِ كَمَاتَحْيَاالْبِلَادُ اِذَامَامَسَّهَاالْمَطَرُ

وَالْعِلْمُ يَجْلُواالْعَمٰى عَنْ قَلْبِ صَاحِبِهٖ كَمَايُجْلِيْ سَوَادَالظُّلْمَةِ الْقَمَرُ

یعنی دلوں کے لیے علم اسی طرح زندگی ہے، جس طرح مینہ سے زمین زندہ ہو جاتی ہے، علم کورے پن (اندھے پن) کو دل سے اسی طرح زائل کر دیتا ہے، جس طرح چاند سخت اور گھپ اندھیرے کو۔

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم وحکمت عزت دار آدمی کو اور زیادہ عزت بخشتا ہے اور غلام کو بلند کرتے کرتے بادشاہوں کے تخت پر بٹھا دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم مال سے سات طریقوں سے افضل ہے ۔(۱) علم میراثِ انبیاء ہے اور مال میراثِ فراعنہ ہے۔(۲) علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔(۳) مال محافظ کا محتاج ہے اور علم خود صاحبِ علم کی حفاظت کرتا ہے۔(۴) آدمی کے مرنے کے بعد مال پیچھے رہ جاتا ہے اور علم قبر میں بھی ساتھ جاتا ہے۔(۵) مال مؤمن وکافر دونوں کو ملتا ہے اور حقیقی علم صرف مؤمن ہی کو حاصل ہوتا ہے۔(۶) دین کے معاملات میں سبھی لوگ عالم کے محتاج ہیں اور مال والے کا ہر شخص محتاج نہیں۔(۷) علم آدمی کو پل صراط پر گذرنے میں قوت بخشے گا اور مال بوجھل بنا دے گا۔

قوم عمالقہ سے جہاد کے لیے بنی اسرائیل کے اندر طالوت کو حکمراں اور بادشاہ بنایا گیا اور وجہِ فضیلت اور سببِ بادشاہت علم اور جسمانی قوت کو بیان کیا، پس فرمایا: ”وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ“ علم کو جسمانی قوت سے پہلے ذکر کیا۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے کہا:

**قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ.** (سورۂ یوسف:۵۵)

’’کہا کہ ملکی خزانے پر مجھے لگا دیجیے؛ کیوں کہ میں حفاظت کروں گا اور میں جانکار ہوں‘‘۔

آپ نے یہ نہیں فرمایا ”**اِنِّیۡ حَسِیۡبٌ نَسِیۡبٌ ،اِنِّیۡ مَلِیۡحٌ جَمِیۡلٌ**“ میں حسب ونسب والا ہوں، میں صبیح و ملیح ہوں؛ بلکہ تذکرہ کیا تو اپنی علمی قابلیت کا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ملک اور حکومت کو مانگا اور اس طرح درخواست کی:

**رَبِّ هَبۡ لِیۡ مُلۡکًا لَّایَنۡبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡ بَعۡدِیۡ.** (سورۂ ص:۳۵)

’’اے پروردگار! مجھے ایسی حکومت دے کہ میرے بعد کسی کے شایانِ شان نہ ہو‘‘۔

چنانچہ بارگاہِ قدوس میں یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کو ایسی عظیم بادشاہت ملی کہ جناتوں، دریاؤں، ہواؤں اور ہر قسم کے جانداروں پر حکومت کی، اس کے باوجود آپ نے اس حکومت پر فخر نہیں کیا؛ بلکہ حکومت کے مقابلہ میں آپ نے علم کو بڑی نعمت سمجھا، پس فرمایا: ”**یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَاُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ**“ اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی سمجھنے کی تعلیم دی گئی اور ہم کو (سامانِ سلطنت سے متعلق) ہر چیز دی گئی۔

## سب سے زیادہ معزز اور مرتبے والا کون ہے؟

خلیفہ مامون کے دو فرزند امام فراء نحویؒ سے تعلیم پاتے تھے، ایک بار امام فراء مجلس سے اُٹھے، تو دونوں شہزادے جوتیاں سیدھی کرنے دوڑے، مگر دونوں کے ایک ساتھ پہنچنے پر جھگڑا ہو گیا کہ کون جوتیاں اٹھا کر لائے؟ یہاں تک دونوں ایک ایک جوتی اُٹھانے پر رضامند

ہو گئے، تا کہ دونوں کو استاذ کی خدمت کا شرف ملے، خلیفہ مامون کو اس کی اطلاع ہو گئی، تو اس نے امام فراء کو دربار میں بلایا اور پوچھا کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ معزز اور مرتبے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین سے زیادہ معزز کون ہوسکتا ہے، تو مامون نے کہا: نہیں؛ بلکہ وہ شخص جس کے مجلس سے اُٹھنے پر اس کی جوتیاں سیدھی کرنے کو امیر المؤمنین کے لختِ جگر بھی جھگڑا کریں۔(اخلاق العلماء)

## زمین پر کوئی چیز علماء کی مجلس سے بہتر پیدا نہیں کی گئی:

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بندہ بعض مرتبہ گھر سے نکلتا ہے اور اس پر گناہوں کے پہاڑ ہوتے ہیں اور کسی مجلس میں علم کی بات سنتا ہے اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کر لیتا ہے، تو اپنے گھر کی طرف اس حال میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا؛ لہٰذا علماء کی مجلس سے الگ مت رہو، اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز زمین پر علماء کی مجلس سے بہتر پیدا نہیں کی۔(اسلاف کی طالب علمانہ زندگی:۲۷)

## لوگوں کو علم سکھلانا جنت میں محل بنانا ہے:

حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے جنازے اور نماز میں شرکت نہ کر سکنے پر عمر بھر افسوس کرتے رہے، ان کے کثرتِ افسوس کو دیکھ کر کسی نے کہا: ابو یوسف تو بادشاہ کے ندیموں میں سے تھے، دنیادار تھے، آپ ان پر اتنا افسوس کیوں فرماتے ہیں؟ تو فرمایا: میں نے کل رات خواب دیکھا، گویا میں جنت میں داخل ہوا، پس میں نے ایک محل دیکھا، تو میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ بتایا: امام ابو یوسف کا ہے، میں نے کہا سبحان اللہ! انہیں یہ کیسے ملا؟ جواب ملا کہ لوگوں کو علم سکھلانے اور ایذا رسانیوں پر صبر کرنے کی وجہ سے۔(مفتاح السعادۃ)

## علم دین کو محض اللہ کی خوشنودی کے لیے حاصل کرنا چاہیے:

درسگاہِ نبوت کے ممتاز ترین طالب علم، سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ علم جس سے اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہی جاتی ہے (یعنی دین اور کتاب وسنت کا علم) اگر اس کو کوئی شخص دنیا کی دولت کمانے کے لیے حاصل کرے، تو وہ قیامت میں جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

(مسند أحمد، سنن ابی داوٗد، سنن ابن ماجة)

## علم کو رضائے الٰہی کے علاوہ کسی اور غرض سے حاصل کرنا:

اور ایک روایت میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے علم دین اللہ کی رضا کے لیے نہیں؛ بلکہ غیر اللہ کے لیے (یعنی اپنی دنیوی اور نفسانی اغراض کے لیے) حاصل کیا، وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔ (جامع الترمذی)

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کسی حال میں یہ پسند نہ کرتے تھے کہ علماء دُنیا سے محبت کرنے لگیں، کیوں کہ ان کے خیال میں علماء کے لیے دُنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمال کے چہرے کا بدنما داغ ہے، اور جو عالم دنیا کی محبت میں گرفتار رہتا ہے، وہ دین کا چور ہے، اور فرمایا کہ جو سستی اور غفلت اُمورِ شرعی میں واقع ہوتی ہے وہ ان برے عالموں کی کم بختی اور ان کی نیتوں کے بگڑ جانے کے باعث ہوتی ہے۔ (تاریخ ہند: ۱٤۲)

لہٰذا علماء اور طلباء کو چاہیے کہ وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر علم دین حاصل کریں، اور علمی سرگرمیوں میں پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ لگے رہیں۔

## علم پر عمل نہ کرنا موجبِ ہلاکت ہے:

احادیث میں بے عمل، عالم کے لیے بھی بڑی سخت وعیدیں مروی ہیں؛ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اُس عالم کو ہوگا جس کو اس کے علم سے نفع نہیں پہنچا۔ (یعنی اس سے اپنی عملی زندگی کو علم کے تابع نہیں بنایا)۔ (مسند ابی داوٗد، شعب الایمان، سنن سعید بن منصور)

## علماء کو علم سے محروم کرنے والے اسباب:

جب کوئی عالم دین دنیا کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اس کا علم ضائع ہو جاتا ہے، اور علم کی برکتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت کعب احبارؒ سے ہوئی، تو عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ علم والے کون ہیں؟

حضرت کعبؒ نے جواب دیا: علم والے لوگ وہ ہیں جو اپنے علم کے مطابق عمل کرنے والے ہیں۔

پھر عبداللہ ابن سلامؓ نے پوچھا کہ جاننے اور پہچاننے کے باوجود کیا بات علماء کو ان کے علم سے محروم کر دیتی ہے؟

حضرت کعبؒ نے جواب دیا: لالچ، حرص، اور لوگوں سے اپنی ضرورتیں وابستہ کرنے سے علم رخصت ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق فرمائی۔

مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ تمہارے دل میں جتنی دنیا کی محبت ہوگی، اسی کے بقدر آخرت کے اعمال کی حلاوت دل سے نکل جائے گی۔ (جامع العلوم والحکم: ۳۳۸،

اللہ والوں کی مقبولیت کاراز:۸۱،نایاب موتی :۲۰۹/۱)

## علماء کی شان:

مشہور مؤرخ اور مفسر حافظ ابن کثیر دمشقیؒ (متوفی:۷۷۴ھ) نے حضرت وہب بن منبّہ کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بڑے متدین عالم کو ایسے بادشاہ کے رُوبہ رُو پیش کیا گیا، جو لوگوں کو خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کیا کرتا تھا، جب وہ عالم بزرگ بادشاہ کے قریب پہنچے تو وہاں پولیس کے ایک افسر نے چپکے سے ان عالم صاحب سے کہا کہ آپ ایسا کریں کہ اپنے ہاتھ سے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے مجھے دیدیں، جب بادشاہ آپ سے خنزیر کھانے کو کہے گا، تو میں خنزیر کے گوشت کے بجائے یہی بکری کا حلال گوشت آپ کے سامنے رکھوادوں گا، آپ تو حلال ہی گوشت کھائیں گے، جب کہ بادشاہ اور دیکھنے والے لوگ اس مغالطہ میں رہیں گے کہ آپ خنزیر کا گوشت کھا رہے ہیں، اس طرح آپ حرام سے بچ جائیں گے، اور آپ کی جان بخشی بھی ہو جائے گی۔

چنانچہ ان عالم صاحب نے بکری کا بچہ ذبح کروا کر پولیس افسر کو دیدیا، پولیس افسر نے حسبِ وعدہ وہ بچہ شاہی خانساموں کے حوالے کر دیا، اور انہیں تاکید کر دی کہ جب بادشاہ ان عالم صاحب کو خنزیر کا گوشت پیش کرنے کا حکم دے تو ان کے سامنے اس بکری کے بچہ کے گوشت کو رکھ دینا، اس کے بعد لوگ بہت بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ اگر ان عالم صاحب نے خنزیر کا گوشت کھالیا تو ہم بھی کھالیں گے اور اگر وہ رک گئے تو ہم بھی رُک جائیں گے، پھر بادشاہ آیا، اس نے اپنے کارندوں کو خنزیر کا گوشت لوگوں کے سامنے رکھنے کا حکم دیا۔

چنانچہ گوشت لایا گیا، اور خانسانوں نے عالم صاحب کے سامنے پولیس افسر کی ہدایت کے مطابق بکری کا حلال گوشت رکھا، اب یہ موقع بڑی نزاکت کا تھا، اللہ تعالیٰ نے عالم صاحب کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اگر چہ میں اس بکری کے گوشت کو کھا کر حرمت سے بچ جاؤں گا؛ لیکن لوگوں کو اصل حقیقت معلوم نہیں ہے، وہ تو یہی سمجھیں گے کہ میں خنزیر کا گوشت کھا رہا ہوں اور میرے اس عمل کی وجہ سے جتنے لوگ بھی اس حرام کام میں مبتلا ہوں گے، ان سب کا وبال قیامت میں میرے سر ہوگا؛ لہٰذا میں ایسا عمل ہرگز نہ کروں گا، خواہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور مجھے آگ میں جلا دیا جائے، اور انہوں نے بادشاہ سے وہ گوشت کھانے سے صاف انکار کر دیا، اس درمیان پولیس افسر سامنے سے بار بار اشارہ کرتا رہا کہ یہ تو بکری کا گوشت ہے، اسے آپ کھا لیجیے؛ لیکن آپ برابر انکار ہی کرتے رہے، بالآخر بادشاہ نے اسی پولیس افسر کو حکم دیا کہ انہیں لے جا کر قتل کر دیا جائے، جب وہ پولیس افسر آپ کو لے جانے لگا، تو اس نے پوچھا کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ نے وہ گوشت بھی نہیں کھایا جو خود ذبح کر کے مجھے دیا تھا؟ کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟

اس پر ان عالم صاحب نے جواب دیا کہ مجھے کامل یقین تھا کہ یہ گوشت میرے لیے حلال ہے؛ لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ لوگ ناواقفیت میں میری اقتداء کریں گے، اور وہ صرف یہی سمجھیں گے کہ میں نے خنزیر کا گوشت کھایا ہے اور بعد میں بھی یہی کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے یہ گوشت کھایا تھا، اور انہیں حقیقت معلوم نہ ہوگی، خلاصہ یہ ہے کہ ان عالم صاحب نے قتل ہونا گوارا کیا؛ لیکن دوسروں کا وبال اپنے سر لینا برداشت نہیں کیا، عالم کی یہی شان ہونی چاہیے کہ وہ تہمت کی چیزوں سے بچتا رہے، اس لیے کہ اس

کی غلطی کو بھی لوگ باعثِ تقلید سمجھ کر اس کی پیروی شروع کر دیتے ہیں۔

(دعوتِ فکر و عمل:۵۸)

## علم کا فائدہ لازوال ہے:

علم نحو میں ابن حاجب علیہ الرحمہ کی کتاب ''کافیہ'' کی لاثانی شرح ،شرحِ جامی وغیرہ کے حواشی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب علم کی فضیلت پر مشتمل مندرجہ ذیل اشعار تحریر کیے گئے ہیں:

رَضِینَا قِسۡمَۃَ الۡجَبَّارِ فِینَا　　　لَنَا عِلۡمٌ وَّ لِلۡاَعۡدَاءِ مَالٗ

فَاِنَّ الۡمَالَ یَفۡنٰی عَنۡ قَرِیۡبٍ　　　وَاِنَّ الۡعِلۡمَ یَبۡقٰی لَایَزَالٗ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ہم دل و جان سے خوش ہیں، کہ ہمارے لیے علم ہے اور ہمارے دشمنوں (جاہلوں یا دنیاداروں) کے لیے مال ہو؛ کیونکہ مال تو عنقریب ختم ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا''۔

کیونکہ علم نافع کے ذریعہ سے آدمی متقی، پرہیز گار بن جاتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ باقی رہتی ہے اور مرنے کے بعد بھی فنا نہیں ہوتی؛ چنانچہ علامہ شیخ ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:

اَلۡجَاهِلُوۡنَ فَمَوۡتٰی قَبۡلَ مَوۡتِهِمۡ　　　وَالۡعَالِمُوۡنَ وَاِنۡ مَاتُوۡا فَاَحۡیَاءُ

ترجمہ: جاہل تو موت سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور عالم موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔

شیخ الاسلام برہان الدین علیہ الرحمہ کے اشعار ہیں:

وَفِی الۡجَهۡلِ قَبۡلَ الۡمَوۡتِ مَوۡتٌ لِاَهۡلِهٖ　　　فَاَجۡسَامُهُمۡ قَبۡلَ الۡقُبُوۡرِ قُبُوۡرُ

ترجمہ: جاہل کی زندگی بھی گویا کہ موت ہے، ان کے جسم قبروں میں جانے سے پہلے ہی گویا کہ قبر ہیں، (روحوں کے لیے)۔

وَاِنَّ امْرَأً لَمْ یُحْیَ بِالْعِلْمِ مَیِّتٌ      فَلَیْسَ لَهُ حِیْنَ النُّشُوْرِ نُشُوْرُ

ترجمہ: اور جس شخص نے علم کی وجہ سے حیات نہیں پائی اس کا جینا بھی موت سے کچھ کم نہیں ہے، قیامت کے دن جب علماء قبروں سے اُٹھیں گے تو یہ آدمی علماء کے ساتھ نہیں ہوگا۔(تعليم المتعلم :۳۷)

کسی شاعر نے کہا ہے:

ذُو الْعِلْمِ حَیٌّ خَالِدٌ بَعْدَ مَوْتِهٖ      وَاَوْصَالُهٗ تَحْتَ التُّرَابِ رَمِیْمُ

ترجمہ: صاحبِ علم آدمی موت کے بعد بھی زندہ وباقی رہتا ہے۔اگرچہ موت کے بعد اس کے جسم کے ریزے ریزے ہوجاتے ہیں۔

وَذُو الْجَهْلِ مَیِّتٌ وَهُوَ یَمْشِیْ عَلَی الثَّرٰی      یُظَنُّ مِنَ الْاَحْیَاءِ وَهُوَ عَدِیْمُ

ترجمہ: اور جاہل مردہ ہے، اگرچہ وہ زمین پر چل رہا ہو، اور وہ اپنے کو زندوں میں سمجھتا ہے؛ لیکن وہ لاشئ محض ہے۔(تعليم المتعلم :۳۸)

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:

یَمُوْتُ قَوْمٌ فَیُحْیِی الْعِلْمُ ذِکْرَهَا      وَالْجَهْلُ یلحق احیاء بأموات

(المقدمة على كتاب "الشيخ عبد الفتاح أبو غدة فى ضوء تاليفاته و تحقيقاته":۲۴)

ترجمہ: بہت سی قومیں مردہ ہوجاتی ہیں، لیکن ان کا علم ان کے ذکر وتذکرہ کو زندہ رکھتا ہے، اور جہالت تو ایسی بلا ہے کہ جیتے جی ہی (جاہل شخص) مردوں (کی طرح ان) کی

فہرست میں شمار ہوتا ہے (یعنی جاہل شخص کا کون تذکرہ کرتا ہے؟)۔

ایک صاحبِ دل کہتا ہے:

حَیَاةُ الْقَلْبِ عِلْمٌ فَاغْتَنِمْهُ　　　وَمَوْتُ الْقَلْبِ جَهْلٌ فَاجْتَنِبْهُ

ترجمہ: زندہ دلی علم ہے، اس کو غنیمت سمجھو۔ اور مردہ دلی جہالت ہے، اس سے احتیاط کرو!

اور ایک صاحبِ دردوسوز کہتا ہے:

اَلْعِلْمُ تَاجٌ لِلْفَتٰی　　　وَالْعَقْلُ طَوْقٌ مِنْ ذَهَبٍ

وَالْعِلْمُ نُوْرٌ یَلْتَظِیْ　　　وَالْجَهْلُ نَارٌ تَلْتَهِبُ

ترجمہ: علم نوجوان کا تاج ہے اور عقل سونے کا طوق ہے۔ علم ایک روشنی ہے، جو پھیلتی ہے اور جہالت ایک آگ ہے جو بھڑکتی ہے۔

تعلیم المتعلم طریق التعلم میں شیخ الاسلام برہان الدین علیہ الرحمہ کی علم وعلماء کے فضائل پر ایک خوبصورت منقبت بھی ہے، افادۂ عام کی غرض سے اختصار کے پیش نظر ہم صرف اس کے ترجمہ ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ جس کے دل میں اصل عربی اشعار دیکھنے کا داعیہ ہو وہ مذکورہ کتاب حاصل کر کے دیکھ لے۔

یاد رکھو! علم تمام مرتبوں میں سب سے اونچا مرتبہ ہے، علم کے بغیر بلندی کا مرتبہ چلتا پھرتا (معمولی) بے ثبات (ناپائیدار) ہے۔ (یعنی جماعتوں کی سربراہی کی عزت علم کی عزت سے کم تر ہے)۔

اہلِ علم کی عزت دوچند ہوتی رہتی ہے، اور جاہل مرنے کے بعد مٹی کے نیچے ہوتا ہے۔

دور رہو! علماء کے مرتبہ کو وہ شخص بھی نہ پاسکا جو فوجیوں کے سربراہ اور ملک کے

بادشاہ کے مرتبے کو پہنچا۔

میں آپ سے علم کے بعض فضائل بیان کیے دیتا ہوں، غور سے سنو! تمام خوبیوں کے بیان سے میں عاجز ہوں۔

(علم) وہ نور ہی نور ہے جو تاریکیوں کو دور کر کے راہ دکھلاتا ہے۔ جاہل و نادان عرصۂ دراز تک سخت تاریکیوں میں رہتا ہے۔

علم ایک بلند چوٹی ہے جو اس شخص کی حفاظت کرتا ہے جس نے اس کی پناہ لی، وہ سختیوں میں اطمینان وسکون سے ہوتا ہے۔

علم ہی کے ذریعے نجات حاصل کی جاتی ہے، جبکہ لوگ اپنی غفلتوں میں ہوتے ہیں۔ اسی کے ذریعہ اُمید کی جاتی ہے جبکہ روح سینوں میں ہوتی ہے۔

حصولِ علم ہی کے ذریعے انسان اس شخص کی سفارش کرتا ہے جو گنہگار برے انجام جہنم کی تہ کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔

جس شخص نے حصولِ علم کا ارادہ کیا اس نے تمام مرتبوں کا ارادہ کیا اور جس شخص نے علم کا احاطہ کیا اس نے گویا تمام مقاصد کا احاطہ کر لیا۔

اے عقلمند! علم ہی سب سے اونچا منصب ہے، جب تم اس کو پالو گے تو دیگر تمام مناصب کے نہ حاصل ہونے کو ہیچ سمجھو!

اگر تم کو دنیا اور دنیا کا راغ وروغن حاصل نہ ہو، تو چشم پوشی کرو؛ کیونکہ علم بہترین عطیہ ہے۔ (تحفة المتعلم شرح تعليم المتعلم طريق التعلم: ١٠١-١٠٢)

ان اشعار کی دلنشین تشریح وتوضیح کے لیے ذوالمجد والکرم مفتی سعد مشتاق حصیری زید

مجدہؒ کی شرحِ تعلیم المتعلم بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ قرۃ العینین ثابت ہوگی۔

## علم کا شرف:

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق اکوڑوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ انسان کی شکل میں پیدا فرمایا، پھر طالبِ علم بنایا، علم کا خادم بنایا، اللہ نے ہمارے لیے پاک حالت، باوضو رہنے کی زندگی اور قرآن وحدیث سے وابستہ رہنے کے لمحات پسند فرمائے، یہ عزت بہت بڑی عزت ہے، اس شرف کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں پہنچ سکتی، یہ خوبیاں نہ صدارت میں ہیں، نہ وزارت میں، اور نہ جرنیلی میں، دنیا و مافیہا کی نعمتیں اس کے برابر نہیں پہنچ سکتیں۔ اور فرمایا کہ جب علم میں کمال آئے گا تو دُنیا خود تمہارے دروازے کھٹکھٹائے گی۔ (نایاب موتی: ۲۱۲)

## علم آدمی کا ہمیشہ رہنے والا بیٹا ہے:

حکماء کا قول ہے:

علم آدمی کا ہمیشہ رہنے والا بیٹا ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۱۸)

## علم رزق میں برکت کا ذریعہ ہے:

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے صبح کو چلتا ہے، فرشتے اس پر سایہ کرتے ہیں اور اس کے روزگار میں برکت ہوتی ہے، اس کے لیے رزق میں کمی نہیں ہوتی اور رزق اس کے لیے مبارک ہوتا ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۵۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص علم طلب کرنے کے لیے نکلتا ہے، اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو اس کے رزق کا ضامن بنادیتے ہیں۔

(جامع بيان العلم وفضله: ۱/ ٥٤)

## علم، اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے ابراہیم! میں علم والا ہوں اور ہر علم والے سے محبت کرتا ہوں۔

(جامع بيان العلم وفضله: ۱/ ٥٨)

## علم، دل میں چراغ کی طرح ہے:

حضرت داؤد علیہ السلام کی حکمتوں میں ہے کہ علم دل میں اس طرح ہے، جیسا کہ چراغ گھر میں ہوتا ہے۔ (جامع بيان العلم وفضله: ۱/ ۲۷)

## طلب علمی میں موت:

حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اس حال میں موت آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا تھا، تا کہ وہ علم حاصل کر کے دین اسلام کو زندہ کرے، تو اس کے اور نبیوں کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (جامع بيان العلم وفضله: ۱/ ٥٥)

علامہ ابن عابدین شامیؒ (صاحب ردالمحتار) لکھتے ہیں کہ جس شخص کی موت طالب علمی کے زمانے میں ہو، اسے شہادت کی موت نصیب ہوگی، اگر چہ علم کے ساتھ پورا انہماک نہ ہو، صرف کسی درجہ کا اشتغال ہو کہ ایک دن میں صرف ایک ہی درس لیتا ہو، تو وہ بھی اس فضیلت میں شامل ہے؛ چنانچہ فرمایا:

**ان كان له اشتغال به تاليفا او تدريسا او حضورا فيما يظهر ولو كل يوم درسا وليس المراد الانهماك.** (ردالمحتار)

یعنی علم کے ساتھ اشتغال کا مفہوم یہ ہے کہ خواہ تالیف کا سلسلہ ہو یا تدریس کا یا صرف کسی درس میں شامل ہوتا ہو اگر چہ دن بھر میں ایک ہی درس ہو، یعنی انہماک مراد نہیں۔(کشکولِ معرفت)

مگر ساتھ ہی ساتھ وہ حدیثِ پاک بھی ذہن میں رہے جو علامہ زرنوجی علیہ الرحمہ نے "**فصل فی الورع في حالة التعلم**" میں ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص زمانۂ طالبِ علمی میں پرہیز و احتیاط نہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے کسی ایک میں مبتلا کر دیتے ہیں: یا تو اس کو جوانی میں موت دیتے ہیں، یا گاؤں میں ڈال دیتے ہیں، یا اس کو بادشاہ کی خدمت میں مشغول کر (کے ذلیل کر) دیتے ہیں۔(تعلیم المتعلم طریق التعلم :.....)

## عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طالب علم کو مبارکبادی:

صحابیِ جلیل سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ علم حاصل کرنے والے جوانوں کو دیکھتے، تو فرماتے: حکمت کے چشمو، اندھیرے کے چراغو، پرانے کپڑے والے، ترو تازہ دل والے، پابند رہنے والے، ہر قبیلہ کی خوشبوؤں کو خوش آمدید ہو۔(جامع بیان العلم و فضلہ: ١/ ٦٢۔١٥٣)

## علم خوش نصیبوں کو دیا جاتا ہے:

مشہور صحابی سیدنا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ علم خوش نصیبوں کو دیا جاتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔(جامع بیان العلم و فضلہ: ١/ ٦٨)

علامہ زمخشری علیہ الرحمہ کے خوبصورت اشعار ہیں:

اَلْعِلْمُ لِلرَّحْمٰنِ جَلَّ جَلَالُهُ          وَسِوَاهُ فِي جَهَلَاتِهِ يَتَقَمْقَمُ

مَا لِلْعُلُوْمِ وَلِلتُّرَابِ وَاِنَّمَا          يَحْيَى لِيَعْلَمَ اَنَّهُ لَايَعْلَمُ

(فقه أهل العراق وحديثهم:١٠١)

الغرض مسلم وہی شخص ہے جس نے دین اسلام قبول کیا اور طے کیا کہ میں اسلامی تعلیم وتربیت اور ہدایت کے مطابق زندگی گزاروں گا اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ وہ اسلام کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرے اس لیے ہر مؤمن ومسلم پر فرض؛ بلکہ پہلا فرض ہے کہ وہ بقدرِ ضرورت اسلام کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور خوش نصیب طبقہ جملہ علومِ دینیہ کو حاصل کر کے مذکورہ فضائل ومحامد سے اپنی جھولیاں بھرے۔

# علم اور اہل علم کی فضیلت پر

## مزید چالیس حدیثیں

علم واہل علم کے فضائل ومناقب پر مشتمل مذکورہ بالا احادیث پاک کے علاوہ علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہانپوری علیہ الرحمہ (متوفی ۹۷۵ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "کَنْزُ الْعُمَّال" کی دسویں جلد میں علم دین، اور اہل علم حضرات کے فضائل پر بے شمار حدیثیں درج کی ہیں، ہم ان میں سے چالیس احادیث کے ترجمہ کا ذخیرہ مع حوالہ جات وذکرِ رُواۃ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور بے شک علم حاصل کرنے والوں کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے، حتی کہ مچھلیاں سمندر میں ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ (جامع بیان العلم وفضلہ)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک گھڑی علم کی طلب وتلاش کرنا، پوری رات قیام کرنے سے بہتر ہے اور ایک دن علم کی تلاش وطلب کرنا تین ماہ کے روزوں سے بہتر ہے۔ (مسند الفردوس للدیلمی)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم، اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے اور جس نے علم سیکھا (تو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کا اجر وثواب پورا کرے گا اور جو (علم) سیکھ کر (اس پر) عمل کرے گا (تو)

اسے (وہ) سکھائے گا جو وہ نہیں جانتا۔(رواہ ابو الشیخ)

(۴) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: علم، میری اور مجھ سے پہلے انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام) کی میراث ہے۔

(مسند الفردوس للديلمي)

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: عالم زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔(جامع بيان العلم وفضله)

(۶) راویٔ اسلام سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: عالم، علم اور عمل جنت میں ہیں، پس جب عالم اس (علم) پر عمل نہیں کرے گا، جسے وہ جانتا ہے (تو) علم اور عمل جنت میں ہوں گے اور عالم (جہنم کی) آگ میں ہوگا۔(مسند الفردوس)

(۷) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: علماء، انبیاء کرام (علیہم السلام) کے جانشین ہیں، آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور مچھلیاں سمندر میں قیامت تک ان کے لیے دعائے استغفار کرتی ہیں، جب وہ فوت ہوجاتے ہیں۔(رواہ ابن النجار)

(۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جب تم جنت کے باغات سے گزرو تو کچھ چرلیا کرو، کسی نے عرض کیا: جنت کے باغات کیا ہیں؟ ارشادفرمایا: علم کی مجالس۔(المعجم الكبير للطبراني)

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا

: جوایسا راستہ چلے (سفر کرے) جس میں وہ علم کی طلب کرے (تو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔ (سنن الترمذی)

(۱۰) حضرت سنجِبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے علم کی طلب و تلاش کی، (تو) وہ تلاش گذشتہ گناہوں کے لیے کفارہ ہوگی۔ (سنن الترمذی)

(۱۱) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے علم کی تلاش کی (یعنی علم حاصل کرنے کے لیے نکلا) تو وہ اللہ کے راستے میں ہے، یہاں تک کہ وہ واپس لوٹے۔ (حلیة الأولیاء)

(۱۲) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے (کسی کو) علم سکھایا تو اس کے لیے اس کا اجر و ثواب ہے، جو اس پر عمل کرے (اور) عمل کرنے والے کے اجر و ثواب میں (بھی) کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (سنن ابن ماجة)

(۱۳) حضرت ابوہریرہ، حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے دین میں فقیہ اور علم شریعت کا ماہر بنا دیتے ہیں۔ (مسند احمد، سنن الترمذی، سنن ابن ماجة)

(۱۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح و شام جائے اس حال میں کہ وہ اپنا دین سکھانے میں (مصروف) ہو، تو وہ جنت میں ہے۔ (حلیة الاولیاء)

(۱۵) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے ارشاد فرمایا: طالب علم کے (ادب واحترام) کے لیے فرشتے اپنے پروں کو رکھ دیتے ہیں (یعنی پرواز بند کر کے ادباً کھڑے ہو جاتے ہیں) اس چیز کی رضا کے لیے جو وہ طلب کر رہا ہے۔ (تاريخ ابن عساكر)

(۱۶) حضرت حسان بن سنان علیہ الرحمہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم کا متلاشی (تلاش وطلب کرنے والا) جاہلوں کے درمیان ایسا ہے، جیسا مُردوں کے درمیان زندہ۔ (رواه العسكري في الصحابة، وابو موسى في الذيل)

(۱۷) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو صبح کر اس حال میں کہ عالم ہو یا متعلم یا دھیان سے (دین کی باتیں) سننے والا یا محبت کرنے والا (عالم دین سے علم کی وجہ سے) اور تو پانچواں نہ ہونا (یعنی علم اور اہل علم سے بغض ودشمنی رکھنے والا) ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ (مسندُ البزار، المعجم الأوسط للطبراني)

(۱۸) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے حتی کہ چیونٹی اپنے بِل میں اور مچھلی سمندر میں لوگوں کو بھلائی (کی باتیں) سکھانے والے (عالم شخص) کے لیے استغفار کرتی ہیں۔ (رواه الطبراني في الكبير، والضياء المقدسي في فضائل الاعمال)

(۱۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس دل میں حکمت ودانائی سے کچھ نہ ہو، وہ ویران گھر کی طرح ہے، پس تم سیکھو اور سکھاؤ اور (دین میں) سمجھ حاصل کرو اور جاہلوں کی موت مت مرو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ لاعلمی کا عذر قبول نہیں فرماتے۔ (رواه ابن السني)

(۲۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: علماء کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے۔(مسند الفردوس)

(۲۱) حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: عالم کی دو رکعت (نماز پڑھنا) غیر عالم کی ستر رکعت (نماز پڑھنے) سے افضل ہے۔(رواہ ابن النجار)

(۲۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: مؤمن عالم کو مؤمن عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے۔(جامع بیان العلم وفضلہ)

(۲۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: تھوڑا عمل (بھی) علم کے ساتھ نفع دیتا ہے اور زیادہ عمل جہالت کے ساتھ فائدہ نہیں دیتا۔(مسند الفردوس)

(۲۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: ہر چیز کے لیے ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔(رواہ الدیلمی فی المسند)

(۲۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جس نے میری اُمت کو ایک حدیث پہنچائی، تاکہ اس کے ذریعہ سنت کو قائم کیا جائے یا بدعت کو ختم کیا جائے، تو وہ جنت میں ہے۔(حلیۃ الأولیاء)

(۲۶) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے قدم اُٹھائے، اس کے قدم اُٹھانے سے پہلے اس کے (گناہوں کو) معاف کردیا جاتا ہے۔(رواہ الشیرازی)

(۲۷) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میری اُمت کے نفع کیلئے اُن کے دینی اُمور سے متعلق چالیس (۴۰) احادیث (لکھ کر یا یاد کر کے) محفوظ کیں، اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ (عالم) اُٹھائے گا، اور میں قیامت کے دن اس کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گے۔ (مشکوۃُ المصابیح، شعب الایمان، حلیۃ الاولیاء، جامع بیان العلم، معجم ابن عساکر).

(۲۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کتاب اللہ (قرآن مجید) کی ایک آیت یا علم (دین) کا ایک باب سکھایا، تو اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کا اجر وثواب بڑھائے گا۔ (رواہ ابن عساکر)

(۲۹) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فقہ کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم وواجب ہے۔

(رواہ الحاکم فی التاریخ)

(۳۰) حضرت ابان سیدنا حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے علم کا ایک باب حاصل کیا، تاکہ اس کے ذریعہ اپنے نفس کی اصلاح کرے یا اپنے بعد والے کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ریگستان کی ریت کے برابر اجر لکھتا ہے۔ (رواہ ابن عساکر)

(۳۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو علم کی طلب میں ہے (تو) جنت اس کی طلب میں ہے اور جو معصیت کی طلب میں ہے (تو جہنم کی) آگ اس کی طلب میں ہے۔ (رواہ ابن النجار)

(۳۲) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تو علم کا ایک باب سیکھے گا (تو وہ) تیرے لیے ہزار رکعت مقبول نفلی نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور جب تو وہ علم لوگوں کو سکھائے گا، اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے تو وہ تیرے لیے ہزار رکعت مقبول نفلی نماز سے بہتر ہے۔ (مسند الفردوس)

(۳۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دو حدیثیں سیکھیں، اور وہ ان کے ذریعہ اپنی جان کو نفع پہنچاتا ہے (یعنی ان پر عمل کرتا ہے) یا اپنے علاوہ کسی کو دو حدیثیں سکھاتا ہے اور وہ اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے تو یہ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (رواہ الدیلمی فی المسند)

(۳۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک لفظ (کلمہ) یا دو تین یا چار یا پانچ الفاظ (کلمے) اس چیز کے سیکھے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے فرض کیا، پھر ان کا علم رکھا اور انہیں سکھایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ ابن النجار)

(۳۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم علم سیکھو تو لوگوں کو سکھاؤ اور جب تم فرائض سیکھو تو اور لوگوں کو سکھاؤ۔

(رواہ الدارقطنی)

(۳۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں ہے کوئی شخص مگر اس کے دروازے پر دو فرشتے ہوتے ہیں، پس جب وہ اپنے گھر سے نکلتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں (اے شخص!) صبح کر اس حال میں کہ تو عالم

یا متعلم ہو اور تو تیسرا نہ ہو (یعنی ان سے بغض وعناد رکھنے والا نہ ہو)۔(حلیة الاولیاء)

(۳۷) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! تو علماء کی مجالس کو لازم کر اور حکماء کا کلام غور سے سن؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو حکمت کے نور سے زندہ کرتا ہے، جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار بارش کے ذریعے زندہ کرتا ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، و سندہ ضعیف)

(۳۸) حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک افضل ہدیہ یا افضل عطیۂ کلام حکمت کا کلمہ ہے، بندہ اسے سنتا ہے، پھر اسے سیکھتا ہے، اس کے بعد اسے اپنے بھائی کو سکھاتا ہے، تو یہ اس کے لیے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(رواہ ابن عساکر)

(۳۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حکمت کی بات جسے آدمی سنتا ہے وہ اس کے لیے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور علمی مذاکرہ کے وقت ایک ساعت کے لیے بیٹھنا ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔(مسند الفردوس)

(۴۰) راویٔ اسلام سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کے لیے ایک ستون ہے اور اسلام کا ستون دین میں تفقہ (سمجھ پیدا کرنا) ہے، اور ضرور ایک فقیہ (احکامِ شرعیہ کا تفصیلی علم رکھنے والا) شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔(رواہ ابن عدی فی الکامل)

# تعلیم کی اہمیت پر ایک پُر مغز وعظ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں ،وہ مادرِ علمی از ہر ہند دار العلوم /دیو بند کے نصف صدی تک صدرو مہتمم رہے ،انہوں نے اپنے دور میں دار العلوم کو ترقی وشہرت کے بام عروج تک پہنچایا،ان کا دور دار العلوم /دیو بند کا سنہری دور کہلاتا ہے۔اس دور میں دار العلوم کا فیض ہندوستان کے کونے کونے سے لے کر دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلا اور اس دور میں دار العلوم سے نکلنے والے رجال کار نے ایک عالم کو سیراب کیا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ ایک با کمال عالم دین ،ایک مدبر رہنما و منتظم اور خود اپنی ذات میں ایک انجمن تھے،اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرے اوصاف کے ساتھ ساتھ قوت بیان کا وصف بھی عطا فرمایا تھا۔وہ ایک شیریں بیان خطیب وواعظ اور دل کی گہرائیوں تک اپنی آواز اتارنے والے مبلغ وداعی تھے،وہ دھیمے اور سبک رفتار اسلوب میں سچائیوں اور صداقتوں کے دریا بہاتے اور اور دلوں کے خشک کھیتوں کو سیراب کرتے چلے جاتے۔

حق جل مجدہٗ اپنے نیک بندوں کے آثار وخدمات کی حفاظت کے لیے لوگوں کو مسخر کر دیتے ہیں اور وہ ان آثار وخدمات کی حفاظت کے لیے اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو وقف کر دیتے ہیں۔

دار العلوم /دیو بند کے مدیر و مہتمم ہونے کی حیثیت سے حضرت حکیم الاسلام کو دنیا کے مختلف خطوں میں جانے اور وہاں دین اسلام کی دعوت وتبلیغ کی صدا لگانے کا موقع ملا،ان

کے یہ خطبات ومواعظ کہیں قلم وقرطاس کے ذریعے اور کہیں ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے محفوظ ہوتے رہے۔ جس کا کرشمہ ''خطباتِ حکیم الاسلام'' کی بارہ جلدیں ہیں، سردست وعظ حضرت حکیم الاسلامؒ کا وہ پُرحکم خطاب ہے، جو آپ نے ۱۳۸۳ھ میں جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی مسجد میں تعلیم کی اہمیت پر بیان فرمایا تھا، جس کو محدثِ شہیر، عالم نبیل، حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہریؒ سابق شیخ الحدیث جامع الہدیٰ، مراد آباد نے دورانِ وعظ ہی قلمبند کرلیا تھا۔ احقر نے جدید کتابت ومفید اضافات کے ساتھ اس کو وعظ کو مستقل بھی شائع کیا ہے، افادۂ عام کی غرض سے یہاں بھی ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

## آغازِ وعظ:

خطبۂ مسنونہ کے بعد! فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِقْرَأْبِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ.

بزرگانِ محترم! یہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے جو اس وقت میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔ یہ آیت سب سے پہلی آیت ہے جو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی، اس آیت میں حق تعالیٰ نے تعلیم کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے، حق تعالیٰ کو جتنا تعلیم کا اہتمام اور اس کی اہمیت ہے اتنی اہمیت کسی کو نہیں اور نہ حق تعالیٰ کو اتنی اہمیت اور کسی چیز کی ہے، یعنی حق تعالیٰ کے نزدیک سب سے پہلے تعلیم ہے، دوسری چیزیں اس کے بعد ہیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ابتداءً تعلیم کا بندوبست کیا نہ کھانے اور پینے کا بندوبست کیا نہ نکاح اور لباس ومکان کا ان سب چیزوں کا انتظام علم کے بعد کیا۔

## تعلیم آدم ومیدان امتحان:

فرمایا: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور سکھلائے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام، اس کے بعد آدم علیہ السلام کو امتحان اور مقابلے کے لیے فرشتوں پر پیش کیا، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تھا تو فرشتوں پر اس کا اظہار کیا تھا کہ میں زمین میں ایک اپنا خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں، تو فرشتوں کو یہ خلجان واقع ہو گیا تھا کہ خلافت کے مستحق تو ہم ہیں یہ انسان تو دنیا میں خوں ریزیاں کرے گا اور فساد پھیلائے گا، کفر اختیار کرے گا اور قسم قسم کی نافرمانیاں کرے گا، ہم لوگ گناہوں اور نافرمانیوں سے مبرا اور پاک ہیں، ہر وقت اس کے فرمان کی بجا آوری میں مصروف ہیں، لہٰذا ہم بہ نسبت آدم کے، خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ نے آدم کی فضیلت اور برتری ظاہری فرمانے کے لیے آدم علیہ السلام کو تعلیم دے کر فرشتوں پر مقابلہ اور امتحان کے لیے پیش فرمایا۔

تعلیم یہ تھی کہ چیزوں کے نام سکھلا دیے۔ یہی تعلیم کا ابتدائی درجہ ہے کہ چیزوں کے نام بتلائے جاتے ہیں، بچہ کو آپ بھی پہلے چیزوں کے ناموں کی تعلیم دیتے ہیں، یہ لوٹا ہے یہ پیالہ ہے یہ گھڑا ہے یہ گھر ہے یہ مسجد ہے۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ اگر تم اپنے اس خلجان اور خیال میں سچے ہو تو چیزوں کے نام بتلاؤ، قَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ.

فرشتے نہ بتلا سکے، عاجز رہ گئے؛ کیونکہ فرشتوں کو تو انہیں چیزوں کا علم تھا جن چیزوں کی خدمات پر وہ مامور تھے، مثلاً جن فرشتوں کو باری تعالیٰ نے بارش برسانے پر مامور فرمایا ہے وہ بادل، بجلی اور پانی کے نام جانتے ہیں، دنیا کی اور چیزوں سے انہیں کیا مطلب اور ان کے

ناموں سے انہیں کیا واسطہ۔ اور جو فرشتے درخت اُگانے پر مقرر ہیں ان کو بیج کا علم ہے، شاخوں اور پتوں کا علم ہے اور چیزوں کا نہیں، غرضیکہ جو فرشتے جس خدمت پر لگے ہوئے ہیں (ان کو) ان چیزوں کا اور ان کے متعلقات کا علم ہے، ساری کائنات کی چیزوں کا ان کو علم نہ تھا، لہٰذا وہ ان تمام چیزوں کے نام نہ بتلا سکے اور اپنے عجز کا اس طرح اقرار واعتراف کیا سُبْحَانَكَ لَاعِلْمَ لَنَاإِلَّا مَاعَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں مگر انہیں دو چار چیزوں کا جو تو نے ہم کو سکھلا دیا ہے، جب فرشتوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا تو حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ چیزوں کے نام تم ان کو بتلا دو، آدم علیہ السلام نے ایکدم فرفر دنیا بھر کی چیزوں کے نام بتلا ڈالے اور ان کے خواص بھی واضح کر دیے۔ ملائکہ حیران رہ گئے کہ ہم کو ان چیزوں کا علم نہیں اور حق تعالیٰ نے جس کو ابھی پیدا فرمایا اس کو اتنا علم ہے ہمیں کیا معلوم تھا کہ آدم علم کا پُتلا ہے۔

## خلیفہ کے لیے اہم چیز علم ہے:

فرشتوں نے اپنی لاعلمی اور عاجزی کا اعتراف کر لیا، اور یہ سمجھ گئے ہو نہ ہو یہی وہ جوہر ہے جس سے خلافت کا استحقاق ہوسکتا ہے، جو ہمارے پاس نہیں آدم کو خدا نے دیا ہے، پھر حق تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کے سامنے جھکا کر بتلا دیا کہ علم ہی سے ہماری خلافت کا مقام حاصل ہوسکتا ہے محض عبادت سے نہیں، الغرض خلیفہ کے لیے سب سے اہم ترین چیز علم ہے، اگر اس کو ملک کی چیزوں کا علم نہیں ہوگا، تو وہ ملک کا بندوبست اور انتظام نہیں کر سکتا۔

## حکایت:

کہتے ہیں کہ شاہ جہاں بادشاہ نے جب یہ چاہا کہ میں کسی کو اپنا ولی عہد مقرر کروں تو ان کے

دوصاحبزادوں عالمگیراور داراشکوہ میں آپس میں اس سلسلہ میں رسہ کشی ہوگئی، ہرایک کی خواہش تھی کہ ولی عہد میں بنوں، بادشاہ کارجحان داراشکوہ کی طرف تھا، ارکان دولت میں دو پارٹیاں تھیں ایک کی رائے عالمگیر کو ولی عہد بنانے کی تھی، دوسری پارٹی داراشکوہ کو چاہتی تھی۔

شاہ جہاں نے وزیراعظم کو حکم دیا کہ دونوں کی فضیلت واستحقاق کا امتحان کر کے فیصلہ کرے، چنانچہ وزیراعظم نے پہلے داراشکوہ کے پاس اپنی آمد کی اطلاع بھیجی، داراشکوہ نے وزیر کے استقبال کے لیے بڑے بڑے ٹھاٹھ کیے، فوجوں کو استقبال کے لیے دورویہ کھڑا کیا، قسم قسم کی چیزوں سے مکان کو زینت دی، جب وزیر پہنچا تو داراشکوہ اس کے اعزاز کے لیے کھڑا ہوگیا تاکہ وزیر اس اعزاز واکرام سے مرعوب ہوکر میرے متعلق فیصلہ کردے، وزیر نے داراشکوہ کے ساتھ بہت شائستگی کے ساتھ آدھ پون گھنٹہ گفتگو کی اس نے بھی بڑی لیاقت سے جوابات دینے کی کوشش کی، اس کے بعد وزیر نے عالمگیر کو اپنی آمد کی اطلاع کی، انہوں نے کوئی خاص اہتمام اور ٹھاٹھ نہیں کیا اور جب وزیر پہنچا تو اعزاز کے لیے کھڑے بھی نہ ہوئے، وزیر پر ایک ہیبت طاری ہوگئی، گفتگو شروع ہوئی تو وزیر نے پوچھا بنگال کی مردم شماری کیا ہے اور پیداوار کس کس چیز کی اور کتنی کتنی ہوتی ہے؟ فوراً بتلادیا، اسی طرح پنجاب کے متعلق اور ہندوستان کے ہر ہر صوبہ کے متعلق سوالات کیے، عالمگیر نے تمام سوالات کے برجستہ اور تسلی بخش جوابات دیے، ان صحیح اور بے ساختہ جوابات سے وزیر نے سوچا کہ ان کو ملک کے ہر ہر گوشہ کی ساری چیزوں کا اتنا تفصیلی علم ہے، گویا علم سے بھرے بیٹھے ہیں، اس کے بعد وزیر بادشاہ کے پاس واپس پہنچا، تو بادشاہ نے فیصلہ کے متعلق سوال کیا، وزیر نے بادشاہ سے پناہ لے کر جواب دیا کہ بادشاہ سلامت تو داراشکوہ کو ولی عہد بنانا چاہتے ہیں، مگر خدائے تعالیٰ عالمگیر کو بادشاہ کا ولی عہد مقرر کرنا چاہتے ہیں؛ کیونکہ ان میں وہ علم ہے جس سے انسان خلافت اور بادشاہت کرسکتا ہے۔

غور فرمایئے کہ اس ہندوستان کی حکومت چلانے کے لیے علم ضروری ہے اور علم ہی اس کو کافی ہے، تو کیا سارے جہاں کی حکومت چلانے اور ساری کائنات کا نظم برقرار رکھنے کے لیے جہالت کافی ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں! کائنات کی چیزوں کے علم سے ظاہری نظام وابستہ ہے مگر علوم الٰہیہ اور علوم دینیہ سے کائنات کا ظاہری اور باطنی نظام برقرار رہتا ہے۔

انسان خلیفۃ اللہ عبادت سے نہیں علم ہی سے بنے گا اور علم بھی وہ جو اللہ والا علم ہو، خدا کا کلام علم ہے وہ ساری چیزوں کو ہر وقت جانتا ہے، عبادت خدا کی صفت نہیں، خدا عبادت کسی کی نہیں کرتا، عبادت سے انسان بندہ بنتا ہے خلیفہ نہیں بنتا، خلیفہ تو خدا کی صفتِ علم سے بنتا ہے اسی وجہ سے جب خدا نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا تو سب سے پہلے علم کا اہتمام کیا تھا۔

## علم اور عشق انسان کا فطری سرمایہ ہے:

حدیث میں ہے، فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اپنا دایاں ہاتھ آدمؑ کی پشت پر پھیرا، جتنی قیامت تک آنے والی نیک اولاد تھی وہ سب نکل پڑی۔ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، پھر دوسرا ہاتھ آدمؑ کی کمر پر مارا تو ساری بد اولاد جو قیامت تک دنیا میں آنے والی ہے برآمد ہوئی۔ کفار، فجار اور فساق، پھر سب کو ملا کر اللہ جل شانہٗ نے ایک میدان میں جمع فرمایا، حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنا جمال دکھلایا اور کلام بھی فرمایا، کلام اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تھا، حدیث میں ہے کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ سن کر سب خاموش ہو گئے، ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے، کوئی بھی جواب نہ دے سکا، سب سے پہلے جناب نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: بَلٰی اَنْتَ رَبُّنَا کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں، رب میں دو صفتیں ہوتی ہیں۔ ایک ایجاد (پیدا کرنا) دوسرے ابقاء (باقی

رکھنا) اگر پیدا کر سکے اور باقی نہ رکھ سکے تو وہ رب نہیں ہوسکتا، اسی طرح پیدا نہ کر سکے اور باقی رکھے جب بھی رب کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا، رب وہی ہوگا جو خالق بھی ہو، رازق بھی ۔ پیدا بھی کرے اور بقاء کا انتظام بھی، جب حضور اکرم ﷺ نے اس سوال کا جواب **بَلٰی اَنْتَ رَبُّنَا** دیا تو دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی جواب دیا، پھر صدیقین نے پھر دیگر اولیائے کرام نے پھر آدم علیہ السلام کی ساری ذریت کی زبانوں پر یہ جواب جاری ہوگیا۔

گویا حق تعالیٰ شانہ نے سوال فرما کر تعلیم کے لیے فطرتِ انسانی کو جگایا اور اس میں حرکت پیدا کی ، اللہ نے خود انسان کی فطرت میں تعلیم رکھی ہے ، مشائخ و اساتذہ تعلیم نہیں دیتے ، تعلیم تو انسان کا فطری سرمایہ اور اس کی خلقت میں پیوست ہے وہ تو صرف اس فطرت کو جگاتے ہیں جو خداوند تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہے ، ازل ہی میں اللہ تعالیٰ نے اس سوال سے انسان میں علم ڈال دیا اور جمال دکھلا کر عشق پیدا فرمایا۔

## علم راستہ کا نور ہے اور عشق کے قدموں سے طے ہوتا ہے:

علم سے راستہ معلوم ہوتا ہے عشق سے اس پر چلا جاتا ہے، اگر علم ہو اور عشق نہ ہو تب بھی نہیں چل سکتے، اسی طرح محبت ہے اور علم نہیں تو بھی چلنا ممکن نہیں ؛ کیونکہ جب راستہ ہی معلوم نہیں تو چلیں گے کس چیز پر، اگر علم ہو یعنی راستہ معلوم ہو اور محبت و عشق بھی ہو تو آپ مقصود کے حصول کے لیے رات دن ایک کر دیں گے صرف کسی چیز کے علم سے اس کی طرف دوڑا نہیں جاتا، جب تک اس سے لگاؤ نہ ہو، آپ کو بہت سے لوگوں کے گھر معلوم ہیں ، لیکن آپ سب کے گھروں میں دوڑے نہیں پھرتے ، آپ کو بہت سی جگہوں کا علم ہے مگر آپ کبھی ان جگہوں کے علم ہونے ہی کی وجہ سے دوڑے نہیں پھرتے ، ہاں جس سے محبت ہوگی اس کے گھر دوڑیں

گے اور بار بار جائیں گے، اس محبوب حقیقی نے علم دے کر اپنا راستہ بتلایا اور جمال دکھلا کر بتلایا کہ میں ہوں محبت کے قابل۔

محبت کا دوسرا نام عمل بھی ہے انسان علم وعمل دونوں ہی چیزوں سے ترقی کرتا ہے اور مقصود کو پہنچتا ہے، صرف علم سے بغیر عمل کے اور صرف عمل سے بغیر علم کے نہ ترقی کر سکتا ہے نہ ہی مقصود کو حاصل کیا جا سکتا ہے، علم بغیر عمل کے بیکار ہے اور عمل بغیر علم کے ہلاکت کا ذریعہ ہے، آپ نے ریل گاڑی کو دیکھا ہوگا اس میں بہت سے ڈبے ہوتے ہیں اور ہزاروں من وزن اور ہزاروں مسافروں کو کھینچ کر لے جاتی ہے اور منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے، مگر اس کے وزن کھینچنے اور مسافروں کو لے جانے میں دو شرطیں ہیں، ایک درست لائن کا ہونا، جس پر انجن اور گاڑی چلیں دوسرے اسٹیم اور بھاپ کا ہونا، اگر دونوں چیزیں ہیں تو وہ وزن کو لے جا سکتی ہے اور مسافروں کو بھی، اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ نہ مسافروں کو لے جا سکتی ہے نہ وزن کو؛ بلکہ وہ خود ہی نہیں چل سکتی، اگر لائن ہے اور بھاپ نہیں تو اس کو ہزاروں آدمی ٹھیل ٹھیل کر چلائیں گے، ذرا سی سرکے گی اور کھڑی ہو جائے گی، اسی طرح ٹھیلتے ہوئے اس کو منزل مقصود تک لیجایا نہیں جا سکتا اور اگر اندرونی طاقت اس میں ہے یعنی بھاپ موجود ہے جس سے وہ چل سکتی ہے مگر لائن نہیں، تو جتنی زیادہ طاقت ہوگی اتنی ہی ہلاکت کے گڑھے میں گرتی چلی جائے گی، زمین میں دھنستی چلی جائے گی، بس گاڑی کے منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے دو شرطیں ہوئیں۔ ایک درست لائن اور دوسری اسٹیم، اسی طرح سمجھئے کہ انسان انجن ہے اس کے منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے دو ہی شرطیں ہیں ایک لائن اور دوسری اسٹیم یعنی بھاپ۔ لائن تو شریعت ہے ،ارشادِ باری ہے: **وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ** ، یعنی یہ دین میرا سیدھا راستہ ہے، تم اسی راستہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ راستے تم

کواللہ کے راستے سے الگ کردیں گے (علم سے یہ راستہ معلوم ہوگا) اور اسٹیم عشق ہے، خداوند تعالیٰ کا اور رسول اللہ ﷺ کا اور اسٹیشن باری تعالیٰ ہیں، اگر شریعت کا علم ہے اور عشقِ الٰہی وعشقِ رسول کی اسٹیم بھی ہے تو منزلِ مقصود یعنی خداوند تعالیٰ تک انسان پہنچ سکتا ہے۔

اگر علم شریعت نہیں تو گویا منزل تک رسائی کی لائن ہی نہیں، پہنچنا تو بعد کی بات ہے اور اگر علم شریعت ہے اور عشق نہیں تو لائن ہے، لیکن اس پر چلنے کی طاقت نہیں، دونوں کا ہونا شرط ہے، علم بھی ہو اور عشق بھی تب ہی انسان منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

وعظ سن کر آدمی ایک دو مرتبہ نماز پڑھ لے گا اور بس، جیسے بے اسٹیم کا انجن ٹھیلنے سے ذرا سا ایک دو قدم سرک جائے گا اور ٹھہر جائے گا، منزل تک نہ پہنچے گا نماز کا پابند تو جب ہی ہوسکتا ہے جب کہ اندر کا داعیہ ہو، عشق کی آگ سے اندروں میں اسٹیم تیار ہو، اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے عالم ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے سوال سے علم پیدا فرمایا اور جمال دکھلا کر انسان کے قلب میں عشق بھی بھر دیا، تاکہ باری تعالیٰ تک انسان کا پہنچنا ممکن اور آسان ہو۔

## عشق ہر انسان کو ملا ہے:

اور یہ عشق مسلمان ہی کو نہیں ملا؛ بلکہ ہر انسان کے دل میں عشقِ خداوندی موجود ہے ، غیر مسلم بھی عشقِ خدا سے خالی نہیں، عیسائی گرجا میں اسی عشق کی وجہ سے جاتا ہے، یہودی کو یہی عشق کلیسا میں لے جاتا ہے ان کو صحیح راستہ نہیں ملا، غیر مسلموں میں عشق خدا کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر خدا کے بارے میں کوئی معاملہ آجائے تو غیر مسلم، یہودی، عیسائی اپنی جان تک دینے کے لیے آمادہ ہو جائے گا۔

ہاں صحیح راستہ خدا تک پہنچنے کا اسلام نے بتلایا، بہر حال اسلام نے ایک طرف تو صحیح

راستہ کا علم دیا، دوسرے اپنے ماننے والوں کے عشق کی حفاظت کی اور اس کو بڑھایا۔

## علم ہر چیز سے مقدم ہے:

اس تفصیل سے آپ کو معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ کو کتنا اہتمام ہے تعلیم و تربیت کا، آدم کو پیدا فرما کر سب سے اول تعلیم ہی کا بندوبست کیا، دوسری کسی چیز کا نہیں پھر ذریت کو پشت آدم سے نکال کر اس کی فطرت میں علم کو بھرا، معلوم ہوا کہ تعلیم سب سے زیادہ ضروری ہے۔

جب آدم علیہ السلام کو علم اسماء سکھا کر مقابلہ اور امتحان کے لیے فرشتوں پر پیش فرما چکے اور آپ کی فضیلت تسلیم کر لی گئی، پھر باری تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا اور حکم دیا کہ: اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ ، آدم! اب تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، نکاح کا انتظام اور جنت میں رہنے کا حکم رہنے سہنے، کھانے پینے کا بندوبست یہ سب علم کے بعد ہوگا، یہ ترتیب گویا انسان کی فطری ترتیب ہے کہ اور تمام چیزیں علم کے بعد ثانوی درجہ رکھتی ہیں، علم سب پر مقدم ہے اور علم پر کوئی چیز مقدم نہیں۔

اسلام نے سب سے پہلا کام یہ بتلایا کہ جب بچہ پیدا ہو اس کو آلائش سے پاک صاف کر کے اس کے داہنے کان میں اذان پڑھی جائے، بائیں کان میں تکبیر کہی جائے، نہ اس کے کھانے پینے کے بندوبست کا اولاً حکم ہے نہ اور کسی حاجت کے انتظام کا بلکہ تعلیم کا اور تعلیم کی ترتیب بھی کیا عجیب رکھی گئی، سبحان اللہ! حکم ہوا کہ پہلے اس کے دل میں خدا کی عظمت بٹھلاؤ، چنانچہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر چار بار اس کے دل میں عظمت حق بٹھلادی جاتی ہے کہ چار سو اللہ سب سے بڑا ہے، بچہ کو تعلیم دی اسے عناصر اربعہ کی کائنات میں آنے والے اس کائنات کی سب چیزیں حقیر ہیں اور خدا کی ذات سب سے بڑی ہے اسی کی

عظمت کا یقین کرتے ہوئے اس کائنات میں زندگی بسر کرنا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ دوبارہ کہہ کر توحید کا نقش اس کے دل میں جمادیا، عظمت وتوحید کے بعد رسالت کی تعلیم اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ دوبارہ کہہ کر دی، پھر حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ سے اعمالِ صالحہ خصوصاً نماز کی ترغیب دی اور اعمال اور نماز پر فلاح و بہبود کے ترتب کا یقین دلایا، دنیا میں آتے ہی اس کی زندگی کے مقصد کی تعلیم دے دی گئی کہ وہ ایمان وعمل ہے اسی سے انسان اپنی زندگی میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

## ایک سوال اور اُس کا جواب:

**سوال:** آپ کہیں گے کہ بچہ کیا جانے وہ تو گوشت کا لوتھڑا ہے اسے کیا معلوم توحید کیا اور رسالت کیا اور نماز کا مطلب کیا ہے اور فلاح کس کو کہتے ہیں، اس کو ان چیزوں کی تعلیم دینا بھینس کے آگے بین بجانا اور ایک بیکار وعبث کام ہے۔

**جواب:** امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بیشک بچہ کو ہوش نہیں مگر اس کا قلب بالکل صاف شفاف ہے، سفید تختی کے مثل ہے، آنکھ اور کان کے ذریعہ جو باتیں اس کے دل کے اندر پہنچیں گی وہ نقش ہوجائیں گی اور اس کے صاف دل پر چھپ جائیں گی، پھر جب ہوش آئے گا تو وہی باتیں کہتا ہوا اور وہی عمل کرتا ہوا اُٹھے گا جو اس کے دل میں چھپ چکے ہیں، امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس کے کان کے پاس کوئی بُری بات مت کہو وہ کان کے ذریعہ اس کے دل پر نقش ہوجائے گی اور اس کی آنکھوں کے آگے کوئی غلط حرکت نہ کرو اس کے دل پر وہ حرکت چھپ جائے گی۔

جیسے آپ نے گراموفون دیکھا ہوگا اس میں ایک کالا سا توا ہوتا ہے، اس کے سامنے آپ جیسی بات کریں گے اس میں بھر جائے گی آپ اس میں گالیاں بھرنی چاہیں گے گالیاں بھر جائیں

گی، گانا بھریں گے گانا بھر جائے گا اور قرآن پڑھیں گے وہ اس میں آجائے گا وہ تو ایک پتھر ہے اس کو کیا تمیز ہے کہ مجھ میں کیا چیز بھری جارہی ہے، لیکن جب آپ اس پر سوئی رکھیں گے تو وہ سب اُگل دے گا جو کچھ آپ نے بھرا ہے وہی ظاہر کرے گا اگر گالی گلوچ بھری ہیں تو وہی اس سے سنائی دیں گی اگر گانا بھرا ہے تو گانے کی آواز آئے گی، اگر قرآن بھرا ہے تو قرآن آپ سنیں گے تو جیسے اس ریکارڈ میں آپ نے جو کچھ بھرا تھا سوئی رکھتے ہی سب نکل پڑا، اسی طرح بچہ کا دل بھی رکارڈ ہے جو کچھ اس کی آنکھ کان کے ذریعہ اس کے دل میں چھپ جائے گا، جب جوانی کی سوئی لگے گی اور اس کے عقل وشعور بیدار ہوں گے، بھری ہوئی چیزیں خود بخود نکلنی شروع ہو جائیں گی، اسی وجہ سے امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پیدا ہوتے ہی اولاد کی تعلیم وتربیت کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا اچھا یا بُرا ہونا ماں باپ کے اچھا یا برا ہونے پر موقوف ہے، جیسے ماں باپ ہوں گے بچہ نشو ونما پا کر ان ہی جیسا ہوگا۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے: **كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ.** (الحدیث) ہر بچہ فطرتِ اسلام اور نیک صلاحیت لے کر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، ماں کی گود اور باپ کی تربیت جیسی ہوگی بچہ اسی رنگ میں رنگ کر اچھا یا بُرا ہو جاتا ہے۔

## ایک عجیب واقعہ:

مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو بہت ہی عبرت ناک اور عجیب واقعہ ہے، کابل کا ایک بادشاہ امیر دوست محمد گذرا ہے، یہ بادشاہ بہت دین دار، پرہیز گار تھا، اتفاقاً ایک بار کابل پر ایک غنیم نے چڑھائی کی تو بادشاہ نے مقابلہ کے لیے فوج بھیجی اور شاہزادے کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا، چند

روز کے بعد خبر آئی کہ بادشاہ کی فوج کوشکست ہوگئی غنیم ملک کی حدود میں گھس آیا اور شاہزادہ بھاگا ہوا آرہا ہے، غنیم شاہزادے کے تعاقب میں ہے، بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا، اسی حالتِ غم میں وہ اپنے محل سرائے میں داخل ہوا رنجیدگی کے آثار دیکھ کر بیگم نے رنج وغم کا سبب پوچھا کیا بات ہے ،بادشاہ سلامت کے مزاج کیسے ہیں؟ کیوں گھبرا رہے ہیں؟ بادشاہ نے کہا: کئی باتوں کا صدمہ ہے ،ایک یہ کہ غنیم ملک میں گھس آیا، دوسرے شاہزادے کو شکست ہوگئی اور دشمن اس کے پیچھے آرہا ہے ،فوج اور ملک کا نقصان اور دنیا میں شکست کی رسوائی ،بیگم نے کہا: یہ سب جھوٹی اور غیر معتبر باتیں ہیں، آپ رنجیدہ نہ ہوں، بادشاہ نے کہا: بیگم یہ تو سی آئی ڈی کی خبر ہے، بیگم بولی بالکل جھوٹ ہے، یہ تو ہوسکتا ہے کہ شہزادہ سینہ پر گولی کھائے اور شہید ہوجائے ، بھاگ کر پشت پر گولی نہیں کھا سکتا، بادشاہ نے کہا: یہ تو سرکاری محکمۂ اطلاعات کی یقینی اطلاع ہے جو غلط نہیں ہوسکتی ،بیگم نے جواب دیا یہ کسی بھی محکمہ کی اطلاع ہے سچی نہیں ،غلط افواہ ہے آپ قطعی مطمئن رہیں، بادشاہ یہ کہہ (سن) کر باہر چلا گیا کہ عورت ذات سے کون اُلجھے، یہ تو مرغ کی ایک ٹانگ گائے جا رہی ہے۔

تیسرے دن بادشاہ محل میں داخل ہوا تو نہایت ہشاش بشاش اور خوش وخرم تھا، بیگم نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کیا بات ہے آج تو بادشاہ سلامت بہت مسرور نظر آرہے ہیں، بادشاہ نے جواب دیا: تمہاری بات سچی نکلی ، اللہ تعالیٰ نے تمہاری زبان مبارک کی ، شہزادہ فیروزمندی اور کامرانی کے ساتھ بخیریت واپس آرہا ہے، بیگم نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ ناتواں بندی کی لاج رکھ لی۔

بادشاہ نے دریافت کیا اچھا تم یہ بتلاؤ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ شکست کی خبر بالکل غلط ہے، کیا تمہیں الہام ہوگیا تھا، کہا کہ میں عورت ذات ہوں ، مجھے الہام ولہام تو کچھ

نہیں ہوا، مگر میں یہ بات نہ بتلاؤں گی اس میں ایک راز ہے، بادشاہ نے کہا: راز شوہر سے چھپایا جائے تعجب کی بات ہے، پھر جب کہ میں بادشاہ ہوں، سیاستِ ملک میں اس کی ضرورت ہوسکتی ہے، اس وجہ سے ظاہر کردینا ہی مصلحت ہے، ممکن ہے اس راز کا علم میرے لیے مفید ہو، بیگم نے کہا کہ یہ راز میں نے آج تک کھولا نہیں، بادشاہ نے بہت اصرار کیا کہ یہ تو بتلانا ہی پڑے گا، مجبور ہو کر بیگم نے وہ راز ظاہر کیا اور یہ ہی بات قابلِ عبرت ہے۔

بیگم نے کہا کہ جب شہزادہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے عہد کرلیا تھا کہ حلال رزق کھاؤں گی حرام اور مشتبہ سے قطعی پرہیز کروں گی، چنانچہ میں نے نو ماہ تک لقمۂ حلال اور بے شبہ رزق ہی کھایا، حرام اور مشتبہ میرے قریب تک نہ آسکا اور کہا کہ حرام و مشتبہ لقمہ سے ناپاک خون اور گوشت پیدا ہوگا اور اس سے افعال واعمال بھی ناپاک ہی سرزد ہوں گے، اسی سے نافرمانیاں اور بدکاریاں عمل میں آئیں گی، اور ناپاک افعال میں سے بزدلی بھی ہے اور جو خون حلال وطیب روزی سے پیدا ہوتا ہے اس سے پاک اعمال صادر ہوتے ہیں اور پاکیزہ اعمال میں شجاعت اور بہادری بھی ہے جس کا اثر اور نتیجہ یہ ہے کہ سینہ پر گولی کھاسکتا ہے پشت پر نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ جس وقت یہ پیدا ہوا تو میں نے اس کو کسی دودھ پلانے والی کے سپرد نہیں کیا، بلکہ اس کو خود ہی دودھ پلاکر پرورش کیا، دودھ پلانے کے دوران میں ہمیشہ اس بات کا اہتمام کرتی رہی کہ دودھ پلانے سے پہلے وضو کرتی اور دو رکعت نماز ادا کرتی، اس کے بعد اس کو دودھ پلانے کے لیے چھاتی سے لگاتی تھی، میں اس مدت میں بھی لقمۂ حلال اور پاکیزہ روزی کا سخت اہتمام کرتی رہی، ان وجوہات کے سبب میں نے دعویٰ کیا تھا کہ شہزادہ کا بزدلوں کی طرح پشت دکھا کر بھاگ آنا ممکن نہیں۔

**فائدہ:** یقیناً آج ہمارے گندے اخلاق ہماری مشتبہ اور حرام کمائیوں کا نتیجہ ہے، حرام اور مشتبہ روزی میں یہ صفت ہے کہ طبیعت نیکی کی طرف نہیں چلتی، گناہوں کی جرأت ہوتی ہے ،خیر کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، اسی کو غالبؔ کہتا ہے ؎

جانتا ہوں ثوابِ طاعت وزہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی

## حرام روزی کا بُرا اثر:

ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے گھر تشریف لاکر پوچھا کوئی میٹھی چیز ہے؟ صاحبزادی نے کہا لڈو رکھے ہیں ،آپ نے ایک لڈو تناول فرمالیا،صبح کو آپ نے معلوم فرمایا وہ لڈو کون لایا تھا، بتلایا گیا فلاں صاحب یہ لڈو دے گئے تھے! فرمایا: یہ لڈو پاک کمائی کے نہ تھے، رات قلب پر سیاہی طاری رہی اور طبیعت کا میلان گناہوں کی طرف ہوا، قسم قسم کے خیالات نے پریشان کیا،آپؒ نے استفراغ (قے) کیا اور تین روزے رکھے، یہ ہوتا ہے حرام روزی کا اثر۔اب حلال اور پاک روزی کی برکت بھی سنیے۔

## رِزق حلال کی برکت:

ایک بزرگ دیوبند میں شاہ جی کے نام سے معروف تھے،حلال روزی کا بہت اہتمام کرتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ روزآنہ جنگل سے ایک بوجھ گھاس کا لاتے تھے،اس کو فروخت کرتے ،گھاس کی گٹھری کی قیمت چھ پیسے مقرر تھی ،ضرورت مندوں میں سے ہر شخص منتظر رہتا تھا کہ شاہ جی گھاس لائیں اور ہم خریدیں ،جب آپ گھاس لے کر بازار میں آتے ،ہر شخص دوڑتا،آپ کا اصول تھا جو بھی گٹھری پر پہلے ہاتھ رکھ دیتا،شاہ جی گھاس کی گٹھری اسی کے حوالے کردیتے تھے، قیمت متعین تھی ہی،شاہ جی ان پیسوں کو اس طرح صرف کرتے تھے کہ ان چھ پیسوں میں سے دو پیسے تو اسی وقت صدقہ کردیتے اور دو

پیسے سے اپنے گھر کا خرچ چلاتے تھے، کھانا لکڑیاں وغیرہ خرید لیتے، سستے کا وقت تھا، منصوری پیسے اور پائیوں کے کٹھے ہوتے تھے تو صرف دو پیسوں میں اس زمانہ ضرورت بھر کی چیزیں آجاتی تھیں۔ اور دو پیسے جمع کر کے رکھتے تھے، سال بھر میں سات آٹھ روپے جمع ہوجاتے تو ان روپیوں سے ہمارے اکابر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب وغیرہم رحمہم اللہ کی دعوت کرتے تھے، مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم لوگ سال بھر ان کی دعوت کا انتظار کرتے رہتے تھے؛ کیونکہ شاہ جی کی حلال روزی کی دعوت کا اثر یہ ہوتا تھا کہ چالیس چالیس روز تک قلب میں نور موجزن رہتا تھا، یہ نورانی اثر پاک کمائی کا ہے، اس کے مقابلے میں حرام کمائی سے قلب میں سیاہی بھی اسی طرح پیدا ہوتی ہے۔

## عمل کی توفیق کیوں نہیں ہوتی؟

علم اب بھی بہت ہے، ہزاروں مدارس ہیں سینکڑوں اخبار ورسائل وغیرہ بھی نکل رہے ہیں، وعظ وارشاد کی مجالس بیشمار قائم ہوتی ہیں، علماء جگہ جگہ موجود ہیں، لیکن اب عمل ہے نہ اس کے جذبات اور ظاہر ہے کہ جب عمل کے جذبات ہی مردہ ہوگئے تو علم کے کسی ماحول سے دلچسپی اور خاص تعلق نہیں ، جب پیاس ہی نہیں تو بہتے دریاؤں کی طرف توجہ کیوں ہو، عمل کے جذبات مردہ کیوں ہوتے ہیں اور عمل کی توفیق کیوں نصیب نہیں ہوتی اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ حلال روزی کا اہتمام نہیں۔

معدہ ایک خول ہے، اگر اس کو حرام سے پُر کیا جائے گا تو اعمال وافعال بھی حرام ہی سرزد ہوں گے، اگر یہ پاک رزق سے بھرا گیا ہے، تو اس سے پاکیزہ اعمال ہی نکلیں گے **كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ** ، ہر برتن سے وہی چیز باہر آئے گی جو اس میں بھری گئی ہے، میں دیکھتا ہوں اسٹیشنوں پر گنّوں کی ریل گاڑیاں بھری کھڑی رہتی ہیں، یہ مال لدھان ہو کر ملوں میں جاتا ہے، مل والوں

کا مال ہوتا ہے، لیکن لوگ بے باکی سے ان گاڑیوں میں سے گنّے کھینچتے ہیں اور نہایت بے خوفی اور بے شرمی سے کھاتے ہیں، تو جب انسان اس طرح بے باک ہوں اور حلال وحرام میں تمیز نہ کریں تو نور کہاں سے پیدا ہوگا، رحم والی اور خدا کے خوف والی زندگی کیسے حاصل ہو سکے گی؟

اور جب بڑوں کا یہ حال ہے تو چھوٹوں پر اس کا اثرِ بد لازمی امر ہے، چنانچہ ٹرکوں میں سے بچے بھی بے تحاشا گنّے کھینچتے ہیں، بچوں کو کیوں اس کا احساس ہوگا، جبکہ بڑوں کو احساس نہیں۔

## تربیتِ اَولاد کی اہمیت:

اسی وجہ سے اسلام نے تربیتِ اولاد کو بہت اہمیت دی ہے اور تربیت پیدائش کے وقت ہی سے شروع ہوگی، ماں باپ حلال کھائیں، احتیاط و پرہیز گاری اور تقویٰ کی زندگی بسر کریں تو اولاد بھی اچھی ہوگی، نیک اور صالح اٹھے گی، حدیث میں ہے کہ **خَیْرُ الْاَبْنَاءِ خَیْرُ الْاٰبَاءِ** اچھے باپوں کی اولادیں بھی اچھی ہی ہوتی ہیں، حدیث قدسی میں ہے کہ جب کوئی نافرمانی کرتا ہے تو میں اس پر لعنت کرتا ہوں اور اس لعنت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے اور جب کوئی نیکی کرتا ہے تو میں اس پر رحمت بھیجتا ہوں اور اس رحمت کا اثر سات پشتوں تک رہتا ہے، تو اولاد کی برائی میں ماں باپ کا قصور ہے، جیسی روشنائی ہوگی ویسے ہی حروف چمکیں گے جس رنگ کی روشنائی ہوگی اسی رنگ کے حروف ہوں گے، روشنائی سرخ ہے تو حروف بھی سُرخ، روشنائی سیاہ ہے تو حروف بھی سیاہ بنیں گے، اسی طرح اگر روشنائی چمکدار ہے تو چمکدار ہی حروف بنیں گے، بس جیسی روشنائی ویسے حروف، جیسے ماں باپ ویسی ہی اولاد۔ قوم کا بگاڑ، سدھار افراد کے بگاڑ سدھار پر موقوف ہوتا ہے، قوم کیا ہے۔ ہم اور آپ مل کر قوم بن گئے، بقولِ شخصے کسی عورت نے دوسری عورت سے پوچھا فوج کیا ہوتی ہے؟ اس نے کہا: تیرا خصم میرا خصم یہی فوج ہوتی ہے،

اسی طرح ہم اور آپ قوم ہیں، ہم اچھے ہیں تو قوم اچھی ہے، ہم بُرے ہیں تو قوم بُری۔

## بُری اَولاد خدا کا عذاب ہے:

بعض اولاد والدین پر ہاتھ اُٹھادیتی ہے، یہ درحقیقت انتقامِ خداوندی ہے اور والدین کے اس قصور کی سزا ہے کہ انہوں نے اس اولاد کو صحیح تعلیم وتربیت نہیں دی، جس کی بناپر حق تعالیٰ نے اس کو والدین پر مسلط کردیا کہ ان کو دنیا میں بھگتو! آخرت کی بات تو بعد کی ہے، اولاد کی اصلاح نہیں ہوئی آوارہ ہوگئی، غلط سوسائٹی میں بیٹھ گئی، سنیما اور تماشے (ڈرامے ) دیکھنے کی عادی ہوگئی، بیڑی، سگریٹ اور شراب نوشی کرنے لگی، کمائی نہیں کرتی، کسی محنت کی عادی نہیں، تواِن سب فضولیات کو آپ سے پورا کرنا چاہیں گے اور جب ان کی یہ خواہشات پوری نہ ہوں گی اور ماں باپ آڑے آئیں گے، تو وہ غُرّائیں گے، مار پیٹ کریں گے، بلکہ بڑھاپے میں ماں باپ کو گھر سے نکال کر باہر کردیں گے، یہ مصیبت سزا ہے تعلیم وتربیت میں کوتاہی کرنے کی، آپ نے ان کو خدا کا نافرمان بنایا، خدائے پاک نے ان کو آپ کا نافرمان بناکر آپ کے اوپر مسلط کردیا، یہ مصیبت تو اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوئی ہے، ان کے بچپن میں آپ نے ان کی حق تلفی کی ہے تو وہ بڑے ہوکر آپ کے حقوق کی ادائیگی کیوں کریں، آپ نے حق تلفی کرکے ان کو حق تلفی ہی سکھائی ہے، حق اداکرکے حقوق کی ادائیگی تو سکھلائی نہیں۔

## نیک اَولاد اللہ کی زبردست رحمت ہے:

اس کے بالمقابل اولاد صالح ہے جس کی تعلیم وتربیت میں والدین نے غفلت نہیں کی، حدیث میں ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی برابر جاری رہتا ہے ان میں سے ایک صدقۂ جاریہ ہے جب

تک مخلوق اس سے مستفید ہوتی رہے گی، اس کا ثواب کرنے والے کی روح کو برابر پہنچتا رہے گا۔

مثلاً کسی نے کوئی کنواں کھدوایا، تو جب تک خلقِ خدا اس سے سیراب ہوتی رہے گی اس وقت تک اس کا ثواب کنویں کے بانی کو پہنچتا رہے گا، مدرسہ تعمیر کرادیا تو جب تک طلباء اس میں پڑھیں گے اور وہ دوسروں کو بھی پڑھائیں گے، پھر دوسرے اوروں کی تعلیم و تربیت کریں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا، تو مدرسہ بنوانے والا نیز اس میں امداد کرنے والے قیامت تک مستفید ہوتے رہیں گے، ان کے نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاتا رہے گا، اسی طرح سرائے اور مسافر خانہ بنوانے، سڑک تعمیر کرانے والوں کو اس وقت تک ثواب پہنچتا رہے گا جب تک لوگ ان کو استعمال کرتے رہیں گے۔

دوسری چیز علم نافع ہے، کسی شخص نے علم دین پڑھا اور پڑھایا تو جب تک یہ سلسلہ چلے گا برابر اجر و ثواب کے ذخیرے اس کو پہنچتے رہیں گے، اسی وجہ سے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے **خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ** تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے، قرآن کے الفاظ ہوں یا اس کے معانی یعنی علوم دینیہ سب تعلیم قرآن میں داخل ہیں، قرآنی علوم سب سے زیادہ قیمتی اور اونچے ہیں تو ان کا سلسلہ جاری کرنے والا بھی سب سے اچھا ہوگا۔

تیسری چیز ولدِ صالح یعنی نیک اولاد ہے، اولاد کی تعلیم و تربیت ہوگی تو نیک بنے گی اور اس کے علم اور اصلاح و تقویٰ سے لوگ مستفید ہوں گے اور یہ سلسلہ تا قیامت رہے گا تو ثواب بھی ہمیشہ جاری رہے گا، ہزاروں کنویں، مسافر خانے، مدرسے نہ بنوائے اور ایک ولدِ صالح اور نیک بیٹا چھوڑ جائے تو اس ایک نیک بیٹے سے یہ تمام خیر کے دروازے کھل سکتے ہیں اور تمام اقسام و انواع کے جاری رہنے والے ثواب اس کو مل سکتے ہیں، حدیث میں **یَدْعُوْلَہٗ** کا لفظ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نیک بیٹا اپنے والدین کے لیے ان کے مرنے کے بعد بھی دعائے خیر کرتا رہے اور اور کہے **رَبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ**

صَغِيْرًا اے میرے پروردگار! توان دونوں پر ایسا رحم فرما جیسا انہوں نے مجھ کو شفقت اور پیار سے ایسے وقت پالا پوسا جب کہ میں عاجز اور کمزور بچہ تھا، جب مجھ پر انہوں نے بے بسی اور ضعیفی کی حالت میں رحم کیا ہے آج وہ کمزور یا بے بس ہیں کچھ نہیں کر سکتے توان پر بھی رحم فرما، یہ دعا تعلیم و تربیت ہی کی جزا اور بدلہ ہے، یہ والدین کی محنت کا پھل ہے جب کہ تعلیم و تربیت نہ کرنے کی شکل میں وہ انتقام ہے کہ وہ والدین کو مارے گا، گھر سے نکالے گا، والدین کو اس کی نافرمانی اور بری عادتیں بھگتنی پڑیں گی۔

## تعلیم قرآن پر عزت کا تاج:

حدیث میں ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن (اولین و آخرین کے سامنے) ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، پھر اس کے متعلق کیا گمان ہے جس نے خود یہ کام کیا ہو۔

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف پڑھائے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت کے دن چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اُٹھایا جائے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا پڑھنا شروع کر جب وہ ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا، یہاں تک کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔ (فضائل قرآن)

غور فرمائیے کہ دنیا میں جب کسی بادشاہ کی تاج پوشی ہوتی ہے، تو بڑا مجمع ہوتا ہے اور یہ اس کے لیے بڑے فخر کی بات ہے، قرآن پاک پڑھانے والے کی تو خدائے تعالیٰ ساری مخلوق، اولین و آخرین کے سامنے تاج پوشی فرمائیں گے اس کے لیے کتنے بڑے فخر کی بات ہوگی، یہ نورانی تاج اس وجہ سے

ملا کہ جس نے اپنی اولاد کو قرآن پڑھایا گویا اس کو نور سے بھر دیا؛ کیونکہ قرآن پاک نور ہے اس کی جزاء میں نورانی تاج ملا، نورانی عمل تو نورانی جزا، جیسا عمل ویسا ہی اس کا پھل، حق تعالیٰ کی طرف سے یہ بات طے ہے کہ جو اپنی اولاد میں یہ نور بھر دے گا وہ اس کو نورانی تاج دے کر منور کر دے گا، الحاصل اولاد کی اچھی تربیت کا نفع والدین کی طرف لوٹنے والا ہے آخرت میں بھی جیسا معلوم ہو چکا ہے اور دنیا میں بھی اعمال کی برکات حاصل ہوتی ہیں، چنانچہ نیک اولاد والدین کی خدمت وعظمت کرتی ہے، والدین کی فرمانبرداری اور اطاعت میں مصروف رہتی ہے اور ماں باپ کے نام کو دنیا میں روشن کرتی ہے، لوگ اس کی نیکی سے متأثر ہو کر کہتے ہیں: کیسے نیک بخت ماں باپ کا سپوت ہے، کیسی اچھی کوکھ تھی جس نے اس کو جنم دیا اور کیسی مبارک پشت تھی اس کے باپ کی جس کا یہ نطفہ ہے۔

## نادان اولاد ایک وبال ہے:

اولاد کو جاہل ونادان رکھنے کا نقصان بھی والدین کی طرف لوٹتا ہے، آخرت میں تعلیم کے اجر وثواب، اعزاز واکرام سے محرومی کے علاوہ سخت باز پرس اور کڑی سزا ہوگی، دنیا میں خدمت سے محرومی کے علاوہ ایسی اولاد والدین اور خاندان کے لیے باعثِ رُسوائی وبدنامی ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ تو کیسے بُرے ماں باپ کا ہے جنہوں نے تجھے تمیز نہیں سکھائی، کیسے نادان وبے ادب ماں باپ تھے، وہ ماں کتنی بد بخت تھی جس نے تجھ کو جنا، وہ باپ کتنا منحوس تھا جس کے گھر تو پیدا ہوا اور پلا۔

## آج کی پست ذہنیت:

آج کل لوگوں کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر ہم نے اپنی اولاد کو قرآن پڑھا دیا تو روٹی کہاں سے کھائیں گے، روٹی کیسے ملے گی، گویا روٹی قرآن سے مقدم سمجھی جاتی ہے ، میں کہتا ہوں کہ روٹی ملنا علم پر موقوف نہیں، روٹی تو جہالت سے بھی مل جاتی ہے، اگر روٹی علم سے

ملتی تو سارے جاہل بھوکے مرجاتے ،علم اس لیے نہیں کہ اس سے روٹی کھائیں ،کھانا تو چوپاؤں کو بھی ملتا ہے،انہوں نے کونسے اسکول میں پڑھا ہے؟ کونسے کالج کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔

علم تو امن وامان ،ایمان واسلام کے لیے پڑھا جاتا ہے،علم انسان اور آدمی بننے کے لیے پڑھا جاتا ہے،روٹی تو سب کو اپنی اپنی قسمت کی ملتی ہی ہے **اَلَا اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا** کسی کو اس وقت تک موت نہیں آسکتی جب تک کہ وہ اپنی قسمت کا رزق پورا پورا نہ کھالے،جیسے چیزوں کے ڈھلنے کے لیے مختلف فیکٹریاں ہوتی ہیں اسی طرح یہ مدرسے فیکٹریاں ہیں جن میں انسان ڈھلتے ہیں اور انسان آدمی بنتے ہیں،اس لیے علم ہی مقدم ہے،رہی روٹی کی بات تو خدا کے فضل سے علماء کو اتنا کچھ ملتا ہے کہ کسی کو مل نہیں سکتا اور خواب وخیال میں بھی نہیں آتا۔

## دنیوی تعلیم میں روٹی ملنے کے لیے ایک حد مقرر ہے:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیوی تعلیم میں روٹی ملنے کے لیے ایک حد مقرر ہے جب تک اس حد کو نہ پہنچے گا اس کو روٹی نہیں ملتی ،کوئی میٹرک ہو،یا بی اے ہو،یا ایم اے ہو،یا ایل ایل بی گریجویٹ ہو تو حکومت اس کو لیتی ہے اس طرح روٹی نصیب ہوتی ہے،چھوٹی موٹی تعلیم والے کو کون پوچھتا ہے؟

آج کل میٹرک پاس تو ہزاروں جوتیاں ٹرخاتے پھر رہے ہیں ،کوئی ان کو گھاس نہیں ڈالتا،ہزاروں انجینئر اور سیر پریشان حال گھوم رہے ہیں کوئی ان غریبوں کو نہیں پوچھتا،ڈاکٹر ،گریجویٹ ،اونچی اونچی ڈگریوں والوں کو حکومت کہیں نہ کہیں چپکا لیتی ہے وہ بھی جب کہ معقول رشوت یا وزنی سفارش ہو اور مسلمان نہ ہو،ورنہ کتنے ہی لوگ ڈگریاں لیے ہوئے روٹی کے لیے چکر لگا رہے ہیں ۔ابھی کلکتہ میں ایک کلرک کی جگہ خالی ہوئی ،ہزاروں درخواستیں پہنچ گئیں

،ظاہر ہے کہ ایک ہی کلرک تو اس جگہ پر رکھا جائے گا، یہ حال ہے دنیوی تعلیم کی ناکامی کا۔

## علم دین میں روٹی ملنے کے لیے کوئی حد مقرر نہیں:

اور دینی تعلیم میں روٹی کے لیے کوئی شرط نہیں ہے، جتنا بھی پڑھ لے گا روٹی ضرور ملے گی، کوئی بڑا عالم ہو گیا تو دنیا کے ہزاروں آدمی اس کو ہدیے، تحفے اور نذرانے بڑی لجاجت اور خوشامد سے پیش کریں گے اور وہ ان کو بڑے نخروں سے قبول کرے گا، قیمتی کاریں اس کے سفر کے لیے اور دنیا کی بڑی بڑی کوٹھیاں (اور ہوٹل) اس کے قیام کے لیے پیش کی جائیں گی اور وہ صرف لوگوں کی دلجوئی کے لیے گاہے گاہے قبول کر لے گا۔

اور اگر کوئی چھوٹا عالم ہو گیا تو وہ بھی کسی مدرسہ میں ملازمت کر کے روٹی بھی حاصل کرے گا اور اس کی عزت کرنے والے بہت شاگرد اور ان کے متعلقین اللہ کے فضل سے پیدا ہو جائیں گے، اگر حافظ ہو گیا تو کسی مکتب میں معلم بن کر یا امامت کر کے روٹی حاصل کر لے گا اور روٹی بھی باعزت طریقہ سے حاصل ہو گی۔

ہارے درجہ کا ناظرہ خواں اگر کوئی ہے تو کہیں گاؤں میں امامت کر کے چین اور آرام کی زندگی بسر کرے گا، کچھ بھی نہیں پڑھا صرف اذان سیکھ لی تو بھی کسی مسجد میں رہ کر ٹھاٹھ سے گذارے گا اور سکون کے ساتھ اللہ اللہ بھی کرتا رہے گا اور یہ دولت دنیا کے کاموں میں اُلجھ کر نصیب نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن مت پڑھاؤ روٹی نہیں ملے گی حماقت اور جہالت ہے؛ بلکہ دنیوی تعلیم میں روٹی ملنا مشکل اور مشکوک ہے اور دینی تعلیم زیادہ ہو یا تھوڑی اطمینان وراحت کے ساتھ روٹی ملنا یقینی امر ہے اور یہ مشاہدہ ہے اس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ ہاں خود ہی کسی عمل اچھا نہ ہو تو دوسری بات ہے، ورنہ دنیادار ان کے سامنے جھکتے ہیں اور ان کی عزت کرنے

پر مجبور ہوتے ہیں، یہ بات دنیاوی تعلیم والوں کو کہاں میسر آسکتی ہے۔

## دنیا دین والوں کے پاس ذلیل ہوکر آتی ہے:

میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ لال کرتی کے سیٹھ الٰہی بخش جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی تھے حضرت کی خدمت میں پانچ چھ ہزار اشرفیوں کی دو تھیلیاں لے کر اس خیال سے آئے کہ حضرت کو یہ رقم پیش کروں گا، ساتھ ساتھ طبیعت میں یہ غرور بھی تھا کہ آج تو حضرت کو یہ ایسا ہدیہ پیش کروں گا کہ کسی نے اب تک نہ پیش کیا ہوگا اور حضرت اس سے بہت خوش ہوں گے، یہی خیال لیے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت کے قلب پر اس خیال کا انعکاس ہوگیا اور فراست باطنی سے سمجھ گئے یہ ہدیہ اس خیال سے دے رہے ہیں کہ ہماری نگاہ میں ان کی دنیا کی وقعت ہوگی، جس وقت سیٹھ صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت حجامت بنوا رہے تھے، سیٹھ صاحب قریب جا کر کھڑے ہوگئے، حضرت نے آہستگی سے دوسری طرف کو رُخ پھیر لیا، بلا اجازت بیٹھ نہ سکے، آخر چہرہ کی جانب جا کھڑے ہوئے آپ نے اپنا رُخ ادھر سے دوسری سمت کو موڑ لیا، یہ پھر اس طرف آئے تو ادھر سے بھی منھ پھیر لیا، غرضیکہ حضرت نے ان کو تین چار چکر اسی طرح لگوائے جب حجامت سے فارغ ہوئے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے، سیٹھ صاحب کے ہاتھ تھیلیوں کے وزن سے کپکپا رہے تھے، آپ نے ان کو بیٹھنے کے لیے فرمایا، گفتگو شروع ہوئی، دورانِ گفتگو میں وہ تھیلیاں پیش کیں، حضرت نے لینے سے صاف انکار کردیا، کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے قبول کرنے پر اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا: بھائی میں مدرسہ میں ملازم ہوں، مجھے یہاں سے سات روپے ملتے ہیں، ان میں میرا خرچہ خوب چل جاتا ہے؛ بلکہ ایک آدھ روپیہ بچ جاتا ہے تو اس کو تقسیم کرنے میں اور مستحق کو پہنچانے میں پریشانی ہوتی ہے، اتنا بڑا بوجھ کس طرح اپنے ذمہ رکھ لوں، سیٹھ صاحب نے

کہا حضرت یہ رقم طلباء ہی پر تقسیم فرما دیجیے، فرمایا: مجھے اتنی فرصت نہیں یہ کام آپ کا ہے، آپ خود ہی تقسیم کریں جب کسی طرح بات نہیں بنی، غرور کا اچھی طرح آپریشن ہو گیا اور یقین ہو گیا کہ دینداروں کے نزدیک دنیا کی کوئی وقعت نہیں تو چل دیے مگر سیٹھ صاحب تھے بہت غیرت مند، ان اشرفیوں کو اپنے ساتھ لیجانا گوارا نہیں کیا؛ بلکہ دونوں تھیلیاں حضرت کے پاس لوٹ کر چلے گئے، حضرت جب وہاں سے اُٹھے تو جوتیاں تلاش کیں نہیں ملیں حافظ انوار الحق صاحب نے جو حضرت کے خادم تھے بتلایا کہ جوتے اشرفیوں میں دبے پڑے ہیں، حضرت نے جوتیاں ان میں سے نکال کر پہن لیں اور اشرفیاں وہیں چھوڑ دیں، راستہ میں حافظ انوار الحق صاحب سے مسکرا کر فرمایا کہ دنیا سے منھ موڑتے ہیں تو جوتوں میں آ کر پڑ جاتی ہے، کماتے ہم میں بھی ہیں اور دنیادار بھی، مگر دنیا ہمارے پاس ذلیل ہو کر جوتیوں میں آتی ہے اور دنیادار خود دنیا کے لیے ذلیل ہوتا ہے اور جوتے کھاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دنیا اللہ والوں کے سامنے اپنے سر پر خاک ڈالتی ہوئی ذلیل ہو کر آتی ہے، لہٰذا مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ دنیا کے لیے ذلیل ہو، رازق کو چھوڑ کر رزق کے خیال میں پریشان ہو اور خود ہی اپنا رازق بن بیٹھے ؎

خدا کو بھول گئے لوگ فکرِ روزی میں   رزق کا خیال ہے رزّاق کا خیال نہیں

## دراصل ایک کام ہمارا ہے ایک خدا کا:

اصل میں کام دو ہیں ایک تو ہمارا اور ایک خدا کا، ہمارا کام تعلیم و تربیت اور نماز و عبادت ہے اور حق تعالیٰ کا کام رزق دینا، پرورش فرمانا **وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ** اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور اس کی خود بھی پابندی کیجیے ہم آپ سے رزق کا سوال نہیں کریں گے رزق تو ہم آپ کو دیں

گے، آپ کا جو کام ہے وہ آپ کریں جو خدا کا کام ہے وہ خدا کرے گا، رزق دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا آپ اپنی ذمہ داری کو پورا کریں۔

لیکن اگر آپ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے؛ بلکہ وعدہ خلافی کرتے ہیں،تو وہ بھی رزق کے دروازے بند کر سکتے ہیں،ارشاد ہے: وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کردوں گا،اور رزق کے دروازے بند کرنے کا مطلب یہی نہیں کہ کچھ نہ ملے،یہ بھی رزق کا دروازہ بند ہونا ہے کہ سب کچھ ملے مگر سکونِ دل نصیب نہ ہو جس سے رزق کی لذت ہی نہ رہے۔

حضور ﷺ نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا: قحط کیا ہے؟ عرض کیا گیا: قحط یہ ہے کہ بارش نہ ہو، غلہ پیدا نہ ہو، انسان کو کھانا نہ ملے، فرمایا: قحط یہ نہیں؛ بلکہ قحط یہ ہے کہ برکت اُٹھ جائے، روٹی موجود ہے مگر چین نصیب نہیں، کہتے ہیں کہ روٹی کو ہم کھا رہے ہیں اور روٹی ہم کو کھا رہی ہے۔ اصل اطمینانِ قلب ہے، اطمینانِ قلب ہے تو کھانا پینا بھی ٹھیک ہے ورنہ تو کچھ بھلا معلوم نہیں ہوتا اور حصولِ اطمینان کی صورت امتثالِ امر ہے۔

یعنی ہم وہ کریں جو ہمیں کرنے کا حکم ہے اور ہم کیا کریں اس کا علم تعلیم دین سے ہوگا، گویا ہر اک راحت کا دروازہ تعلیم دین ہے۔

## تعلیم دنیا اور تعلیم دین میں ایک اور فرق:

اگر کوئی شخص صرف دنیوی تعلیم حاصل کرتا ہے اس کو دین حاصل نہیں ہوسکتا، دنیا بنے نہ بنے آخرت تو یقیناً برباد ہو جائے گی اور اگر کوئی تعلیم دین اپنے دین کو سنوارنے کے لیے حاصل کرتا ہے تو آخرت تو بَن ہی جائے گی لیکن دنیا بھی اس کو ضرور ملے گی اور ذلیل ہو کر اس کے سامنے آئے گی، گویا علم دین میں راحت دارین ہے، گو مقصود تعلیمِ دین کا صرف

رضائے حق ہے اور جس نے اللہ کو حاصل کر لیا سب کچھ اس کا ہے ۔

تعلیم علم دیں کا خلاصہ یہی تو ہے　　　سب کچھ ملا اسے جسے اللہ مل گیا

**خلاصۂ کلام:**

میری گزارش کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل دین کا سیکھنا اور سکھانا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ دنیوی تعلیم نہ سیکھی جائے، دنیوی تعلیم بھی حاصل کرو، مگر اصل دینی تعلیم ہے، دنیوی تعلیم کی ضرورت اسی چند روزہ زندگی کے لیے ہے، قبر میں سائنس کام نہیں آئے گی، سائنس کی ایجادات ہوائی جہاز، راکٹ وغیرہ لے کر کوئی قبر میں نہ جائے گا کہ اس کے ذریعہ اُڑ کر خدا تک پہنچ جائے، جنت میں چلا جائے، جنت میں تو اعمالِ صالحہ کا ہوائی جہاز لے جائے گا، جنت کی سواریاں اعمالِ صالحہ ہیں، یہ دنیوی سواریاں وہاں نہیں چلیں گی، حدیث میں ہے **سَمِّنُوْا ضَحَايَاكُمْ فَاِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَايَاكُمْ**، اپنی قربانیوں کو خوب موٹا تازہ بناؤ یہی قربانیاں پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی، آپ کی نمازیں جنت کے مکانات ہوں گے، اعمالِ صالحہ جنت کی نعمتیں ہوں گی اور نماز و اعمالِ صالحہ علم پر موقوف ہیں، روایت میں مذکور ہے کہ دنیا میں رہنے کے لیے دنیا میں رہنے کے بقدر کام کرو اور آخرت کے لیے وہاں رہنے کے لائق، ظاہر ہے کہ دنیا بہت جلد فنا ہونے والی اور تھوڑی دیر کا تماشہ ہے اور آخرت کی زندگی پائیدار، ہمیشہ ہمیش رہنے والی زندگی ہے، لہٰذا آخرت کے لیے علم کی بھی زیادہ ضرورت ہوئی اسی اہمیت کی بنا پر قرآن پاک میں سب سے پہلے **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ** والی آیت نازل ہوئی، اس میں تعلیم کا حکم دیا، مسلمانوں کو تعلیم کا حکم دے کر اسی میں یہ بھی بتلایا کہ تعلیم سے مقصود کون سی تعلیم ہے اور اس تعلیم کے تعارف کے لیے **بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ** فرمایا، وہ تعلیم جس سے اللہ کی معرفت حاصل ہو۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ علم وہی علم کہلانے کا مستحق ہے جس سے خدائے تعالیٰ کے حقوق اور ان کی ادائیگی کے طریقے معلوم ہوں۔

## مدرسۂ نظامیہ بغداد کا ایک سبق آموز واقعہ:

بغداد میں نظام الملک طوسی نے ایک مدرسہ قائم کیا، جو مدرسہ نظامیہ کے ساتھ مشہور ہوا اس میں ہزاروں طلباء تعلیم کی غرض سے داخل کیے گئے اور خزانہ شاہی کا ایک بڑا حصہ اس پر صرف کیا گیا، اس مدرسہ کے صدر مدرس علامہ ابن دقیق العیدؒ بہت بڑے جلیل القدر محدث ہوئے، کچھ دنوں بعد شکایات پہنچیں کہ آپ فضول اس مدرسہ پر اتنا روپیہ خرچ کر رہے ہیں جس سے کوئی فائدہ نہیں، شکایات سن کر ایک دن دل میں آیا کہ کم از کم معائنہ کیا جائے آیا یہ خزانہ صحیح مصرف میں خرچ ہو رہا ہے یا یوں ہی ضائع ہو رہا ہے، چنانچہ مدرسے میں پہنچے دیکھا کہ ہزاروں طلباء پڑھ رہے ہیں، مطالعہ اور تکرار میں مشغول ہیں، نظام الملک نے پوچھنا شروع کیا، ایک طالب علم سے پوچھا: کس لیے پڑھ رہے ہو، جواب دیا کہ میرا باپ قاضی القضاۃ ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے بعد اس عہدہ کو میں سنبھال لوں، اس زمانہ میں بی اے، ایم اے نہیں تھے، یہی اس قسم کے عہدے ہوتے تھے، دوسرے سے پوچھا: تو اس نے کہا میرا باپ مفتی ہے، میں اس وجہ سے پڑھ رہا ہوں کہ میں بھی اس مرتبہ کو حاصل کرلوں، کسی نے کہا میرا باپ فلاں محکمہ کا وزیر ہے، میں بھی اس عہدہ پر فائز ہونا چاہتا ہوں، غرض کہ سب نے اسی قسم کے جوابات دیے، نظام الملک کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ واقعی شاہی خزانہ ضائع ہوتا ہے، ان میں سے کسی ایک کی بھی نیت درست نہیں اور یہ طے کرلیا کہ اب یہ مدرسہ بند کردوں گا، اس خیال سے واپس ہو رہے تھے کہ ایک طالب علم کو دیکھا جو ایک بوریہ پر بیٹھا ہوا مطالعہ میں مشغول تھا اس کے پاس کھڑے ہوگئے، دس پندرہ منٹ کھڑے رہے، اس

طالب علم نے سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا کون کھڑا ہے، جب کھڑے کھڑے زیادہ دیر ہوگئی، تو نظام الملک نے خود کہا کہ آپ اوپر سر اُٹھا کر دیکھتے بھی نہیں ہیں، ہم اتنی دیر سے آپ کے پاس کھڑے ہیں ،طالب علم نے جواب دیا، میں گھر سے پڑھنے کے لیے آیا ہوں کسی کو دیکھنے نہیں آیا، وزیر نے کہا کہ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے، طالب علم نے کہا جلدی پوچھیے جو پوچھنا ہے، کہا پوچھنا یہ ہے کہ آپ کیوں پڑھ رہے ہیں، طالب علم نے جواب دیا کہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، سنئے میں نے بچپن میں اپنے بزرگوں سے سنا تھا کہ ہمارا کوئی خالق اور رب ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور وہی پرورش کرتا ہے، وہ ہمارا مالک ہے جس کے ہم مملوک ہیں، ظاہر ہے کہ ہمارے خالق و مالک کے ہمارے ذمہ بہت سے حقوق ہوں گے، جن کی ادائیگی سے وہ راضی اور ادا نہ کرنے سے ناراض ہوگا، میں اس لیے پڑھ رہا ہوں کہ اس کے حقوق معلوم ہو جائیں تا کہ ان کو ادا کر کے اس کو راضی کر سکوں، علم حاصل کرنے سے یہی میری غرض ہے اور بس، نظام نے کہا اسی ایک طالب علم کی وجہ سے میں اپنے ارادہ کو ختم کرتا ہوں، اب مدرسہ بند نہ کروں گا، اسی طرح اس پر خرچ کرتا رہوں گا، ورنہ میں آج مدرسہ بند کرنے کا ارادہ کر چکا تھا، اس ایک طالب علم کی وجہ سے تمام صرفہ کامیاب ہے۔

یہ طالب علم کون تھے؟ یہ وہ طالب علم تھے جو بعد میں امام محمد غزالی مشہور ہوئے ہمارے ،حقیقت یہ ہے کہ امام اسی طرح بنا جاتا ہے، صحیح نیت کے ساتھ تعلیم میں پورا پورا انہماک ہو، امام بننا سہل نہیں بڑی محنتیں درکار ہیں۔

ایک دن سب کو یہاں سے چلے جانا ہے، یہ عارضی زندگی چند دن کا قصہ ہے اس کا علم بھی عارضی ہے، آخرت کی طویل زندگی ہی کے لیے علم حاصل کرنا چاہیے۔

**سب سے پہلی آیت:**

اسی اہتمامِ تعلیم کی وجہ سے حق تعالیٰ نے قرآن میں سب سے پہلے یہ آیت نازل فرمائی: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، پیدا کیا انسان کو خون کی پھٹکی سے، گندی چیز سے۔ ایسا انسان پیدا کیا جس میں عقل بھی ہے اور علم وکمال بھی، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو جن وسائل سے علم حاصل ہوتا ہے ان میں سے ایک قلم بھی ہے، اَلَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اس کے کرم کا ایک زبردست ثبوت ہے اس نے قلم کے ذریعہ لکھنا سکھایا، جو چیزیں ذہن میں ہوتی ہیں انسان قلم کے ذریعے ان کو کاغذ پر نقش کر دیتا ہے پھر لکھنے والا بھی ان کو سمجھ لیتا ہے اور بھولی ہوئی بات کو یہ نقش دیکھ کر یاد کر لیتا ہے اور دوسرے لوگ بھی گو سینکڑوں اور ہزاروں سال گزر گئے ہوں، نیز یہ ایک کے سینہ کا مضمون دوسرے کے سینے میں پہنچ جانے کا بھی ذریعہ ہے، قلم ہی سے دینی اور دنیوی علوم آئندہ نسلوں تک بحفاظت پہنچتے ہیں۔

قلم ایک بے شعور اور بے جان چیز ہے، مگر اس رب اکرم کا کرم اور اس کی قدرت دیکھئے کہ اس سے ایسا علم نکلتا ہے کہ بڑی بڑی کتابیں بن جاتی ہیں اور ان کتابوں کو پڑھ پڑھ کر بڑے بڑے عالم بن جاتے ہیں، یہ خدا کی قدرت کا تماشا نہیں تو اور کیا ہے کہ اس نے بے عقل قلم میں وہ کرشمہ رکھ دیا کہ عقل حیران ہے، حالانکہ اس کو خود کچھ پتہ نہیں، مگر خدا کی قدرت کہ اس سے بڑے بڑے عقلاء وعلماء کاملین اور فضلاء راسخین پیدا ہوتے ہیں۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ جس نے انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا، یہ اس رب اکرم کے کرم کا دوسرا ثبوت ہے کہ اس نے انسان کو جو خون کی پھٹکی سے بنا ہوا ہے، وہ چیزیں سکھائیں جن کو وہ جانتا نہ تھا اور صدہا علوم، اصول علوم اور عجائب فنون سکھا کر بنی نوعِ انسان میں

سے انبیاء، علماء، حکماء، عرفاء اور اولیاء بنائے، یہ اسی کی قدرت کا کرشمہ اور کرم کا مظاہرہ ہے۔

## آخری تنبیہ:

دنیا میں جو بڑا بنا ہے وہ علم سے بنا ہے، جہالت سے کوئی بڑا نہیں بنا، آج لوگ قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں، یہ سب علم سے دور ہو سکتی ہیں، جہالت تو خود ایک ایسا فتنہ ہے جس سے ہزاروں فتنے پیدا ہوتے ہیں۔

حدیث میں ہے خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے ،اس کے الفاظ یاد کرلیں تو حافظ بن جائیں، معانی سیکھ لیں تو عالم بن جائیں ،اس کی حکمتیں خدائے پاک کسی کو عنایت فرمائیں تو حکیم بن جائے ،اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک ایک عجیب خزانہ ہمارے پاس بھیجا ہے اور ہم اس سے بہت غافل ہیں۔

خداوند تعالیٰ کے علم کا اہتمام آپ کو معلوم ہو چکا ہے اس نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے آپ کو بھی اس علم کا پورا پورا اہتمام ضروری ہے؛ بلکہ آپ کا کام ہی علم کو پھیلانا ہے، یہی آپ سے مقصود ہے ،اسی وجہ سے پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ نے علم ہی سکھایا، الحاصل انسان کا اصل کام علم کا پھیلانا ہے۔

## اپنے اوقات کو بہتر سے بہتر بنانے کی فکر کیجیے!

تحصیلِ علم میں متاعِ عزیز"وقت" کی قدر دانی ،حفاظت اور اس کے صحیح استعمال کو بڑا ہی دخل ہے؛لہٰذا طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کے اوقات کی خوب حفاظت کرے،اس لیے کہ یہ زندگی اللہ پاک کا بیش قیمت عطیہ ہے،یہ محض فضل ربانی کی دین ہے،کسی کی زندگی اُس کی اپنی حاصل کردہ نہیں؛بل کہ زندگی کا کوئی لمحہ وہ از خود بڑھا گھٹا نہیں سکتا،اس کے سارے لمحات گنے ہوے اور ربِ عظیم کے مقرر کردہ ہیں۔لمحہ لمحہ دن ہے،دن دن سے جڑتا ہے،تو ہفتہ،پھر مہینہ اور سال بنتا ہے،انھی لمحوں کے مجموعے کا نام زندگانی ہے،یعنی ہماری زندگی کا سارا دورانیہ لمحوں سے عبارت ہے۔

سید التابعین حضرت حسن بصریؒ (متوفی ۱۱۰ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:ابن آدم! زمانہ تیرا ہی تو نام ہے،ایک دن گزر جانے کا مطلب ہے کہ تیرا ایک حصہ گزر گیا۔

اللہ پاک نے ہمیں عبث پیدا نہیں کیا اور اس نے ہمیں بلاوجہ زندگی سے نہیں نوازا:﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾.(المؤمنون:۱۱۵)

"سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو"۔

بل کہ اُس نے ہمیں عظیم تر مقصد کے لیے پیدا کیا ہے،یہ مقصد اس کی عبادت اور بندگی ہے:﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾.(الذاريات:۵٦)

"اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو"۔

گویا ہم اس بات کے پابند ہیں کہ ہم اس بات کا خیال رکھیں کہ زندگی کا کوئی لمحہ رائگاں نہ ہو؛بل کہ وہ بندگی،طاعت اور کارِ خیر میں گزرے۔اگر ہم نے زندگی کا کوئی لمحہ

بے مقصد گزار دیا، تو گویا ہم نے زبانِ حال اور اپنے اعمال سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اللہ پاک نے ہمیں عبث پیدا کیا تھا۔ امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے کہ: وقت کو کارِ خیر میں صرف نہ کیا جائے، تو وہ انسان کو کارِ شر میں مبتلا کر دیتا ہے؛ اِس لیے ہم اِس بات کے مکلّف ہیں کہ زندگی کے سارے وقفوں اور لمحوں کو سوچ سمجھ کر صرف اللہ کی رضا کے کاموں میں لگائیں اور کوشش کریں کہ ہماری زندگی کا کوئی وقفہ اِس کے سوا کسی اور کام میں صرف نہ ہو۔ زندگی کے اوقات و لمحات کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے یا نہ کرنے پر ہی جنت یا جہنم کی ابدی زندگی کا دار و مدار ہے، اس تمہید سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ وقت ہی عمر ہے، اگر ہم نے وقت کا کوئی حصہ ضائع کر دیا تو اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ ختم کر دیا، جس کے لمحے لمحے کا ہم سے روزِ محشر حساب لیا جائے گا۔

حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اَسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزِ محشر حساب کی جگہ سے، کسی بندے کے قدم اُس وقت تک کھسک نہیں سکیں گے، جب تک اُس سے اُس کی عمر کے حوالے سے یہ نہیں معلوم کر لیا جائے گا کہ اُس نے اُس کو کس مصرف میں تمام کیا؟۔ (سنن الترمذی، رقم: ٢٤١٩)

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ خدا کی بندگی و طاعت صرف ارکانِ اربعہ: نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ہی میں منحصر نہیں، جیسا کہ عام طور سے سمجھا جاتا ہے؛ بل کہ اِن عبادات کے علاوہ بھی ہر حرکت و سکون عبادت ہے، اگر وہ الٰہی اوامر و نواہی کی پابندی سے عبارت ہو، گویا کہ ایک مسلمان کی پوری زندگی عبادت و طاعت ہی ہے، اگر وہ خدا کی مرضی کے مطابق گزاری جائے۔

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ طلبِ علم، طلبِ رزق، افادۂ خلق کے کام، اور اِن کی لاتعداد شکلیں، سبھی عبادتِ الٰہی ہیں، اِس لیے اِن میں اپنی زندگی کے اوقات کو صرف کرنا، رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ چوں کہ دینی علوم کے حصول کے بغیر، دین پر عمل ممکن نہیں؛ اِس لیے ان کی طلب میں اپنے اوقات کو استعمال کرنا بہ طورِ خاص باعثِ ثواب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! بلاشبہ دنیا ملعون، یعنی ناپسندیدہ اور رزیل ہے اور اس کی ساری چیزیں بھی ملعون ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے ذکر، اور اللہ کی خوش نودی کا سبب بننے والی اس کے مماثل باتیں اور عالم و متعلم کا استثنا ہے۔ (سنن الترمذی، رقم: ۲۳۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جوکوئی طلبِ علم کی کوئی راہ چلے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس علم کی بدولت جنت کی راہ آسان کردے گا۔ (صحیح مسلم، رقم: ۲۶۹۹)

ان دونوں حدیثوں سے بہ خوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ حصولِ علم کا مشغلہ، ربِ کریم کو کس درجہ پسند ہے کہ دنیا کی اُن تین باتوں میں سے ایک ہے، جو اس کے نزدیک لعنت ورذالت سے مستثنیٰ ہیں۔ کیا ٹھکانا ہے علم کی عظمت کا کہ طالبِ علم، راہِ علم پر گام زن ہوکر، اپنے لیے جنت کی راہ ہموار کرلیتا ہے۔

یوں تو دنیا کے ہر کام میں، وقت کا صحیح، بامقصد اور منظّم استعمال بنیادی سبب کی حیثیت رکھتا ہے، ایک تاجر کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقت پر دکان کھولے اور بند کرے، دکان کھولنے اور بند کرنے میں وقت کی عدم پابندی کی صورت میں، اُس کی دکان نہیں چل

سکے گی؛ کیوں کہ گاہک یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں اس کی دکان کھلی ہو یا بند، دوسری دکانوں کا رخ کرلیں گے، جو وقت پر کھلتی اور بند ہوتی ہوں گی، اسی طرح اگر کوئی ڈاکٹر کلینک پر آمد و رفت کے وقت کی پابندی نہ کرے اور کبھی کسی وقت اور کبھی کسی وقت آجائے اور جب چاہے، چلا جائے، تو کوئی مریض اس کے کلینک پر آنا گوارا نہیں کرے گا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام کاموں کا یہی حال ہے۔ اسکول، مدرسے، کالج، اور یونیورسٹیاں وقت کی پابندی کے ساتھ اپنا روزانہ کا سفر شروع اور ختم کرتی ہیں۔ ریل گاڑیاں گھنٹے اور منٹ کی پابندی کے ساتھ اسٹیشنوں پر رکتی اور روانہ ہوتی ہیں۔ ہوائی جہازوں کے حوالے سے سکنڈوں کے حساب سے ہوائی اڈوں پر اترنے اور اڑنے کے اوقات منضبط ہوتے ہیں۔ ہم کسی وجہ سے ذرا سا مؤخر ہو جائیں، تو ریل گاڑیاں، جہاز، اور بسیں چھوٹ جاتی ہیں اور ہمارے ضروری کام، جو مقررہ منزلوں تک فلاں دن اور فلاں وقت پر ہمارے پہنچنے پر موقوف تھے، بگڑ جاتے ہیں اور بعض دفعہ تو ناقابل تلافی خسارے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح ایک کسان کو وقت پر کھیت جوتنا، بیج ڈالنا، نولائی کرنا، پانی ڈالنا وغیرہ ضروری ہوتا ہے؛ ورنہ وہ کھیت سے کچھ بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ گیہوں کے موسم میں دھان نہیں لگا سکتا، اور فصل خریف میں فصل ربیع کے اناج نہیں اُگا سکتا۔

الغرض، زندگی کے ہر شعبے کے ہر انسان کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ وقت کی پابندی اور اُس کی قدر کرے؛ ورنہ وقت کا تو کچھ نہیں بگڑے گا؛ لیکن اس کا بہت کچھ یا سارا کچھ بگڑ جائے گا۔

لیکن عالم اور متعلم کے نزدیک وقت ایک ایسی بے بہا شے ہے، جس کی قیمت نہیں

لگائی جاسکتی ،وقت کوصحیح طور پر استعمال کر کے اور لمحے لمحے کو سلیقہ مندی کے ساتھ خرچ کر کے ،اگر توفیق الٰہی ساتھ دے ،تو علم کا ایک رسیا ،ابوحنیفہ،شافعی ،مالک ،احمد بن حنبل،امام غزالی،ابن تیمیہ،ابن قیم،ابن جوزی،رازی اور اُن کی سطح کا کوئی انسان بن جاتا ہے؛ ورنہ وہ گم نام اور بے نام ونشان رہتا ہے، جیتے جی کسی تذکرے کے لائق نہیں ہوتا اور دین و دنیا کے ''جھمیلے'' سے بے پرواز ندگی گزارنے کی وجہ سے، بعد از مرگ بھی حق تعالیٰ کے ہاں کسی جزا کا مستحق نہیں ہوتا۔عطار و رومی اور رازی وغزالی کے شب و روز بھی انہی ۲۴ر گھنٹوں کے تھے،جن کے ہنر مندانہ استعمال سے وہ ایسے بن گئے کہ ان کے اسما دینی رفعت، علمی عظمت اور آہِ سحر گاہی کی سحر خیز تاثیر کا رمز بن گئے۔

اس لیے علمی مشغلے کی دنیا میں وقت کی اہمیت کے ادراک اور سیم وزر سے زیادہ اس کی حفاظت کی ضرورت ہے۔اسلاف نے وقت کے سرمایے کی اخلاص وتقویٰ کے ساتھ غیر معمولی حفاظت اور باتوفیق استعمال کے ذریعے ہی علم وعمل کے مدارج طے کیے،حاضر اور مستقبل میں علم وعمل کی دنیا کی کوئی لائق ذکر فتح،قابل اندراج کام یابی اور شان دار اکتساب،سرمایۂ وقت کی کماحقہ قدر دانی اور سلیقہ مندانہ استعمال ہی پر موقوف ہوگا۔علم وعمل کی دنیا کی کسی ناکامی کی اصل وجہ تقدیر الٰہی کے بعد،انسانی تدبیر کی بے مایگی ہوتی ہے ،جو وقت،موقع اور فرصتِ عمر کے ضیاع اور غفلت شعاری کا نتیجہ ہوتی ہے۔

خوش قسمتی سے ماضی میں،ضیاعِ وقت کے اتنے خود کار عوامل نہیں تھے، جتنے عصر حاضر میں پیدا ہو گئے ہیں۔ویسے تو یہ علمی ترقی اور سائنسی ایجادات کی ریل پیل کا دور ہے،اِن ایجادات کی وجہ سے بہ ظاہر زندگی ''سنور'' گئی ہے؛لیکن غور کیا جائے تو زندگی پہلے سے

زیادہ بگڑ گئی ہے،سہولتوں کی وجہ سے انسان جتنا ''بنا'' ہے،اس سے زیادہ ''بگڑا'' ہے۔ صحت،عمر،اقتصاد،وقت اور تعمیر حیات کے گوشے بہ ظاہر ترقی کے مظاہر سے بے طرح فیض یاب ہوے ہیں؛لیکن ہر گوشۂ حیات میں انسان کا سکونِ خاطر درہم برہم ہوگیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دنیا کے انسان کو تسکین نا آشنا تشنگی یا استسقا کا مرض لاحق ہوگیا ہے،وہ پانی پیتا جاتا ہے اور پانی کی طلب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ماضی کا انسان موجودہ سہولتوں سے محروم تھا؛لیکن وہ آج کے انسان سے زیادہ مطمئن اور مسرور تھا۔آج کے انسان کو سب کچھ یا بہت کچھ حاصل ہے،جو ماضی میں خواب وخیال کی حیثیت رکھتا تھا؛لیکن اس کے سارے رویوں سے مترشح ہے کہ اسے کچھ بھی حاصل نہیں۔زندگی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں،تفریح کے نئے نئے سامان،زیب وزینت اور پوشاک ولباس کے عجیب وغریب اور وہم وگمان میں نہ آنے والے بے تحاشا انداز،زندگی جینے کے حیرت ناک اطوار،کھیل کود اور لہب ولعب کے نہ ختم ہونے والے سلسلوں،بننے اور بگڑنے کے نت نئے طریقوں،فلموں،اخبارات،کانفرنسوں،سیمیناروں،جلسوں،ناچ گانے کی محفلوں،رقص وسرور کی بزموں،ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ اور تیز ترین ذرائع اِبلاغ ومعلومات کے سیلِ بے پناہ اور بے حیائی وفحاشی کے روز روز تراشے جانے والے ڈھنگوں کی وجہ سے، جن سے شیطان بھی انسان پر رشک کر رہا ہے کہ شاگرد اپنے استاذ سے کتنا آگے نکل گیا؛انسان کی پراگندگی،انتشار،بے سمتی،بے فکری،بے ہنگمی،لامقصدیت میں خطرناک طور پر اضافہ ہوا ہے۔آج کے انسان کو بھاگم بھاگ لگی ہے،ٹھہراؤ اور جماؤ سے وہ محروم ہو چکا ہے،کسی چیز کے لیے اس کے پاس وقت نہیں،وہ بے قراری اور ہلچل کی نہ ختم ہونے

والی کیفیت سے دوچار ہے۔ چوں کہ آج کا طالب علم اور عالم بھی آج ہی کی دنیا کا انسان ہے؛اس لیے حصولِ علم یا علمی مشاغل میں لگے رہنے کی اسے فرصت نہیں اور اپنی ہر سانس سے فائدہ اُٹھانے کے تصور سے وہ نا آشنا ہو چکا ہے۔اسکولوں ،کالجوں اور عصری یونیورسٹیوں کے طلبہ کی بات تو جانے دیجیے کہ ان کے ہاں لہو ولعب اور رقص وسرور کا ہنر بھی علم ہی ہے اور تعلیم کی معراج معاش کی بہتر سے بہتر شکل کا حصول ہے، خود مدرسوں اور دینی جامعات ،جن کا مقصد دین کے داعی اور اللہ کے سپاہی پیدا کرنا ہے، کے طلبہ کا حال بھی بہت بُرا ہو چکا ہے۔کرکٹ کے کھلاڑیوں سے عشق ،اس کے نام وَر کھلاڑیوں کے تفصیلی سوانح اور کھیلوں کے نہ ختم ہونے والے سلسلوں کی خبروں سے ان کی عجیب سی دلچسپیوں کو دیکھ کر،ایک دردمند عالم اور مربی کا دل دکھتا ہے۔طلبۂ علومِ دین کو خلفاے اربعہ،ائمۂ اربعہ،محدثین کرام اور اَبطالِ اسلام کی سیرت وسوانح کی الف بے بھی نہیں معلوم؛لیکن کھیل،کھلاڑی کے موضوع کی ساری باتیں اپنے گھر کی باتوں کی طرح ازبر!۔

عصرِ حاضر کی ترقی کے مظاہر نے نسلِ نو کی دلچسپیوں اور ترجیحات کو یکسر تبدیل کر دیا ہے، سود وزیاں کا پیمانہ بدل گیا ہے، اکثر مسئلوں میں اصل نقصان کو نفع اور نفع کو نقصان باور کر لینے کے عوامل طاقت کے ساتھ کارفرما ہیں۔نتیجہ ہے کہ ناصح کو بدخواہ سمجھ لیا جاتا ہے اور مصلح کو مفسد۔بہ ظاہر وقت کی بچت کے بہت سے طریقے وضع ہوگئے ہیں ،زندگی کے بہت سے میدانوں میں تیز رفتاری، جدید ٹکنالوجی اور جدید ترین کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے وقت، فاصلوں اور درازیوں کو سمیٹ دیا ہے، کئی آدمیوں کے کام ایک آدمی کے ذریعے اور کئی دن؛ بل کہ مہینوں کے کام ایک دن یا چند گھنٹوں میں ہونے لگے ہیں ؛لیکن دوسری طرف ضیاعِ وقت کے اتنے

انداز روبہ عمل آگئے ہیں ،جن کا پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا؛اس لیے انسانی عبقریت وذہانت کے عوامل کو اُس طرح بال وپر نکالنے کا موقع نہیں مل رہا ہے ،جو ماضی میں ملتا رہتا تھا۔ ’’مشینی فتح مندی‘‘ اور غالبیت نے انسانی صلاحیتوں کو مغلوب کر دیا ہے،جس کی وجہ سے اَن گنت اور بھیانک خرابیاں جنم لے رہی ہیں۔

ضرورت تھی کہ نسلِ نو کو وقت کی قدر و قیمت کا باقاعدہ اور سلیقے سے سبق پڑھایا جائے، اسی احساس کے پیشِ نظر اس کتاب ’’**تُحفَةُ المُتَعَلِّم**‘‘ کے اوائل میں وقت کی اَہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگر چہ یہ کام خدائے حکیم نے عصر حاضر کے اہلِ دل واہلِ قلب شامی محدثِ یگانہ اور محققِ فرید علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ (متوفی ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء) سے "**قيمة الزمن عند العلماء**" نامی کتاب کے ذریعے لے لیا ہے، جو صرف علم وآگہی کے میدان کے شہ سوار نہ تھے؛بل کہ تقویٰ وطہارت ،روح کی پاکیزگی ،انابت الی اللہ اور زہد وورع میں عالمِ اسلام کے موجودہ علماء ومحدثین اور فقہاء ومفکرین کے درمیان امتیازی مقام رکھتے تھے۔اِس کے ساتھ وہ بلند پایہ مصنف اور محقق تھے وہ لاجواب زبان لکھتے اور بولتے تھے۔شیرینی ،پختگی اور قرآن وحدیث وسیرت ومغازی کے ذخیرے سے ترشی ہوئی اُن کی زبان ،اپنی الگ شناخت رکھتی ہے ۔وہ جب بولتے تھے،تو موتیاں رولتے تھے اور اور جب لکھتے تھے ،تو قلم سے فصاحت وبلاغت ابلتی تھی ،اور جو کچھ لکھتے تھے ،اس کی سطر سطر سے نورانیت اور روحانیت چھلکتی تھی۔ان کو پڑھنے اور سننے والا کبھی اکتاتا ہے اور نہ سیر ہوتا ہے ؛بل کہ شوق وذوق سے سنتا اور پڑھتا چلا جاتا ہے۔

استاذ گرامی قدر ادیب العصر حضرت مولانا خلیل احمد امینی دام اقبالہ، استاذ ادبِ عربی وچیف ایڈیٹر ماہنامہ "الداعی" دار العلوم دیو بند لکھتے ہیں:

میں نے اپنی زندگی میں خدا کی توفیق سے جن چند عاشقانِ رسول ﷺ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی ہے، علامہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ ان میں سے ایک تھے۔ حضور ﷺ یا آپ کے کسی صحابی کا نام لیا جاتا، تو ان کی حالت دیدنی ہوتی تھی، ان کی آنکھوں سے (آنسوؤں کی) جھری لگ جاتی تھی اور ان کے لیے بولنا مشکل ہوتا تھا۔

کتابوں اور تحریروں میں اگر فکری کجی نہ ہو، تو مفید سے مفید تر کے اُصول کو پیش نظر رکھتے ہوے، کسی کی بھی تحریر پڑھی جاسکتی ہے؛ لیکن اگر پڑھنا ہی ہو، تو علامہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ جیسے محقق ومؤلف کی کتابوں اور تحریروں کو ہی پڑھنا چاہیے کہ پڑھنے والے کے نہ صرف علم ومعلومات میں اضافہ ہوتا ہے؛ بل کہ اس کا دل روشن، ضمیر مُصفّٰی اور عقل مُجلّٰی ہوتی جاتی ہے، نیز زبان کی چاشنی، اسلوب کی پختگی، اندازِ بیان کی خوبی نہ صرف زیادہ سے زیادہ پڑھنے پر آمادہ کرتی رہتی ہے؛ بل کہ پڑھے بغیر کتاب اور تحریر کو ہاتھ سے رکھنے نہیں دیتی؛ لہٰذا قاری جب پڑھ کے فارغ ہوتا ہے، تو ایک طرف علوم ومعارف کے خزانے سے اس کا دامن بھرا ہوتا ہے اور دوسری طرف پُر کیف وشیریں اور محکم زبان کا سرمایہ بھی اس کے ذہن کا حصہ بن چکا ہوتا ہے۔

لیکن چونکہ موصوف کی مذکورہ کتاب خالص عربی میں ہے، اور آج کل کے ہم جیسے اردوں خواں طلباء کو چونکہ عربی زبان سے دور کی بھی مناسبت نہیں، لہٰذا راقم الحروف نے اپنی اس کتاب "**تحفة المتعلم**" میں شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ کی کتاب "**قيمة الزمن عند العلماء**" سے خصوصی استفادہ کیا ہے، اور اس سے سلف صالحین کے بڑے دلچسپ اور

درس انگیز حالات اور وقت سے فائدہ اُٹھانے، وقت کو اسرافِ بے جا سے بچانے اور تھوڑے وقت میں بہت زیادہ دینی و علمی کام کرڈالنے کے حیرت انگیز واقعات اُردو زبان میں نقل کیے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلفِ صالحین کرامؒ نے راہِ علم میں کیسی کیسی قربانیاں دی تھیں، انہوں نے علم و فضل کا جو شاندار محل تعمیر کیا، علمی میراث کا جو زبردست سرمایہ چھوڑا، وہ نتیجہ تھا شب و روز کی عجیب و غریب محنت کا اور وقت جیسی خدائے کریم کی بیش بہا نعمت کی کما حقہ قدر شناسی کا۔

ہم نے بعض سلفِ عظام کے بعض واقعات ایسے درج کیے ہیں، جو آج کے لوگوں کے لیے، افسانے کی حیثیت رکھتے ہیں؛ لیکن خدائے بزرگ و برتر نے اُن حضرات کے لیے، علم کی جستجو اور ذکر و فکر کی راہ کی سخت ترین قربانیوں کو آسان بنادیا تھا۔

الغرض علمائے سلف کے واقعات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ان کی بے پناہ علمی یادگاریں، تصنیفی کارنامے اور ثقافتی سرمایے، جو اُمت کے لیے باعثِ افتخار اور ملت کی علمی و فکری ترقی کا دارومدار رہے ہیں، درحقیقت اُن کی حفاظتِ وقت کی رہینِ منت ہیں۔

علماء کا معمول تھا کہ وہ بہ قدرِ ضرورت ہی کھاتے، سوتے اور آرام کرتے اور ہر کام کے لیے مناسب وقت کا انتخاب کرتے تھے، یاد کرنے کی چیزوں کو یاد کرنے اور سمجھنے والے مسائل کو سمجھنے کے لیے بھی انہوں نے وقت اور موقع متعین کیا ہوا تھا۔ اکتاہٹ، سستی اور نیند کو دور کرنے کے لیے بھی وہ طرح طرح کے طریقوں کو کام میں لاتے تھے، جیسا کہ آپ آئندہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

# وقت کی اَہمیت

یہ ایک مختصر عنوان ہے، جس کے مختلف گوشے ہیں اور ہر گوشہ مستقل گفتگو کا متقاضی ہے ؛ کیوں کہ وقت کی قیمت واہمیت سب لوگوں کے نزدیک یکساں نہیں ہے۔ فلسفیوں کی نظر میں وقت کی جو قیمت ہے، وہ تاجروں کے نزدیک نہیں۔ صنعت کار کی نظر میں وقت کی جواہمیت ہے، وہ کسان کی نظر میں نہیں۔ اسی طرح فوجی، سیاست داں، عام نوجوان، بوڑھے ،طلباء اور اہل علم؛ سبھوں کے نزدیک وقت کی قدر و قیمت کے پیمانے مختلف ہیں۔

اس وقت ہماری گفتگو کا موضوع ،طلبہ اور اہل علم کے نزدیک وقت کی قدر و قیمت ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ ہماری یہ کاوش ، جواں عزم نوجوان طلباء کے حوصلوں کو مہمیز کرے گی ،خصوصاً اس دور میں جب کہ ان کی ہمتیں ماند پڑ چکی ہیں، محنت شعار لوگوں کے ولولے سرد ہوگئے ہیں اور علم کی خاطر شمع کی طرح پگھلنے والے عاشقانِ علم کا وجود کم یاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر جو انعامات ہیں، ان کا شمار یا ان کی کماحقہ حقیقت کا ادراک انسان کے بس سے باہر ہے؛ کیوں کہ یہ انعامات بہت زیادہ اور تسلسل کے ساتھ ہیں، نیز ہر جگہ ہیں اور ہر شخص ان سے بہ سہولت بہرہ ور ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ. (سورۂ ابراھیم: ۳٤)

’’اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر شمار کرنے لگو؟ تو شمار میں نہیں لا سکتے۔ سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف، بڑا ہی ناشکرا ہے‘‘۔

## اُصولی اور فروعی انعامات:

انعاماتِ باری تعالیٰ اُصولی اور فروعی ہر طرح کے ہیں۔فروعی انعامات میں علم کی وسعت ،جسمانی قوت،حسن و جمال اور خوش حالی (فرائض کے ساتھ ساتھ ) نفلی عبادات کے اہتمام کی توفیق جیسے :تہجد کی نماز ،تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کی کثرت ،سلام و مصافحہ ، مسجد میں داہنے قدم سے داخل ہونا اور بائیں قدم سے نکلنا ،راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا اوران کے علاوہ دیگر واجبات وسنن اور آداب و مستحبات کی ادائیگی شامل ہے۔

جہاں تک اصولی انعامات کا تعلق ہے،تو وہ بے حساب ہیں۔ان میں سب سے اہم اور بنیادی انعام اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت پر ایمان اور شرعی دائرے میں رہتے ہوئے احکامِ الٰہی کی بجا آوری کی توفیق ہے۔

اسی طرح بنیادی انعامات میں صحت و عافیت بھی شامل ہے،جس کے تحت انسان کے کان ،آنکھ ،دل اور اعضاء و جوارح کی سلامتی قائم رہتی ہے اور اسی پر انسانی نقل وحرکت کا دارو مدار ہوتا ہے۔

علم کی نعمت کو بھی ان بنیادی انعامات میں شمار کیا جائے گا،جن پر انسانیت کی ترقی اور دنیاوآخرت کی سعادت موقوف ہے۔اس کا حصول بھی نعمت ہے،اس سے فائدہ اٹھانا اور دوسروں کو فائدہ پہنچانا بھی نعمت ہے،نیز اسے آئندہ نسلوں تک منتقل کر کے دوام بخشنا اور لوگوں میں اس کی اشاعت کرنا بھی نعمت ہے۔غرض بنیادی انعامات کی مثالیں بہت ہیں۔وقت کی حفاظت کے پیش نظر ،میں نہیں چاہتا کہ ان مثالوں کو بیان کر کے خواہ مخواہ بحث کو طول دوں۔(قيمة الزمن عند العلماء:١٦،ط:مكتبة الاسعدي،سهارنبور)

## زندگی کی قدر،وقت کی اہمیت اور اس کا احساس:

انسان کو مختصر سی مدت کی مہلت دی گئی ہے، اس میں وہ جو کچھ بوئے گا، آگے اسی کی فصل کاٹے گا کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور چار دن کی اس عمر مستعار پر اگلی دائمی زندگی کا حال موقوف ہے، اس زندگی کے عمل سے وہ زندگی بنے گی کہ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری!

لیکن یہ عالم رنگ و بو غفلتوں کے ہزار سامان اپنے اندر رکھتا ہے اور یہاں چمک دمک کے ہزاروں جلوے ایسے ہیں کہ ان کے جہاں میں گم ہو کر زندگی کا اصلی ہدف آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور پیاسے کی طرح سراب کی نمود پر دریا کے گمان جیسا دھوکہ لگا رہتا ہے۔

غفلت کے اس گرداب سے نکلنے اور اصل تعمیری مقصد میں حیات مستعار صرف کرنے کی طرف قرآن نے جا بجا انسان کی توجہ مبذول کرائی ہے:

**وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْاَرَادَ شُکُوْرًا.** (الفرقان:٦٢)

''اور اللہ وہ ذات ہے جس نے رات دن ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے اس شخص کے (سمجھنے کے) لیے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے''۔

قرآن میں زمانے اور دن رات کی قسم کے ساتھ ساتھ مختلف اوقات کی قسمیں ملتی ہیں ،کہیں ضحیٰ کی اور کہیں وقتِ عصر کی قسم کھائی گئی ہے، ان قسموں کا ایک بڑا مقصد پکار پکار کر انسان کو وقت اور عمر عزیز کی گزرتی لہروں سے نفع اُٹھانے اور پل پل لمحہ کو تول تول کر خرچ کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے۔

شریعت کے احکام میں ذرا غور کیجیے کہ اسلام نے ہر عمل اور ہر حکم کے متعلق ایک معین وقت کے اندر اندر ادائیگی کی پابندی لگائی ہے۔

ہر نماز کی ادائیگی ایک معین وقت کی پابند ہے، اگر وہ وقت نکل جائے تو اس وقت کی نماز قضا تو ہو سکتی ہے؛ لیکن اس قضا کو آپ اداء نہیں کہہ سکتے۔

روزہ ہے، سال میں ایک خاص مہینہ اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے اگر اس مخصوص ماہ میں یہ فریضہ ادا نہیں کیا گیا بعد میں پوری زندگی کے روزوں سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

زکوۃ ہے، ایک معین مدت گزر جانے کے بعد اس فریضہ کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔

حج ہے کہ اس کا ایک مخصوص دن ہے، اس دن اگر ادا نہیں کیا گیا، تو پھر سال بھر اگر کوئی عرفات کے میدان میں وقوف کرتا رہے اس کو حج نہیں کہا جا سکتا۔

ان پانچ بڑے ارکان کے علاوہ شریعت کے دیگر اکثر احکام بھی اسی طرح وقت کے نظم وضبط کے ایک مخصوص نظام کے پابند ہیں، اس میں ایک طرف جہاں فریضہ کی بروقت ادائیگی مطلوب ہے، وہاں وقت اور اس میں نظم وضبط کی اہمیت بھی بتانا مقصود ہے۔

وقت کی قدر، عمر عزیز کی اہمیت، اس کے احساس، اور تعمیری زندگی اختیار کرنے کی طرف نبی کریم ﷺ کی احادیث میں بھی مختلف اسلوب وانداز سے توجہ دلائی گئی ہے۔

حدیث کے مشہور امام، ابوداؤد جن کی "سنن" صحاحِ ستہ میں شمار ہوتی ہے، فرماتے تھے:

"میں نے اپنی سنن پانچ لاکھ احادیث سے منتخب کی ہے (ان کی سنن چار ہزار آٹھ سو احادیث پر مشتمل ہے) پھر انھوں نے اپنی سنن سے اسلامی نظامِ زندگی کے دستور کی جامعیت پر نمونہ کے طور پر چار احادیث کا انتخاب پیش کیا، ان چار میں ایک حدیث ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيهِ. (المؤطا للأصبحي:٢/١٦٠٤، جامع الترمذي:٤/٢٣١٨، الزهد لوكيع:٣٦٤، الزهد لهناد بن السري:٢/٥٣٩، شعب الايمان

للبيهقي:٤١٦/٧،الجواهر اللؤلؤية شرح الأربعين النووية:١٢٣،جامع العلوم والحكم:٢٠٧/١،تنوير الحالك:٩٦/٣،التمهيد:١٩٩/٩،شرح الزرقاني على المؤطا:٣١٧/٤،رقم:١٧٣٧،فتح المبين:١٢٨،سبل السلام:٣٤٣/٤وغيرهم من الخلائق)

**''اسلام کے حسن میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان لایعنی مشاغل ترک کردے''**

**اسی طرح حضور اقدس ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا:**

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ ، وَشَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ.

(أخرجه الحاكم في المستدرك:٣٠٦/٤ بتغير)

**''پانچ (چیزوں) کو پانچ (چیزوں) سے پہلے غنیمت سمجھو،موت سے پہلے زندگی کو ،بیماری سے پہلے تندرستی کو،مشغولیت سے پہلے فراغت کی گھڑی کو،بڑھاپے سے پہلے جوانی کواور فقر سے پہلے مالداری کو''۔**

**امام بخاریؒ نے کتاب الرقاق میں اورامام ترمذی وامام ابن ماجہ علیہما الرحمہ نے کتاب الزہد میں نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:**

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ،اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ. (أخرجه البخاري في صحيحه:٢٢٩/١١،في أول كتاب الرقاق،والترمذي في جامعه:٥٥٠/٤ في كتاب الزهد،وابن ماجه في سننه:١٣٩٦/٢،في باب الحكمة)

**''دونعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے کا شکار ہیں،ایک صحت اوردوسری فراغت (فرصت)''۔**

**صحت کی قدر اس وقت ہوتی ہے،جب بیماری کی تکلیف سرپرآجاتی ہےاوردوسری**

نعمت کی قدر ان لوگوں سے پوچھیے جو فراغت و فرصت کی چند گھڑیوں کے لیے ترستے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ نے ''جمع الجوامع'' میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''ہر روز صبح کو جب آفتاب طلوع ہوتا ہے، تو اس وقت دن یہ اعلان کرتا ہے:

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّعْمَلَ فِيَّ خَیرًا فَلْیَعْمَلْهُ ،فَاِنِّیْ غَیْرُ مُكَرَّرٍ عَلَیْكُمْ اَبَدًا. (شعب الایمان للبیهقي:۳۸٦/۳،رقم:۳۸٤۰،والدیلمي في المسند:٥۱/٤،رقم:٦۱٦۰،قیمة الزمن عند العلماء:۱۲۳،ح:٤،ط:مکتبة الأسعدي،سهارنبور)

''آج اگر کوئی بھلائی کرسکتا ہے، تو کر لے، آج کے بعد میں پھر کبھی واپس نہیں لوٹوں گا''۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَاتَدَعْنَا فِیْ غَمْرَةٍ ،وَلَاتَأْخُذْنَا عَلٰی غرة،وَلَاتَجْعَلْنَامِنَ الْغَافِلِیْنَ. (فضائل الأیام والأوقات والشهور)

''اے اللہ! ہمیں شدت میں نہ چھوڑیے، اور ہمیں غفلت کی حالت میں نہ پکڑیے اور ہم کو غفلت والوں میں سے نہ بنائیے''۔

فرماتے تھے:

''زمانہ کی گردش اگر چہ ایک عجیب امر ہے؛ لیکن انسان کی غفلت اس سے زیادہ عجیب ہے، انسان کو تو اپنی عمر کے اس دن پر آنسو بہانے چاہییں جو گزر جائے اور اس میں اس نے کوئی نیکی نہ کی ہو''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعاؤں میں ایک دعا یہ تھی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّانَسْأَلُكَ صَلَاحَ السَّاعَاتِ وَالْبَرَكَةَ فِي الْاَوْقَاتِ. (مقالة:الوقت هو الحیاة)

”اے اللہ! ہم آپ سے زندگی کی ساعات کی بہتری اور اوقاتِ عمر میں برکت کا سوال کرتے ہیں“۔

فرمایا کرتے تھے:

”میری طبیعت پر یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جب میں کسی کو بالکل فارغ دیکھوں کہ نہ وہ دین کے کام میں مشغول ہو اور نہ دنیا کے“۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

اَلْاَیَّامُ صَحَائِفُ أَعْمَارِکُمْ ، فَخَلِّدُوْھَا بِأَحْسَنِ أَعْمَالِکُمْ.(التذکرة الحمدونیة: ١/٢٦٧)

”یہ ایام تمہاری عمروں کے صحیفے ہیں، اچھے اعمال سے ان کو دوام بخشو“۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

”میں اس دن سے زیادہ کسی چیز پر نادم نہیں ہوتا، جو میری عمر سے کم ہو جائے اور اس میں میرے عمل کا اضافہ نہ ہو سکے“۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن العزیز رحمہ اللہ فرماتے تھے:

”دن رات کی گردش آپ کی عمر کم کر رہی ہے، تو آپ عمل میں پھر کیوں سست ہیں“۔

ان سے ایک مرتبہ کسی نے کہا:

”یہ کام کل تک مؤخر کیجیے“ آپ نے فرمایا:

”میں ایک دن کا کام بہ مشکل کرتا ہوں، آج کا کام اگر کل پر چھوڑوں تو دو دن کا کام ایک دن میں کیسے کروں گا“۔

مشہور بزرگ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''اے انسان! تو ایام ہی کا مجموعہ ہے، جب ایک دن گزر جائے تو یوں سمجھ کہ تیری عمر کا ایک حصہ بھی گزر گیا''۔

فرماتے تھے:

''میں نے ایسی قومیں دیکھی ہیں، جن کے ہاں وقت کی قدر و قیمت تمہاری دنانیر ودراہم کی محبت سے کہیں زیادہ تھی''۔

چھٹی صدی کے مشہور عالم علامہ عبد الرحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کے لیے ایک نصیحت نامہ "لفتة الكبد في نصيحة الولد" کے نام سے لکھا، وقت کی اہمیت اور عمر عزیز کی قدر و منزلت کے سلسلے میں وہ اس میں لکھتے ہیں:

''اے میرے بیٹے! اچھی طرح سمجھ لے کہ زندگی کے دن چند گھنٹوں، اور گھنٹے چند گھڑیوں سے عبارت ہیں، زندگی کا سانس گنجینۂ ایزدی ہے، ایک ایک سانس کی قدر کیجیے کہ کہیں بغیر فائدہ کے نہ گزرے؛ تا کہ کل قیامت میں زندگی کا دفینہ خالی پا کر اشکِ ندامت نہ بہانے پڑیں، ایک ایک لمحہ کا حساب کریں کہ کہاں صرف ہو رہا ہے اور اس کوشش میں رہیں کہ ہر گھڑی (ہر لمحہ) کسی مفید کام میں صرف ہو، بیکار زندگی گزارنے سے بچیں اور کام کرنے کی عادت ڈالیں تا کہ آگے چل کر آپ وہ کچھ پا سکیں جو آپ کے لیے باعث مسرت ہو''۔

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے تھے:

ایک مدت تک میں صوفیاء کے پاس رہا، ان کی صحبت سے مجھے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ: ''اَلْوَقْتُ سَيْفٌ اِقْطَعْهُ وَاِلَّا قَطَعَكَ''. ''وقت تلوار کی مانند ہے آپ اس کو (کسی عمل میں) کاٹیے، ورنہ (حسرتوں میں مشغول کر کے) وہ آپ کو کاٹ ڈالے گا''۔

اور دوسرے یہ کہ ’’اپنے نفس کی حفاظت کریں؛ کیوں کہ اگر آپ نے اسے اچھے کام میں مشغول نہ رکھا تو وہ آپ کو کسی برے کام میں مشغول کردے گا‘‘۔

(الرسالة القشيرية:٢/٥٦٢،قيمة الزمن :٢٥)

اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے ذمہ کام بہت زیادہ ہیں اور وقت بہت مختصر، انسان کا مستقبل موہوم ہے، اس کا حال ثبات سے خالی ہے اور اس کا ماضی اس کی قدرت سے باہر ہے، جس نے حال سے فائدہ اُٹھایا، طلب ومحنت جاری رکھی اور اپنی دنیا آپ زندوں میں پیدا کی، اس کے دامن نصیب میں تو کچھ آجاتا ہے، ورنہ اس گردش کی تنگیٔ داماں کا کوئی علاج نہیں ہے، نہ یہ کسی کی خاطر رُکتی ہے اور نہ گزر جانے کے بعد واپس لائی جاسکتی ہے، شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے کتنی خوبصورتی سے زمانہ کی حقیقت، اس کی بے وفائی اور بے نیازی کے چہرہ سے نقاب کشائی کی ہے:

جو تھا نہیں ہے، جو ہے، نہ ہوگا، یہی ایک حرفِ محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی، اسی کا مشتاق ہے زمانہ

آگے زمانہ کی کیفیت خود اس کی زبانی پیش کی گئی ہے:

مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز وشب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم وراہ مری
کسی کا راکب، کسی کا مرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ
نہ تھا اگر تو شریک محفل، قصور تیرا ہے یا کہ میرا

مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

## ہر کام کے لیے مناسب وقت کا انتخاب:

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ حلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وقت کے سلسلے میں جس چیز کو مدِّ نظر رکھنا ہے، وہ یہ ہے کہ علمی کام کو اس کے مناسب وقت میں کیا جائے۔ بہت سے علمی کام ایسے ہیں، جن کا کرنا آسان ہے، ہر کوئی ہر وقت ان کو انجام دے سکتا، مثلاً: کتابوں کی نقل، ہلکا پھلکا مطالعہ، سرسری عبارت خوانی وغیرہ، یہ سب ایسے کام ہیں کہ ان کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ذہن خالی اور پورے طور پر بیدار ہو اور باریک بینی اور گہرائی کے ساتھ غور وخوض کی ضرورت ہو۔

بہت سے علمی کام وہ ہیں، جن کو پورے طور پر اس وقت تک انجام نہیں دیا جا سکتا، جب تک کہ ان کے لیے ایسے اوقات کا انتخاب نہ کیا جائے، جن میں ذہن خالی اور طبیعت ان کی انجام دہی پر منشرح ہو، ان میں برکتوں اور انوارِ الٰہی کا نزول ہوتا ہو؛ جیسا کہ اخیر شب کی گھڑیاں اور صبح کی ساعات، رات کے پرسکون لمحات، اطمینان بخش جگہ اور مکمل فراغت کے اوقات۔

اس لیے مشکل اور پیچیدہ مباحث کے حل کے لیے، نیز الجھے ہوئے مسائل کی تنقیح، دشوار گزار تحریفات کی تصحیح، دقیق ومبہم عبارتوں کی گرہ کشائی اور قابلِ حفظ نصوص کو یاد کرنے جیسے اُمور کے لیے ان خوش گوار ساعتوں اور متبرک اوقات سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

(قيمة الزمن :......)

## وقت کو کیسے کار آمد بنایا جائے:

وقت کی حفاظت اور اس کو کارآمد بنانے کے لیے تحصیلِ علم کی صلاحیت واستعداد رکھنے والے طلباء کے اوصاف بیان کرتے ہوئے زمانۂ قدیم کے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ: طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ زود نویس ہو، پڑھنے میں تیز رفتار ہو؛ تاکہ کم وقت میں اپنے اساتذہ کی خدمت میں آجاسکے اور دوسرے امور کے لیے وقت کو بچاسکے، نیز اس بچے ہوے وقت میں مزید علم حاصل کرسکے۔ یہ اوصاف، بلاشبہ کم سے کم مدت میں زیادہ سے زیادہ علم کے حصول اور اساتذہ سے استفادے میں معاون ومددگار ہیں۔ میں ایک چوتھے وصف کا اور اضافہ کرتا ہوں، وہ یہ کہ طالبِ علم جلد کھانے والا بھی ہو، اگر وہ اس کو ملحوظ نہیں رکھے گا اور کھانے میں دیر لگائے گا، تو مذکورہ بالا تینوں اوصاف کے نتیجے میں جو وقت اس کو بہم پہنچا ہے؛ وہ سب کھانے کی نذر ہو جائے گا۔ پھر یہ سمجھئے کہ اس نے نہ اپنے وقت کو کارآمد بنایا اور نہ یہ سمجھا کہ مذکورہ نصیحت پر صحیح طور پر کس طرح عمل کیا جائے۔ (ذیل طبقات الحنابلہ ۵۹/۱: ،الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ۱۰۹/۱ ،قیمۃ الزمن: ......)

## وقت کو کارآمد بنانے کے لیے طالبِ علم کیا کرے؟

امام جلال الدین سیوطیؒ نے وقت کو کارآمد بنانے کے لیے چلنے اور لکھنے میں سرعت کے ساتھ ساتھ کھانے میں بھی جلدی سے کام لینے کی طرف اپنے دو بہت پیارے شعروں میں اشارہ کیا ہے:

حَدَّثَنَا شَيُخُنَا الْكِنَانِيُ عَنُ أَبِهِ صَاحِبِ الْخِطَابَةِ

أَسُرِعُ أَخَا الْعِلُمِ فِيُ ثَلَاثٍ اَلْأَكُلِ وَالْمَشْيِ وَالْكِتَابَةِ

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ للغزي: ۲۲۹/۱ ،قیمۃ الزمن: ۲۰۳ محقق ومفصل)

یعنی ہمارے کنانی شیخ (قاضی القضاۃ عزالدین احمد ابن ابراہیم مصریؒ) نے اپنے والد ماجد کے حوالے سے؛ جو کہ اپنے وقت کے خطیب تھے، یہ نصیحت ذکر کی ہے کہ: طالب علم کو تین چیزوں میں سرعت (جلدی) سے کام لینا چاہیے: کھانے، چلنے اور لکھنے میں۔

## گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں:

برادرِ گرامی! آپ کا فریضہ ہے کہ آپ اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں؛ کیونکہ آپ کو میسر وقت ایسا گریزپا ہے، جو جانے کے بعد واپس آنے والا ہے، نہ اس کی تجدید ممکن ہے، علامہ سیوطی علیہ الرحمہ ہی کا شعر ہے:

مَا مَضٰی فَاتَ وَالْمُؤَمَّلُ غَیبٌ وَلَکَ السَّاعَۃُ الَّتِیْ أَنْتَ فِیْہَا

(قیمة الزمن عند العلماء:۲۰۸، مفصل)

جو گذر گیا، ختم ہو گیا اور جس کا انتظار ہے، وہ پردۂ غیب میں ہے، تیرا تو وہ وقت ہے، جس میں تو سانس لے رہا ہے۔ بقولِ شاعر:

گزر گیا ہے جو عہد عشرت، نہ کر تو نادان اس کی حسرت
تو قدر اس کی سمجھ غنیمت، جو وقت پیش نگاہ اب ہے

آپ عالم ہوں یا متعلّم، مصنف ہوں یا مطالعے کے شوقین، سامع ہوں یا قاری، عابد ہوں یا زاہد؛ اپنے آپ کو اور اپنے کام اور اوقات کو منظّم کر کے وقت کو کارآمد بنانے اور اس سے استفادہ کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیے، وقت کو برباد کر کے اپنے اوپر ظلم نہ کیجیے، اپنی زندگی کے لمحوں اور اپنے وجود کی گھڑیوں کو ضائع نہ کیجیے، نہ اپنے کو دھوکا دیجیے اور نہ دھوکہ کھائیے کہ آرام طلبی اور کاہلی آپ کے یہاں پسند کی جانے لگے اور

کمالات اور مقام عالی کے حصول سے آپ کی دلچسپی ختم ہو جائے۔

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمہ اپنے بیٹے کے نام ایک نصیحت آمیز اور شفقت سے لبریز خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''کمالات کے حصول سے گریز، زندگی کا بدترین پہلو ہے اور راحت پسندی موجب ندامت ہے، جو ہر لطف و لذت کو ختم کر دیتی ہے؛ اس لیے شعور اور آگہی کے ساتھ جفاکشی کی راہ اختیار کرو، گذشتہ کوتاہیوں پر شرم سار رہو، اربابِ فضل و کمال کی صف میں شامل ہونے کے لیے اس وقت تک محنت کرتے رہو، جب تک تمہارے وقت میں گنجائش ہے اور شاخِ زندگی کو سینچتے رہو، جب تک وہ ہری ہے، زندگی کی ان ساعتوں کو پیشِ نظر رکھو، جو ضائع ہو گئیں، وہ عبرت پذیری اور نصیحت آموزی کے لیے کافی ہیں۔ سستی اور کاہلی کی لذت اُن میں ختم ہو گئی اور مراتبِ کمال ہاتھ سے نکل گئے!''

بعض اوقات عزائم اور حوصلے پست ہو جاتے ہیں؛ لیکن اگر ان کو مہمیز کیا جائے ،تو بلند بھی ہو جاتے ہیں، ہمتوں کا جمود، ان کی دناءت اور پستی کی دلیل ہے؛ ورنہ اگر ہمتیں بلند ہوں، تو وہ دناءت اور پستی پر کبھی راضی نہیں ہو سکتیں:

اِذَامَاعَلاَ الْمَرْءُ رَامَ الْعُلاَ وَيَقْنَعُ بِالدُّوْنِ مَنْ كَانَ دُوْنَا

یعنی جب انسان بلند ہوتا ہے، تو اس کے عزائم بھی بلند ہوتے ہیں اور جو معمولی ہوتا ہے، وہ کمتر شے پر راضی ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیے کہ فضائل و کمالات کا حصول، محنت پیشہ طبیعت اور سرگرمِ عمل لوگوں کی آخری منزل ہوتی ہے۔ پھر فضائل و کمالات میں بھی تفاوت ہے، کسی

کی نظر میں زہد اور ترکِ دنیا کمال ہے اور کسی کی نظر میں عبادت وریاضت اس کی زندگی کی معراج ہے۔(لفتة الكبد في نصيحة الولد:...،قيمة الزمن:.....)

## وقت سے استفادے کے معاملے میں سب سے اہم چیز:

وقت سے استفادہ کے معاملے میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اپنے اعمال کو منظّم اور مرتب کرلیا جائے۔بے فائدہ مجلسوں سے گریز اور ہر لایعنی چیز سے پرہیز کیا جائے۔ذہین وفطین اور وقت کے قدر شناس لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے،ایسے یکتائے روزگار علماء کے حالات کو مطالعے میں رکھا جائے،جن کے تذکرے جذبۂ شوق اور جوشِ عمل میں تحریک اور تیزی پیدا کرتے ہیں،علمی کاموں میں وقت کے کارآمد ہونے کی حلاوت ولذت کا احساس بہم پہنچایا جائے۔کتب بینی،علم ومعرفت میں اضافے کی خواہش اور معلومات کی تنقیح بیش از بیش دلچسپی پیدا کی جائے۔یہ تمام چیزیں وقت کی اہمیت کو باور کرانے والی اور اس کی حفاظت کی روح پھونکنے والی ہیں اور اس جذبے کی محرک ہیں،جس سے انسان اپنے وقت کو ضائع کرنے کے بجائے،اس کو مفید وبارآور بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

(قيمة الزمن:٢٣١،بعناية سلمان بن عبد الفتاح)

## وقت ہی زندگی ہے:

ناصحِ ملت مرشدِ قوم شیخ حسن البناء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جس نے وقت کے حق کو پہچان لیا،اس نے زندگی (کے راز) کو پالیا؛زندگی وقت ہی سے عبارت ہے۔(.....)

"وفیات الأعیان" میں اپنے وقت کے فقیہ اور شاعر وادیب عُمارہ یمنیؒ

(متوفی:۵۶۹ھ) کے تذکرے میں خود ان کا قصیدہ مذکور ہے، جس کے دو شعر یہ ہیں:

إِذَا كَانَ رَأْسُ الْمَالِ عُمْرَكَ فَاحْتَرِزْ عَلَيْهِ مِنَ الْإِنْفَاقِ فِي غَيْرِ وَاجِبِ

فَبَيْنَ اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالصُّبْحِ مَعْرَكٌ يَكُرُّ عَلَيْنَا جَيْشُهُ بِالْعَجَائِبِ

(وفيات الأعيان لابن خلكان: ۱/ ۳۷۷)

یعنی اگر تیری زندگی کی حیثیت رأس المال کی ہے، تو اس کو بے محل اور غیر ضروری چیز میں صرف کرنے سے اجتناب کر۔ صبح وشام کی گردش ایک میدانِ کارزار ہے، جس کا لشکر، حیرت انگیز اسلحوں کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوتا ہے۔

شاعرِ مصر احمد شوقی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

دَقَّاتُ قَلْبِ الْمَرْءِ قَائِلَةٌ لَهُ إِنَّ الْحَيَاةَ دَقَائِقٌ وَّثَوَانِ

فَارْفَعْ لِنَفْسِكَ بَعْدَ مَوْتِكَ ذِكْرَهَا فَالذِّكْرُ لِلْإِنْسَانِ عُمْرٌ ثَانِي

(قيمة الزمن عند العماء: ۲۳۱)

یعنی انسان کے دل کی دھڑکنیں اس سے کہہ رہی ہیں کہ: تیری زندگی چند ساعتوں کا نام ہے، اپنے آپ کو مرنے کے بعد ذکرِ خیر کے قابل بنا لے؛ کیونکہ موت کے بعد انسان کا ذکرِ خیر ہی اس کی حیاتِ ثانیہ ہے۔

## دورِ حاضر کے طلباء اور آرام طلبی:

افسوس کی بات ہے کہ آج کے دور میں طلبائے علم کی صفوں میں ذہنی کسل مندی پھیلی ہوئی ہے، جفاکشی اور تندہی کے بجائے راحت طلبی اور تن آسانی کا دور دورہ ہے، خوش عیشی اور لایعنی چیزوں کا حصول ان کی زندگی کے مقاصد میں داخل ہو گیا ہے، لذت

دنیا سے شیفتگی اور لطف اندوزی ان کا حاصلِ زندگی ہے، ان کے پاس نہ سبق پڑھنے کے لیے وقت ہے، نہ تحصیلِ علم اور کتب بینی کی فرصت۔ اس طرح کے طلباء امام احمد ابن فارس رازیؒ (ولادت: ۳۲۹ھ، وفات: ۳۹۵ھ) کے درج ذیل شعروں کے مصداق ہیں:

إِذَا كَانَ يُؤْذِيكَ حَرُّ الْمَصِيفِ ۔۔۔ وَيُبْسُ الْخَرِيفِ وَبَرْدُ الشِّتَا

وَيُلْهِيكَ حُسْنُ زَمَانِ الرَّبِيعِ ۔۔۔ فَأَخْذُكَ لِلْعِلْمِ قُلْ لِي مَتٰى؟

(قيمة الزمن: ٢٣٨)

یعنی جب موسمِ گرما کی گرمی، خزاں کی خشکی اور موسمِ سرما کی ٹھنڈک آپ کے لیے باعثِ اذیت ہو، موسم بہار کی دل فریبی آپ کو غفلت کی دعوت دے رہی ہو، تو مجھے بتایئے، آپ کے علم حاصل کرنے کا وقت کب ہوگا؟

### علامہ محمود شکری آلوسیؒ:

علامہ ابوالمعالی محمود شکری آلوسی بغدادیؒ (متوفی: ۱۳۴۲ھ) حفاظتِ وقت اور محنت و جفاکشی میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ گرمی کی شدت ان کو تدریس سے نہیں روک سکتی تھی اور نہ موسمِ سرما کی ٹھنڈک کی زیادتی سبق میں تاخیر کا باعث بنتی تھی۔ ان کے تلامذہ کو سبق کے مقررہ وقت سے اگر تاخیر ہو جاتی، تو عام طور پر ان کو استاذِ محترم کی سرزنش کا سامنا کرنا پڑتا۔

ان کے شاگردِ رشید علامہ بہجۃ الاثریؒ کا بیان ہے: مجھے یاد آتا ہے کہ ایک روز تیز ہوا کے ساتھ زوروں کی بارش ہو رہی تھی، کیچڑ بھی بہت زیادہ تھی، مجھے خیال ہوا کہ حضرت الاستاذ تشریف نہیں لائیں گے؛ اس لیے میں اُس روز مدرسے سے غیر حاضر رہا، جب

دوسرے دن سبق میں جا کر شریک ہوا، تو حضرت غضب آلود لہجے میں فرمانے لگے۔ مصرع

وَلَاخَیْرَ فِیْمَنْ عَاقَهُ الْحَرُّ وَالْبَرْدُ.

(اتحاف الأمجاد فيما يصح به الاستشهاد:١٥)

یعنی جس شخص کی راہ میں گرمی یا سردی رکاوٹ ڈال دے، اس میں کوئی خیر نہیں۔

یعنی عزتِ نفس اور عیش و آرام طلبی کے ساتھ علم نہیں آتا، علم تو مصائب و مشاکل ، دشوار ترین اوقات جھیلنے سے آتا ہے۔

# طلباءِ عزیز کے لیے محنت

## اور وقت کی قدر شناسی کی معنویت

طالبِ علم کو چاہیے کہ اچھی طرح محنت کرے، اپنے اوقات کو ضائع نہ کرے، علم حاصل کرنے میں ہرگز سستی اور کاہلی سے کام نہ لے؛ کیونکہ کاہلی علم سے محرومی کا باعث ہوگی۔

اسلاف واکابر کی زندگی پر غور کرے کہ انہوں نے کیسی محنت کی ہے۔

علامہ زرنوجی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قرآن پاک میں ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.﴾ (جن لوگوں نے ہمارے لیے جدوجہد کی، تو ضرور ہم ان کو سیدھی راہ دکھلائیں گے) دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿يٰيَحْيٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾ (اے یحیٰ! کتاب کو نہایت قوت کے ساتھ لے) عربی کا مقولہ ہے: "مَنْ طَلَبَ شَيْئًا وَجَدَّ وَجَدَ" (جو شخص کسی چیز کا طالب ہے اور اس کے لیے کوشش بھی کرتا ہے، تو اپنی کوشش کے مطابق اس کو ضرور پالے گا۔) مَنْ قَرَعَ الْبَابَ وَلَجَّ وَلَجَ (جس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اہتمام کیا، وہ ضرور (اس میں) داخل ہو جائے گا۔)

علامہ برہان الدین زرنوجی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

عالی مرتبت شیخ امام استاذ سدید الدین شیرازی علیہ الرحمہ نے امام شافعیؒ کے یہ اشعار مجھے سنائے:

اَلْجِدُّ يُدْنِيْ كُلَّ اَمْرٍ شَاسِعٍ      وَالْجِدُّ يَفْتَحُ كُلَّ بَابٍ مُغْلَقٍ

(محنت ہر دور دراز کی چیز کو قریب کر دیتی ہے، اور محنت ہر بند دروازے کو کوشش کے بعد کھول دیتی ہے۔)

موقع ومحل کی مناسبت سے مقصود تو یہ ایک شعر ہی ذکر کرنا تھا، مگر چونکہ بعد کے اور تین اشعار میں بھی بڑی حکمت ونصیحت کی باتیں ہیں، لہٰذا افادۂ عام کی غرض سے ان کو بھی ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

وَ أَحَقُّ خَلْقِ اللّٰهِ بِالْهَمِّ امْرَؤٌ ذُوْهِمَّةٍ يُبْلٰى بِعَيْشٍ ضَيِّقٍ

وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلَى الْقَضَاءِ وَحُكْمِهٖ بُؤْسُ اللَّبِيْبِ وَطِيْبُ عَيْشِ الْاَحْمَقِ

وَلٰكِنْ مَنْ رُزِقَ الْحِجٰى حُرِمَ الْغِنٰى ضِدَّانِ يَفْتَرِقَانِ أَيَّ تَفَرُّقِ

(مخلوقِ الٰہی میں رنج وغم کا زیادہ حق دار وہ بلند ہمت انسان ہے، جو بدحالی اور مفلسی کی زندگی کی آزمائش میں ہو۔ فیصلۂ الٰہی اور حکمِ خداوندی ہی کی دلیل ہے، عقل وخرد مند انسان کی زبوں حالی وتنگ حالی زندگی اور احمق وبے وقوف لوگوں کی خوش حال زندگی ۔لیکن جس شخص کو عقل ودانش مندی عطا کردی گئی وہ مال ودولت سے محروم رہ گیا، یہ دونوں کس طرح ایک دوسرے کی ضد اور خلاف ہیں۔)

ایک شاعر کہتا ہے:

تَمَنَّيْتَ أَنْ تُمْسِيْ فَقِيْهًا مُنَاظِرًا بِغَيْرِ عَنَاءٍ فَالْجُنُوْنُ فُنُوْنُ

وَلَيْسَ اكْتِسَابُ الْمَالِ دُوْنَ مَشَقَّةٍ تَحَمَّلُهَا فَالْعِلْمُ كَيْفَ يَكُوْنُ

(اگر تمہاری خواہش ہے کہ بغیر تکلیف اور مشقت کے عالم فاضل بن جاؤ، تو یہ

پاگل پن اور جنون ہے؛ کیونکہ جب مال ودولت کا حصول بغیر مشقت کیے نہیں ہوتا، تو پھر علم جواس سے بدرجہا بلند ہے، اس کا حصول بلا مشقت کے کیسے ہوسکتا ہے؟)۔

ایک بزرگ کا مقولہ ہے:"العلم لایعطیك بعضه حتی تعطیه كلك"۔(علم تم کو اپنا ایک حصہ بھی نہیں دے سکتا ہے؛ جب تک کہ تم پورے طور اپنے کو اس کے حوالہ نہ کردو۔)

شیخ الاسلام انصاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:"هذاالشان شأن من ليس له شان سوی هذاالشأن"۔(یعنی طلب علم ان جواں مردوں کا کام ہے، جن کو مقصود بالذات یہی کام ہو۔)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردِ رشید امام ابویوسفؒ سے فرمایا کہ: تم بہت کند ذہن تھے؛ مگر تمہاری کوشش اور مداومت نے تمہیں آگے بڑھادیا۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی علیہ الرحمہ کا حال ''بستان المحدثین'' میں لکھا ہے کہ: ان کے ماموں امام مزنی علیہ الرحمہ نے ان کو کند ذہن ہونے کی عار دلائی اور کہا: اللہ کی قسم! تجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا، امام طحاوی، ابوجعفر بن ابی عمران حنفی علیہ الرحمہ کے درس میں شریک ہوگئے اور بڑی محنت سے علم حاصل کیا اور فقہ میں بڑی مہارت حاصل کی، دنیا نے پھر اس کند ذہن کو امام تسلیم کیا، محنت کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

محنت کے سلسلے میں اُمورِ ذیل کا لحاظ ضروری ہے:

(۱) محنت سلیقہ کے ساتھ کرے۔

اپنے چوبیس (۲۴) گھنٹے کا نظام الاوقات بنائے۔ اسی ترتیب کے موافق ہر کام اپنے وقت پر کرتا رہے اور ہمیشہ اس کو نبھائے؛ چونکہ اس زمانہ میں عام طور سے ہم لوگ

امراض اور ضعف کا شکار رہتے ہیں ؛اس لیے چھ(۶) گھنٹے ضرور سولیا کریں، کتابیں بغیر مطالعہ کے (استاذ سے) پڑھنے کی جرأت نہ کریں اور درس میں پابندی اور کامل توجہ کے ساتھ رہنا تو علم حاصل ہونے کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہے، اگر مہمانوں کی ضیافت یا دوسری خرافات میں مشغول رہا اور حاضری میں کوتاہیاں کیں یا حاضر ہوکر دوسری چیزوں میں مشغول رہا اور توجہ سے کام نہ لیا، تو سند تو مل سکتی ہے ؛مگر حصولِ علم دشوار تر ہے ؛ کیونکہ بے توجہی استاذ کو محسوس ہوے بغیر نہ رہے گی، خواہ وہ کہے یا نہ کہے، اس کے دل میں تمہاری طرف سے بے توجہی آ ہی جائے گی اور یہی فیضانِ علم کے انسداد کا سبب ہے۔

حضرت اقدس امام شافعی علیہ الرحمہ کے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ :جب وہ امام مالک علیہ الرحمہ کے درسِ مؤطا میں پہلی مرتبہ شریک ہوے، تو کوئی قلم دوات نہیں تھی، اس لیے فرش سے تنکا اُٹھا کر اسے آبِ دہن سے تر کرکے اپنے ہاتھوں پر لکھتے تھے، اس درس سے فراغت پر امام مالک علیہ الرحمہ نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کو اپنے پاس بلا کر کچھ باتیں ان سے پوچھیں، امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس کے بہترین جوابات دیے، جن سے خوش ہوکر امام مالک علیہ الرحمہ نے تعریف کرتے ہوے فرمایا کہ :تم میں بڑی خوبیاں ہیں ؛مگر اس کے ساتھ ایک بے ادبی بھی ہے۔امام شافعیؒ نے پوچھا کہ :بتائیں وہ کیا بے ادبی ہے؟ فرمایا کہ: میں احادیثِ نبوی بیان کر رہا تھا اور تم تنکے سے کھیل رہے تھے (میں نے صرف اس جملے کی خاطر اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔) امام شافعیؒ نے عذر فرمایا کہ: حضرت! قلم دوات تھی نہیں، اور احادیثِ نبوی لکھنی تھی ؛اس لیے میں اس طریقے سے ہاتھ پر لکھ رہا تھا۔(اس میں امام شافعیؒ کے شوقِ طلب کو ملاحظہ فرمایئے) امام مالک رحمہ اللہ نے

امام شافعی علیہ الرحمہ کا ہاتھ دیکھ کر فرمایا کہ: کہاں لکھا ہے؟ جواب دیا کہ: حضرت! آبِ دہن خشک ہوگیا؛ مگر احادیث مجھے یاد ہوگئی ہیں، امام مالکؒ نے فرمایا کہ: اچھا! پڑھو۔ امام شافعیؒ نے اس درس کی چالیس حدیثیں پڑھ کر سنادیں، اس پر امام مالکؒ ان کو اپنا مہمانِ خاص بنا کر گھر لے گئے اور کئی دنوں تک مہمان رکھا اور اور علمی مذاکرہ فرماتے رہے؛ لہٰذا طالبِ علم کو چاہیے کہ حالتِ درس میں ہرگز غافل نہ ہوں؛ بلکہ توجہ تام سے سننے میں مشغول رہے، اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، یا کوئی اشکال ذہن میں پیدا ہو، تو بہت احترام سے نرم الفاظ میں اسی وقت یا درس کے بعد استاذ سے پوچھ لے، پوچھنے میں غفلت کرنا بھی محرومی کا سبب بن جایا کرتا ہے، حاصل یہ ہے کہ طالبِ علم کے لیے تین باتیں ضروری ہیں، کتاب سمجھنے کے لیے سب سے پہلے مطالعہ کرنا، کوشش یہ ہو کہ کتاب کی عبارت کا تلفظ اور اس کا ترجمہ اور کسی درجہ میں اس کا مطلب آجائے۔ اس مطالعہ کی تھوڑی سی زحمت پر کتاب کا سمجھنا اس قدر آسان ہوجائے گا کہ اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ علم کی قدر وعظمت اور استاذ کی وقعت قلب میں راسخ ہوتی ہے کہ میں نے رات کو اتنی دماغ پاشی کی؛ مگر سمجھ نہ سکا، استاذ نے کس سلیقہ سے سمجھادیا۔

(۲) مطالعہ کے بعد درس میں جسم وجان سے حاضر رہنا اور استاذ کی طرف متوجہ رہنا یہ تعلیم کی روح ہے۔ آج کل تو درس میں حاضری ہی کا اہتمام نہیں اور اگر اہتمام کیا، تو اکثر جسم کی حاضری ہوتی ہے؛ مگر روح غائب، درس میں بے رخی اور بے ادبی محرومی اور بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

(۳) سبق سے فارغ ہوکر پھر اس کا دیکھ لینا بھی بہت ضروری ہے؛ ورنہ بعض

مرتبہ وہ مضمون ذہن سے نکل جاتا ہے اور دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

احادیث میں وارد ہے کہ: نبی کریم ﷺ بارہا ایک بات کو تین مرتبہ فرمایا کرتے تھے، ہم کم سے کم اس طرح تثلیث پر عمل کرلیں کہ ایک مطالعہ، دوسرا اسماع اور تیسرا تکرار۔ تکرار حصولِ علم کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ اگر تکرار کے ساتھ کچھ سمجھ دار ہوے، تو اس سے بولنا اور سمجھنا، سمجھانا آئے گا، پڑھانے کا سلیقہ حاصل ہوگا، زبان صاف ہوگی۔

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی علیہ الرحمہ کا قصہ سنا ہے کہ: انہوں نے ایک طالب علم کو جو کنز الدقائق پڑھتا تھا اور مولانا کی نگرانی میں تھا، اس سے پوچھا کہ: کنز کا تکرار کیا یا نہیں؟ اس نے عرض کیا: جی! ہاں حضرت تکرار کیا۔ پوچھا: کتنی مرتبہ؟ اس نے کہا: تین مرتبہ۔ مولانا نے فرمایا: واہ ماشاء اللہ! آپ تو بہت ذہین ہیں، ہم نے تو اپنے پڑھنے کے زمانے میں کنز کا اکیس (۲۱) مرتبہ تکرار کیا اور ہر مرتبہ نئی نئی بات سمجھ میں آتی تھی۔

اب ہم اپنے گریبان میں منھ ڈال کر اپنا حال دیکھیں، ہمیں تو کتاب دیکھنے کی بھی فرصت نہیں۔(آداب المتعلمین)

## متقدمین علماء کے یہاں وقت کی قدر و قیمت

ہمارے اسلاف، اکابر و مشائخ، متقدمین علماء اور عمر عزیز کی قدر و منزلت اور اوقات کی قیمت جاننے والے حضرات اپنے اوقات و لمحات کو ضائع کرنے سے حد درجہ احتیاط کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مختصر زندگیوں میں وہ نا قابل فراموش کارہائے نمایاں انجام دیے کہ جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، احقر مناسب سمجھتا ہے ان قدسی صفات حضرات میں سے چند کی قدر دانیٔ وقت کی کچھ جھلکیاں آپ کی خدمت میں بھی پیش کی جائیں۔

حضرت فُضیل بن عیاض علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں کہ جو ہفتے بھر کے اندر ہونے والی گفتگو کا محاسبہ کرتے ہیں۔(قيمة الزمن)

بعض لوگ ایک بزرگ عالم کے یہاں بغرض ملاقات گئے، ملاقات کے بعد عرض کیا کہ: شاید ہم نے آپ کا وقت ضائع کیا؟ انہوں نے فرمایا: سچ بات یہ ہے کہ میں مطالعے میں مشغول تھا، آپ لوگوں کی خاطر میں نے کتاب ہاتھ سے رکھ دی۔

ایک عابد سَرِّی سَقَطی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر فرمایا: اچھا! بے کار اور نا کارہ لوگوں کی پناہ گاہ بنے ہوئے ہو۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہو گئے اور وہاں نہیں بیٹھے۔

بات بھی صحیح ہے، کہ جب صاحبِ خانہ خود نرم پہلو رکھے گا، تو زائرین کو دیر تک بیٹھنے کا موقع فراہم ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ان کی اذیت سے محفوظ نہیں رہے گا۔

حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ کے متعلق منقول ہے کہ کچھ لوگ ان کے یہاں دیر

تک بیٹھے رہے، انہوں نے فرمایا: سورج کو چلانے پر مقرر فرشتہ، ڈھیلا نہیں پڑا، آخر تم کب اُٹھو گے؟۔(قيمة الزمن :....)

اسلاف واکابر کے یہاں وقت کی حفاظت کے سلسلے میں عجیب وغریب حال تھا۔

حضرت داؤ دطائی علیہ الرحمہ روٹیوں کا چورا پھانک لیتے اور فرماتے کہ: روٹی کھانے کے بجائے چورا پھانکنے میں پچاس آیتوں کی تلاوت کا موقع مزید مل جاتا ہے۔

حضرت عثمان باقلاوی علیہ الرحمہ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے۔فرماتے کہ: افطار کے وقت، ترکِ ذکر اور مشغولیتِ طعام کی وجہ سے مجھے ایسا لگتا ہے، جیسے میری جان نکل رہی ہو۔

بعض حضرات اپنے شاگردوں کو نصیحت فرماتے کہ: مجلس سے نکل کر متفرق طور پر چلو؛ شاید تم میں سے کوئی راستے میں تلاوت کرتا ہو، جب تم ایک ساتھ چلو گے، تو باتیں کرو گے۔

الغرض، اتنی عظیم چیز ہے کہ اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دینا چاہیے۔

صحیح حدیث میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص "سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" کہتا ہے، تو جنت میں اس کے لیے کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔(سنن الترمذي:٥/١١ ٥،مستدركِ حاكم :١/١ ٠ ٥)

انسان! کتنی ہی گھڑیاں بے دردی کے ساتھ ضائع کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ ان کے عظیم ثواب سے محروم رہ جاتا ہے، زندگی کے یہ ایام کھیتی کی طرح ہیں، کیا کوئی صاحبِ عقل وتمیز، ان میں تخم ریزی میں توقف کرے گا، یا ان سے تغافل برتے گا؟۔(أهمية الوقت:٨٤)

## وقت کو کارآمد کیسے بنایا جائے؟

وہ اُمور، جو وقت سے فائدہ اُٹھانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں، یہ ہیں کہ انسان

جہاں تک ہو سکے، تنہائی اور خلوت نشینی اختیار کرے، زائرین سے سلام پر اکتفا کرے، اہم ضرورت ہو، تو بس اس کو پیش کردے، کم کھائے؛ کیونکہ بسیار خوری نیند کی زیادتی اور رات کی زیاں کاری کا باعث ہے۔ اسلاف کے حالات سے واقف کار شخص میری ان باتوں کا بخوبی ادراک کرسکتا ہے۔(صید الخاطر :.......)

## اسلاف کی بلند ہمتی اور تصنیف وتالیف میں ان کی برتری:

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

متقدمین علماء کی ہمتیں بلند تھیں، جیسا کہ ان کی تصانیف سے اندازہ ہوتا ہے، جوان کی زندگی کا حاصل اور نچوڑ ہیں۔ افسوس! ان کی بیشتر تصانیف ضائع ہوگئیں؛ اس لیے کہ بعد میں آنے والے طلبہ کی ہمتیں پست اور حوصلے جواب دے گئے، ان کو مختصرات کی تلاش رہی۔ وہ مطولات کے مطالعے سے گریز کرتے اور ان سے استفادے کا حوصلہ اپنے اندر نہ پاتے تھے۔ بعد میں تو یہ حال ہوگیا کہ صرف ان کتابوں پر اکتفا کیا جانے لگا، جن کا تعلق درس وتدریس سے تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متقدمین کی کتابیں ناپید ہوتی چلی گئیں اور ان کی نقلیں تیار نہ کی جاسکیں۔

علم میں کمال حاصل کرنے والوں کا طریقہ تو یہ ہونا چاہیے کہ پہلے لوگوں کی تصانیف کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان کا برابر مطالعہ جاری رکھا جائے ۔مطالعے کے دوران ان کی اولوالعزمیوں اور حوصلہ مندیوں کے ایسے نمونے سامنے آئیں گے، جو پڑھنے والوں کی طبیعتوں کو تیز اور محنت کے لیے ان کے عزائم اور ارادوں کو مہمیز کریں گے۔ یاد رکھو! کسی بھی کتاب کا مطالعہ فائدے سے خالی نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کی

زندگی سے اللہ کی پناہ جن کے ساتھ ہمارا رہنا سہنا ہے! ان میں کوئی بھی باہمت نظر نہیں آتا، جسے دیکھ کر نئے لوگوں میں کچھ کرنے کا عزم اور ولولہ پیدا ہو۔ ان میں کوئی صاحبِ ورع وتقویٰ بھی نہیں، جس سے زہد وتقوے کی طرف مائل طبیعتیں استفادہ کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ ہمیں متقدمین کے تذکرے، ان کی تصانیف اور حالات کا مطالعہ کرنا چاہیے، ان کی کتابوں کا کثرت سے مطالعہ بھی ان کی زیارت کا درجہ رکھتا ہے:

فَاتَنِيْ اَنْ أَرَى الدِّيَارَ بِطَرْفِي　　　فَلَعَلِّي أَرَى الدِّيَارَ بِسَمْعِي

یعنی مجھ سے یہ تو نہ ہوسکا کہ میں بچشمِ خود دیارِ محبوب کو دیکھ سکوں، ہاں! اب اپنے کانوں سے دیارِ محبوب کی باتیں سن کر شاید ایک گونہ مشاہدہ ہوجائے۔

ابن الجوزی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

میں تمھیں اپنا حال بتاتا ہوں: میری طبیعت مطالعے سے کبھی سیر نہیں ہوتی، جب کوئی ایسی نئی کتاب میرے ہاتھ لگ جاتی ہے، جو میرے مطالعے میں نہ آسکی تھی، تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں نے کوئی بڑا خزانہ پالیا ہے۔ میں نے ''مدرسہ نظامیہ'' بغداد کی موقوفہ کتابوں کی فہرست دیکھی ہے، جو چھ ہزار کتابوں پر مشتمل تھی، اور ان تمام کتابوں کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ، شیخ حمیدیؒ، شیخ عبد الوہاب انماطیؒ، ابن ناصر اور ابومحمد خشّابؒ کی کتابوں کی فہرست، میری نظر سے گزری ہے اور ان سب کی کتابوں کو میں نے پڑھا ہے جو کافی تعداد میں تھیں۔ ان کے علاوہ بھی مجھے جو کتابیں دستیاب ہوسکیں، سب کا مطالعہ کرتا رہا، اگر میں یوں کہوں کہ: زمانۂ طالب علمی میں، میں نے بیس (۲۰) ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، تو غلط نہ ہوگا؛ بلکہ یہ تعداد اس سے زیادہ ہی ہوگی اور ابھی بھی

میری تشنگی باقی ہے اور میں کتابوں کا متلاشی ہوں۔

مجھے ان کتابوں کے مطالعے سے سلف کے حالات واخلاق، ان کی عالی ہمتی، قوتِ حافظہ، ذوقِ عبادت، اور نادر علوم کا ایسا اندازہ ہوا، جو ان کتابوں کے مطالعے کے بغیر نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی اور دورِ حاضر کے طلبۂ علم کی کم ہمتی مجھ پر منکشف ہوگئی، **وللّٰہ الحمد علی ذلك**۔(صيد الخاطر :.......)

# مدارس، طالبِ علم، معلم، اور کتاب وغیرہ کے آداب

## ﴿مدارس کے آداب﴾

(۱) تعلیم وتربیت کے لحاظ سے عمدہ سے عمدہ مدرسے کا انتخاب کرنا۔

(۲) بلاوجہ مدرسہ نہ بدلنا۔

(۳) مدرسہ میں قیام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظیم نعمت سمجھتے ہوئے اس کی حد درجہ قدر کرنا۔

(۴) مدرسے کے تمام قوانین کی رعایت اور قدر کرنا۔

(۵) مدرسے کے قیام کے زمانے میں (خصوصاً) حصولِ علم میں مشغول رہنا۔

(۶) اپنے ساتھیوں سے کم سے کم اختلاط اور تعلقات رکھنا۔

(۷) بلاوجہ مدرسے کے صدر دروازے پر بیٹھے، یا کھڑے نہ رہنا۔

(۸) دورانِ درس (بلاوجہ) درس گاہ کے سامنے سے نہ گزرنا۔

(۹) تکرار اور آپسی گفتگو بلند آواز سے نہ کرنا۔

(۱۰) مدرسے میں مقیم، دارالاقامہ میں رہنے والے اپنے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت کرنا۔

(۱۱) اگر فوقانی منزل میں رہنے کا موقع ملے، تو تحتانی منزل والوں کو تکلیف پہنچانے والی حرکتوں سے اجتناب کرنا۔

(۱۲) دوسرے کے کمرے میں تانک جھانک سے احتراز کرنا۔

(۱۳) دارالاقامہ کی عام گزرگاہ پر کھلے بدن یا ننگے سر نہ رہنا۔

(۱۴) دروازوں اور کھڑکی وغیرہ کو آہستہ سے بند کرنا۔

(۱۵)مدرسے کی درودیوار پر کوئی چیز نہ لکھنا۔

(سنن وآداب:۳۹۳،تذکرة السامع والمتکلم للحموي)

# ﴾طالب علم کے آداب﴿

## اپنی ذات سے متعلق آداب:

(۱)اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے علم حاصل کرنا۔(سنن ابی داوٗد:۲/ ۵۱۵)

(۲)ماہر اور متقی علماء سے علم حاصل کرنا۔(مقدمۂ صحیح مسلم:۱/ ۱۱)

(۳)علم پر عمل کرنا۔(سنن الترمذی:۲/ ۶۷)

(۴)ظاہراً وباطناً مخالفِ شرع اُمور سے بچنا۔

(۵)جوانی کی عمر میں (خصوصاً)علم کے حصول کی کوشش کرنا۔

(۶)علم کے لیے بالکلیہ فارغ ہوجانا اور دیگر مشاغل میں مشغول نہ ہونا۔(الفقیه والمتفقه:۲/ ۹۳)

(۷)تعلیم وتعلم کے لیے نظام الاوقات متعین کرنا۔

**نوٹ:** حفظ کے لیے سحر کا، بحث ومباحثہ کے لیے صبح کا، لکھنے کے لیے دوپہر کا، اور مطالعہ و تکرار کے لیے رات کا وقت سب سے بہترین وقت ہے۔

(۸)دوستی اور تعلقات قائم کرنے سے بچنا،ضرورت ہوتو اچھے دوست اختیار کرنا۔(صحیح البخاری:۲/ ۸۳۰)

(۹)زیادہ بات چیت سے احتراز کرنا۔(فضل العلم :۱/ ۵۴۹)

(۱۰)لایعنی باتوں اور کاموں سے خوب اجتناب کرنا۔

(۱۱)کم سے کم سونا۔

(۱۲) بدن کو نقصان دہ کھانوں (مثلاً ترش چیزیں، تمباکو، سگریٹ، گٹکھا وغیرہ) سے خوب احتراز کرنا۔

(۱۳) تکرار و مذاکرہ کا اہتمام کرنا۔

(۱۴) ہمیشہ اپنے پاس قلم اور کاپی رکھنا۔

(۱۵) علم کو لکھ کر محفوظ کرنا۔ (سنن الدارمی: ۱/ ۴۳۷)

(۱۶) مرتَّب اور منظَّم طریقے سے لکھنا۔

(۱۷) علم سیکھنے کے بعد اُسے نہ چھپانا۔ (سورۂ بقرہ: ۱۵۹)

(۱۸) علم کی نشر و اشاعت کرنا۔ (سورۂ مائدہ: ۶۷)

(۱۹) دنیوی چیزوں میں جو میسر آجائے، اس پر قناعت کرنا۔

## استاذ سے متعلق آداب:

(۱) اساتذہ کا ادب واحترام کرنا۔ (جامع بیان العلم: ۱/ ۵۱۹)

(۲) تواضع سے پیش آنا۔ (الادب فی الدین: ۳۷)

(۳) استاذ کی بات ماننا۔

(۴) استاذ کی خدمت میں حاضری سے پہلے صدقہ کرنا اور یہ دعا کرنا: اَللّٰھُمَّ استر عیب شیخی عنی، ولاتذھب برکۃ علمہ عنی. (تذکرۃ السامع والمتکلم: ۸۹)

(۵) سلام میں پہل کرنا۔ (الادب فی الدین: ۳۷)

(۶) اسباق میں استاذ سے پہلے پہنچنے کا اہتمام کرنا۔

(۷) استاذ کے پاس حاضری کے موقع پر آدابِ دخول کی رعایت کے ساتھ ساتھ

کپڑوں اور بدن کی نظافت کا بھی اہتمام کرنا۔

(۸) پڑھنے سے پہلے استاذ سے اجازت طلب کرنا۔(الادب فی الدین:۳۷)

(۹) اپنی پوری توجہ استاذ کی طرف رکھنا۔(ایضاً)

(۱۰) حصولِ علم میں انتہائی حریص بن جانا۔(تذکرة السامع والمتکلم: ۹۰)

(۱۱) استاذ کی ہر بات کو ایسی توجہ سے سننا گویا اس سے پہلے کبھی سنی ہی نہیں۔

(۱۲) دورانِ درس نیند وغیرہ سے احتراز کرنا۔

(۱۳) استاذ کی مجلس میں اپنے ساتھی سے سوال نہ کرنا۔(الادب فی الدین:۳۷)

(۱۴) استاذ سے گفتگو کے موقع پر اچھے انداز سے بات کرنا۔

(۱۵) استاذ کے سامنے یوں نہ کہنا: فلاں نے آپ کے خلاف اس طرح کہا تھا۔

(الأدب فی الدین:۳۷)

(۱۶) استاذ سے بات چیت کرتے وقت مسکراتے نہ رہنا۔(ایضاً)

(۱۷) راستے میں اُن سے کوئی مسئلہ دریافت نہ کرنا۔(ایضاً)

(۱۸) اُن کی ناراضگی کے وقت سوال نہ کرنا۔(ایضاً)

(۱۹) اُن کی رائے کے خلاف اُن کو مشورے نہ دینا۔(ایضاً)

(۲۰) استاذ سے جنگ وجدال (اور فضول بحث ومباحثہ) سے بچنا۔(جامع بیان العلم:۱/۵۱۷)

(۲۱) استاذ کی سختی پر صبر کرنا۔

(۲۲) (بلا کسی وجہ کے) استاذ کے آگے نہ چلنا۔

(۲۳) استاذ سے (دورانِ درس) غلطی (تسامح) سرزد ہوجانے پر انتہائی نرم اور

مناسب انداز سے ان کو اس طرف متوجہ کرنا۔

آج کل طلباء میں علمی ذوق وشوق اور دیگر اہم اصولوں کے فقدان کے ساتھ ساتھ اہلِ علم اور حضراتِ اساتذۂ کرام سے محبت، تعلق، لگاؤ اور ان کی خدمت نام کی چیزیں بھی مفقود سی ہوتی نظر آرہی ہیں، جبکہ یہی وہ چیزیں ہیں کہ جن کی برکت اور طفیل سے طالبِ علم کے علم میں نورانیت وروحانیت اور چار چاند لگتے ہیں، جس نے، جب بھی، جہاں بھی اور جس سے بھی جو کچھ بھی پایا ہے، توجہ وتعلق، اور عقیدت واحترام، وارفتگی ومحبت اور خدمت ہی سے پایا ہے، ہمارے علماء واساتذہ اور مشائخ میں سے جس کو بھی دیکھیے گا تو ضرور ان کی زندگی کا ایک وصفِ خاص اپنے کسی بڑے کی خدمت اور ادب واحترام ہوگا، اور یہ حقیقت ہے کہ جو بھی اپنی منزل پر پہنچا ہے وہ (بڑوں، بزرگوں اور استاذوں) کے ادب واحترام اور ان کی دعاؤں کی برکت ہی سے پہنچا ہے، اور جو شخص بھی پیچھے رہ گیا ہے، وہ عزت واحترام میں کوتاہی، بے ادبی اور خدمت نہ کرنے ہی کی وجہ سے پیچھے رہ گیا ہے، افسوس! آج تو استاذ کی خدمت کو عار اور اپنی بے عزتی سمجھا جاتا ہے!۔

جبکہ مدینۂ علم کے ابواب میں سے ایک اہم باب سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے:

أَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِيْ حَرْفًا وَاحِدًا،اِنْ شَاءَ بَاعَ، وَاِنْ شَاءَ اِسْتَرَقَّ ،وَاِنْ شَاءَ اَعْتَقَ.

ترجمہ: میں اس شخص کا غلام ہوں، جس نے مجھے ایک حرف بھی پڑھایا، وہ اگر چاہے تو مجھے بیچ دے، اگر چاہے تو غلام بنائے رکھے اور اگر چاہے تو آزاد کردے۔(تعلیم المتعلم:.......)

اسی مضمون کو اقرب الی الفہم کرنے کے لیے یہ خوبصورت اشعار بھی کہے گئے ہیں:

رَأَيْتُ اَحَقَّ الْحَقِّ حَقُّ الْمُعَلِّمِ وَاَوْجَبَهٗ حِفْظًا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمِ

لَقَدْ حَقَّ اَنْ يُّهْدىٰ اِلَيْهِ كَرَامَةً لِتَعْلِيْمِ حَرْفٍ وَاحِدٍ اَلْفُ دِرْهَمِ

ترجمہ: میں نے سب سے بڑا حق استاذ کا سمجھا ہے، اور اس کے حق کی نگہداشت کو ہر مسلمان پر سب سے زیادہ لازم اور ضروری سمجھا، وہ اس کا حق دار ہے کہ ایک حرف کی تعلیم کی عظمت کی وجہ سے ان کے پاس ہزاروں درہم ہدیہ کیے جائیں۔

علامہ زرنوجی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

کیوں کہ جس شخص نے تم کو ایک بھی ایسا حرف پڑھایا جس کی تم کو دین میں ضرورت درپیش ہو، وہ تمہارا روحانی باپ ہے۔ **اللّٰہ اکبر**. (تعلیم المتعلم:...)

شیخ سدید الدین شیرازی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضراتِ مشائخ کرام نے فرمایا ہے کہ:

جس شخص کی خواہش یہ ہو کہ اس کا بیٹا عالم بن جائے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ غریب فقہاء (اور علماء) کا خیال رکھے، ان کی عزت اور تعظیم وتوقیر کرے، ان کو تھوڑی (کچھ نہ کچھ) چیز دیتا رہے، اگر اس کا بیٹا عالم نہ ہوا تو اس کا پوتا ضرور عالم ہوگا۔ (تحفة المتعلم:٥٦)

شیخ الاسلام علامہ برہان الدین زرنوجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

استاذ کی تعظیم (میں سے) یہ (بھی) ہے کہ ان کے آگے آگے نہ چلے، ان کی جگہ پر نہ بیٹھے، ان کی اجازت کے بغیر ان کے نزدیک گفتگو کا آغاز نہ کرے، ان کے پاس زیادہ نہ بولے ان کی رنجیدگی کے وقت کچھ نہ پوچھے، وقت کا خیال رکھے، درس کے متعینہ وقت کے لیے دروازہ نہ کھٹکھٹائے؛ بلکہ انتظار کرے، یہاں تک کہ وہ باہر تشریف لائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان کی رضامندی حاصل کرے، ان کی ناراضگی سے احتراز کرتا رہے، اللہ تعالیٰ کی معصیت کے علاوہ اُمور میں ان کا کہنا مانے؛ کیوں کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت درست نہیں؛ جیسا کہ امام الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یقیناً سب سے بد بخت ہے وہ انسان جو غیر کی دنیا سنوارنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اپنا دین برباد کرے۔

استاذ کی تعظیم میں سے ان کی اولاد اور ان کے متعلق لوگوں کی عزت وعظمت کرنا بھی ہے، ہمارے استاذ صاحبِ ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین علیہ الرحمہ نقل کرتے تھے کہ: بخارا کے اکابر علماء میں سے ایک عالم درس کی مجلس میں بیٹھے تھے، درمیانِ درس کبھی کبھی کھڑے ہوتے تھے طلباء نے ان سے اس کے متعلق پوچھا، تو فرمایا: میرے استاذ کا فرزند ارجمند گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے، وہ کبھی کبھی (کھیلتا کھیلتا) مسجد کے دروازے پر آجاتا ہے، تو جب میں اس کو دیکھتا ہوں تو اپنے استاذ کی تعظیم میں اس بچے کی خاطر کھڑا ہوجاتا ہوں۔(تعلیم المتعلم:.....)

قاضی امام فخر الدین ارسابندی علیہ الرحمہ مَرو کے سرخیل علماء میں سے تھے، بادشاہِ وقت ان کا بے پناہ احترام کیا کرتا تھا اور کہتا: میں نے یہ منصب (بادشاہت) استاذ ہی کی خدمت سے حاصل کیا ہے؛ کیوں کہ میں اپنے استاذ قاضی امام ابوزید دبوسی علیہ الرحمہ کی خدمت کیا کرتا تھا، میں ان کا کھانا پکاتا اور اس میں سے کچھ بھی نہیں کھاتا۔(تعلیم المتعلم:.....)

آج اگر کسی کو کسی شیخ واستاذ کی خدمت میسر آبھی جاتی ہے تو وہ ان کے مال میں خیانت کرتا ہے، بلا اجازت ان کی چیزیں استعمال کرلیتا ہے، جو بڑے نقصان کے اندیشہ کی علامت ہے۔

عظیم المرتبت امام شیخ الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ بخارا سے نکلے، اور ایک گاؤں میں کسی پیش آمدہ ضرورت کی وجہ سے چند دن قیام فرمایا، شیخ امام قاضی ابوبکر محمد زرنجی علیہ الرحمہ کے علاوہ تمام شاگردانِ رشید ان کی ملاقات کے لیے آئے، شمس الائمہ حلوانیؒ کی شیخ زرنجیؒ سے جب (کبھی بعد میں) ملاقات ہوئی تو فرمایا: تم میرے ملاقات کے لیے (کیوں) نہیں آئے (تھے

)انہوں نے جواب دیا: میں والدہ کی خدمت میں مصروف تھا،فرمایا:تمہاری عمر میں برکت ہوگی ؛لیکن درس کی رونق نہیں پاؤ گے،ایسا ہی ہوا؛ کیوں کہ شیخ زرنجیؒ زیادہ تر گاؤں میں رہے اور ان کے لیے درس کا انتظام نہ ہو سکا۔(تعليم المتعلم :......)

شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید ابوبکر محمد زرنجیؒ ہر چند کے ایک اہم کام والدہ کی خدمت میں مشغول تھے ؛لیکن موقع نکال کر چند منٹوں کے لیے ہی صحیح ملاقات کے لیے آنا چاہیے تھا؛لیکن استاذ سے ملاقات نہ کرنے کا نتیجہ نکلا کہ والدین کی خدمت کے سبب درازعمر تو پالی؛لیکن استاذ کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کے سبب پڑھنے پڑھانے کا موقع نہ ملا۔(تحفة المتعلم:٦١).**الله اكبر.**

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر ومشائخ کا ادب واحترام،تعظیم وتکریم اور ان کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔آمین

**ضروری وضاحت:** جن آداب کے حوالے نہیں دیے گئے ہیں، وہ تمام آداب **"تذكرةُ السَّامع والمتكلم"**(مؤلفہ بدرالدین حموی شافعیؒ، المتوفی:۷۶۷ھ) سے ماخوذ ہیں۔

(سنن و آداب:۳۹۹)

**ملحوظہ:** طالبِ علم کے آداب کو ذرا تفصیل سے ان شاء اللہ ہم اس کتاب ''تحفۃ المتعلم'' کی دوسری جلد میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔(محمد سلمان الخیر سہارنپوری)

# ﴿معلم واستاذ کے آداب﴾

## اپنی ذات سے متعلق آداب:

(۱) ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا استحضار رکھنا۔

(۲) اپنے آپ کو اچھے اخلاق سے آراستہ کرنا۔

(۳) شعائرِ اسلام (مثلاً اذان اور نماز باجماعت) کا اہتمام کرنا۔

(۴) غور و تدبر سے تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرنا۔

(۵) اوراد و اشغال کی پابندی کرنا۔

(۶) اپنا نظام الاوقات متعین کرنا۔

(۷) معلم کا اولاً اپنی ذات کی اصلاح کرنا۔(الادب فی الدین:۷۵)

(۸) صحیح بات کو قبول کرنا۔(الادب فی الدین:۷۳)

(۹) قوتِ برداشت پیدا کرنا۔(ایضاً)

(۱۰) تکلف نہ کرنا۔(ایضاً)

(۱۱) کوئی مسئلہ نہ آتا ہو، تو اس کا اظہار کر دینا۔(ایضاً)

(۱۲) اپنے سے کم عمر والے شخص سے علم حاصل کرنے میں عار محسوس نہ کرنا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۲۴۰)

(۱۳) تہمت کی جگہوں سے اپنے آپ کو بچانا۔(کشف الخفاء:۱/۴۴)

(۱۴) برے اخلاق سے اپنے آپ کو خوب بچانا۔

(۱۵) کسی سے حرص و طمع نہ رکھنا۔

(۱۶) مشغولیوں سے اکتا جانے پر تھوڑی دیر استراحت کر لینا۔

## طلباء سے متعلق آداب:

(۱) طالب علم سے نرمی کا معاملہ کرنا۔(الادب فی الدین:۷۲)

(۲) اس کے ساتھ محبت سے پیش آنا۔ (ایضاً)

(۳) غریب طلباء سے زیادہ محبت سے پیش آنا۔

(۴) غم زدہ طالب علم کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرنا۔

(۵) طالبِ علم کا اکرام کرنا۔

(۶) وہ غیر حاضر ہو تو اس کے متعلق سوال کرنا۔ (الادب فی الدین: ۷۲)

(۷) طالبِ علم کے صحیح جواب دینے پر اس کی حوصلہ افزائی کرنا۔

(۸) کند ذہن کو مسئلہ اچھی طریقے سے سمجھانا۔ (الادب فی الدین: ۷۳)

(۹) طلباء کی ظاہری و باطنی تربیت کرتے رہنا۔

(۱۰) طالبِ علم سے بے ادبی سرزد ہو جانے پر تنبیہ کرنا۔

(۱۱) طہارت اور نماز سکھلانے کا خصوصی اہتمام کرنا۔ (الادب فی الدین: ۷۶)

(۱۲) طلباء کے سامنے غیبت کی برائی (قباحت) بیان کرنا۔ (الادب فی الدین: ۷۵)

(۱۳) جھوٹ اور چغلی کی نفرت اُن کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

(الادب فی الدین: ۷۶)

(۱۴) اُن کو ان کی طاقت سے زیادہ کسی امر کا مکلّف نہ کرنا۔ (ایضاً)

(۱۵) طلباء کا ہدیہ قبول کرنے سے احتراز کرنا۔ (الادب فی الدین: ۷۵)

(۱۶) اُن کے گھر والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرنا۔ (الادب فی الدین: ۷۶)

(۱۷) طلباء کے سامنے کسی اَور سے مذاق نہ کرنا۔ (الادب فی الدین: ۷۵)

(۱۸) اُن کو آپس میں بات چیت نہ کرنے دینا، کہ وہ معلم کے سامنے ہنسی مذاق

کرنے لگیں۔(ایضاً)

(۱۹) اُن سے اِتنا بے تکلف نہ ہونا کہ وہ جری ہو جائیں، سر پر چڑھ جائیں۔(ایضاً)

(۲۰) بچوں کو زیادہ نہ مارنا؛ بلکہ ڈرا دھمکا کر تادیب کرنا۔(ایضاً)

## بچوں کو تنبیہ و تادیب کرنے میں احتیاط سے کام لیں:

آج کل ہمارے دینی مدارس و مکاتب میں نونہالانِ اُمت پر تنبیہ کے نام سے ایک زیادتی بلکہ ظلم، یہ ہو رہا ہے کہ بچوں کو بے دریغ و بلا احتیاط خوب مارا، پیٹا جاتا ہے، اور مارنے والا اس کو اپنی سعادت یا پہلوانی تصور کرتا ہے، جبکہ یہ اس کی شقاوت و ناکامی اور عدم قابلیت کی دلیل ہوتی ہے، آج تقریباً تمام مدارسِ اسلامیہ، مکاتبِ دینیہ میں یہی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے طرح طرح کے مسائل و واقعات اور ناگفتہ بھی حالات پیش آجاتے ہیں، کوٹ، کچہری تک بات پہنچ جاتی ہے اور حد یہاں تک ہوگئی ہے کہ عام لوگوں کے دِلوں میں مدارس کی اس زدوکوب سے دینی و قرآنی تعلیم اور مدارس و مکاتب سے بے اعتنائی و تنفر تک کی نوبت آگئی ہے، جس کے بقدرِ مشترک ذمہ دار، اساتذہ و ذمہ دارانِ مدارس بھی ہیں، ذیل میں ہم حضراتِ فقہاء کی تصریحات سے سوال و جواب کی شکل میں اس پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں، باغور ملاحظہ ہو۔

**سوال:** ماں باپ یا معلم (اُستاذ) یا مہتمم بچوں کو تعلیم و تأدیب کے واسطے مار سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعتِ مطہرہ میں اس کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل بیان فرمائیں۔

**جواب:** ماں باپ یا معلم بچوں کو ہاتھ سے مار سکتے ہیں، لکڑی (ڈنڈے یا چھڑی) سے نہیں، اور ہاتھ سے بھی تین مرتبہ سے زیادہ نہ ماریں، اگر ایسا کریں گے تو اللہ

تعالیٰ ان سے اس کا بدلہ لے گا، جیسا کہ امام محمد بن محمود استروشی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "جامع الصِّغار" میں نقل فرمایا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

اِذَا بَلَغَ الصَّبِیُّ عَشَرَ سِنِیْنَ یُضْرَبُ لِاَجْلِ الصَّلٰوۃِ بِالْیَدِ لَا بِالْخَشَبِ وَلَایُجَاوِزُ الثَّلَاثَ وَکَذَا الْمُعَلِّمُ لَیْسَ لَہٗ اَنْ یُّجَاوِزَ الثَّلَاثَ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لِمِرْدَاسِ الْمُعَلِّمِ اِیَّاکَ اَنْ تَضْرِبَ فَوْقَ الثَّلَاثِ فَاِنَّکَ اِذَا ضَرَبْتَ فَوْقَ الثَّلَاثِ اِقْتَصَّ اللّٰہُ مِنْکَ. الخ۔

ترجمہ: جب لڑکا دس سال کا ہوجائے، تو اس کو نماز کے لیے ہاتھ سے مارا جائے، نہ کہ لکڑی سے اور تین بار سے زیادہ بھی نہ مارا جائے اور یہی حکم معلم (استاذ) کا بھی ہے کہ وہ بھی تین بار سے زیادہ تجاوز نہ کرے،، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت مرداس معلم رضی اللہ عنہ سے کہ تم تین مرتبہ سے زیادہ (بچوں کو) نہ مارنا، کیونکہ اگر تین مرتبہ سے زیادہ ماروگے تو اللہ تعالیٰ تم سے اس کا قصاص (بدلہ) لے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس کو ذکر فرمایا ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار: ١/٢٣٥، ٥/٣٦٣، جواهر الاكليل: ٢/٢٩٦)

اور یہی مضمون وسیلۂ احمدیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں بھی ہے، بلکہ اس میں یہ بھی ہے کہ اگر باپ اجازت بھی دے، تب بھی لکڑی سے نہ مارے، جس کی عبارت یہ ہے:

**وَلَایَضْرِبُ الْمُعَلِّمُ بِالْخَشَبِ وَاِنْ اَذِنَ الْأَبُ الخ.**

(وقوفُ النبی ﷺ في القرآن ص:٥ مؤلفه محمد سلمان الخيرغفرله)

## اگر پٹائی سے تأدیب وتنبیہ ضروری ہی ہو تو اس کی حدِ شرعی:

بچوں کے سلسلے میں تنبیہ وتأدیب کے تعلق سے فیصلہ کن شرعی نقطۂ نظر تو ذکر کر ہی دیا ہے، پھر بھی اگر تأدیب وتنبیہ کی ضرورت پیش آئے تو مندرجہ ذیل امور واصول کو ضرور پیش نظر رکھا جائے ،ان شاء اللہ معین ومددگار ثابت ہوں گے۔لیکن یاد رہے کہ یہ سب اصول کلی طور پر صرف مدارس کے طلباء یا چھوٹے بچوں ہی کے لیے نہیں ہے، بلکہ شریعت نے جہاں جہاں بھی تنبیہ وتادیب کی اجازت دی ہے،وہاں وہاں سے متعلق ہے جیسا کہ اولاد یا بیوی وغیرہ کو تنبیہ وتادیب کرنا۔

(۱) تنبیہ وتأدیب کسی واقعی غلطی پر ہو،محض گمان وخیال یا کسی کے کہنے پر نہ ہو۔

(التشریع الجنائی الاسلامی :۱/۵۱۸، ف:۳۵۹)

(۲) تنبیہ سے مقصود ذاتی انتقام،تحقیر وتذلیل یا کہیں کا غصہ کہیں پر نکالنا نہ ہو؛ بلکہ اصلاح واحسان اور نفع پہنچانا مقصود ہو۔جیسا کہ والد اپنی اولاد اور طبیب اپنے مریض کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔(الفروع:۶/۵۶،الانصاف:۱۰/۱۵۶، کشاف القناع:۶/۸۱،شرح منتھی الارادات:۳/۳۳۸)

لہٰذا جہاں تک ہو سکے رأفت ورحمت سے کام لیں کہ ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسی کے ساتھ مبعوث فرمایا:وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ۔(الانبیاء :۱۰۷)

(۳) پٹائی بھی اسی وقت کرے جب کہ یہ توقع ہو کہ اس مار پٹائی سے اس کو سبق حاصل ہوگا اور وہ حرکتوں سے باز آجائے گا،اس کے برخلاف اگر اس کے باغی وطاغی اور مزید سرکش ہوجانے کا اندیشہ بھی ہو تو پھر ایسی صورت میں مار پٹائی سے کام نہ لے۔(حقیقة الضرب المشروع فی التأدیب:۲)

(۴) تنبیہ کرنے والا شرعی حدودِ ضرب کو ملحوظ رکھتے ہوئے تادیب کرے،اس طرح کہ کوئی کھال نہ پھٹ جائے ،خون نہ بہہ جائے ،ہڈی نہ ٹوٹ جائے ،کسی عضو یا جان کے تلف

ہوجانے کا شائبہ نہ ہو،اس لیے مقصود اصلاح ہے،نقصان نہیں۔(المبسوط:۹/۷۲-۷۳،المنتقی شرح الموطا:۷/۱۴۲،عقد الجواهر الثمينة:۲/۱۳۴،الذخيرة:۱۲/۱۱۹-۱۲۰،تبصرة الحكام:۲/۳۰۱،تحرير المقال:۸۱،نهاية المحتاج:۸/۱۷-۲۰-۲۱،المغنی:۱۲/۵۰۸،المحلی:۱۰/۴۱)

(۵)ایسی جگہ مار پٹائی کرنے سے بچے کہ جس کا چھونا بھی جائز نہیں،بالخصوص چہرے اور سر پر ہرگز نہ مارے اور دیگر اعضائے رئیسہ وضعیفہ پر مارنے سے بھی گریز کرے۔

(المبسوط:۹/۷۲،مغنی المحتاج:۴/۱۹۰،معونة أُولی النهی:۷/۴۱۲)

(۶)اگر مارنا ہی ہو تو ایک ہی جگہ پر نہ مارے،اس لیے کہ ایسا کرنے سے اس عضو یا حصہ کے تلف ہوجانے یا خراب ہوجانے کا قوی امکان ہے،اور یہ بھی یاد رہے کہ ہڈی پر مارنے کے بجائے گوشت والی جگہ پر مارے۔(المبسوط:۹/۷۲،روضة الطالبين:۱۰/۱۷۲،المغنی:۱۲/۵۰۷،السياسة الشرعية لابن تيمية:۱۵۸،المحلی:۱۱/۱۸۶-۱۸۷)

(۷)جتنی مقدار شریعت نے متعین کی ہے،اسی کے ذیل میں تنبیہ وتأدیب کرے،اس سے تجاوز ہرگز نہ کرے،جیسا کہ سابق میں بھی ذکر کیا گیا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**لاعقوبة فوق عشر ضربات الافی حد من حدوداللّٰہ ۔**

(صحيحُ البخاری، كتابُ الحدود:۲۱/۱۳۳،ح:۶۳۴۳)

یعنی حدودُ اللہ میں سے کسی حد کے علاوہ دس مرتبہ سے زیادہ مارنے سے کسی کو سزا دینا جائز نہیں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی واقعی بڑی غلطی پر زیادہ سے زیادہ دس ضربیں لگائی جاسکتی ہیں۔یہ مؤدب کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ دس ضربات کے دائرہ میں رہتے ہوئے غلطی اور جرم کے

مطابق اس سے کم میں بھی کام چلا سکتا ہے، لیکن دس ضربات سے تجاوز نہ کرے۔(السیل الجرار المتدفق علی حدائق الازهار للشوکانی:٤/٣٧٧، حاشیة الصنعانی علی احکام الاحکام :٤/٣٨٤)

اگرچہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگردِ رشید حافظ ابن القیم رحمہما اللہ نے اس حدیث پاک کی توجیہ یہ اختیار فرمائی ہے کہ یہ حدیث محمول ہے خاص طور سے اس تأدیب پر جو امراء وحکام کے علاوہ والد کی طرف سے اپنی اولاد، شوہر کی طرف سے اس کی بیوی پر واقع ہوتی ہے۔(تفصیلات کے لیے دیکھئے:مجموع الفتاوی:٢٨/٣٤٨،السیاسة الشرعیة :١٥٧،اعلام الموقعین :٢/٢٩۔٣٠،نیل الاوطار:٧/١٥١،سبل السلام :٤/٧٩،حاشیة الصنعانی علی احکام الاحکام :٤/٣٨٣۔٣٨٤،السیل الجرار المتدفق علی حدائق الازهار::٤/٤٧٧،المحلی لابن حزم:١١/٤٠٣)

(٨) اگر مؤدب کو یقین ہو یا ظن غالب کہ میری اس تادیب سے اس کو نفع ہوگا اور یہ اپنی اصلاح کرلے گا، تو بیشک ضرب لگائے، ورنہ جائز نہیں اس لیے کہ اس وقت یہ ایسی سزا ہے جو بلا فائدہ ثابت ہوگی، کیونکہ مقصود اصلاح ہے، اور جب وہ نظر نہیں آرہی ہے تو مارنے پیٹنے سے کیا فائدہ!۔(الذخیرة:١٢/١٢٠،تبصرة الحکام :٢/٣٠١،مواهب الجلیل :٤/١٥۔١٦،الزرقانی علی خلیل :٤/٦٠،تحریر المقال:٨١،اسنی المطالب:٣/٢٣٩)

## کیا استاذ کی مار، پٹائی سے جہنم کی آگ حرام ہوتی ہے؟

آج کل ایک بہت بڑا جھوٹ بہت سے حضرات نے یہ بھی گھڑ رکھا ہے کہ استاذ کے ڈنڈا یا قمچی لگ جانے سے، بدن کا وہ حصہ یا جگہ جہنم کی آگ پر حرام ہو جاتی ہے، یاد رکھیے! قرآن وحدیث، سنت وفقہ یا کسی اور معتبر کتاب میں یہ بات کہیں نہیں لکھی گئی ہے؛ بلکہ اس کے برخلاف یہ بات تو ملتی ہے (جو اوپر بھی ذکر کی گئی) کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت مرداس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جو بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے: ”تم بچوں کو تین مرتبہ سے زیادہ

نہ مارنا، اگر تم نے تین مرتبہ سے زیادہ مارا تو اللہ تعالیٰ تم سے آخرت میں قصاص (بدلہ) لیں گے"۔(رد المحتار :اول کتاب الصلوۃ :۲، مکتبہ زکریا،دیوبند،وفتاویٰ دارالعلوم)

اور حضراتِ فقہاء نے اس حدیث کی روشنی میں فرمایا کہ تربیت کے لیے استاذ ہاتھ سے ہلکی پھلکی پٹائی کرسکتا ہے ،لیکن ایک وقت میں تین مرتبہ سے زیادہ نہ مارے اور چھڑی ،لاٹھی ،ڈنڈا،کوڑا اور چمڑے کی بیلٹ یا بجلی کے تار وغیرہ سے ہرگز ہرگز نہ مارے ،شریعت میں اس کی بالکل اجازت نہیں ہے،خواہ فرض عین کے درجے کی تعلیم ہو،یا فرض کفایہ کے درجے کی،اسی طرح ماں باپ بھی تربیت کی خاطر اولاد کی صرف ہاتھ سے ہلکی پھلکی پٹائی کرسکتے ہیں،چھڑی وغیرہ سے نہیں مار سکتے؛اس لیے مکاتب یا مدارس میں بعض اساتذہ کا طلبہ کو زنجیروں میں باندھ کر بے تحاشہ مارنا،یا چھڑی یا چمڑے کی بیلٹ وغیرہ سے مارنا ہرگز جائز نہیں ہے،اساتذہ کو اپنی اس گھناؤنی اور ناجائز حرکت سے باز آنا چاہیے،اور طلباء کرام کو صرف شفقت ومحبت سے تعلیم دینا چاہیے یا ہلکی پھلکی مار یا سزا پر اکتفا کرنا چاہیے۔

اب ذرا غور کریں اور اپنی خیر منائیں وہ میانجی ،یا اساتذہ ومہتمم حضرات جو اِس زمانہ میں بچوں کو بے تحاشہ وبلا احتیاط لاٹھی ،ڈنڈے یا چھڑی سے بے دردی کے ساتھ جانوروں کی طرح بے انداز پیٹا کرتے ہیں،اُن کو اپنی اِس وحشیانہ اور ناجائز حرکت سے باز آجانا چاہیے،ورنہ اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ، ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ،کل بروزِ محشر یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے یہاں جوابدہ ہوں گے۔

حضرت والا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے تو اپنے ایک خلیفہ ومجاز سے اسی وجہ سے خلافت واپس لے لی تھی ، کہ انہوں نے دورانِ تعلیم ایک بچہ کو

خوب زدوکوب کردیا تھا۔(فیضانِ مولانا حکیم محمد اخترؒ:۱۷)

میں اپنے خاص متعلقین میں ایک نہیں، بلکہ کئی ایسے مظلوم بچوں کو جانتا ہوں کہ ان کے نالائق اساتذہ نے ان کو اس طرح بے دردی سے، بے جا و بے احتیاطی سے مارا کہ آج تک وہ معذور ہیں، درد و کرب میں مبتلاء ہیں، **فالی اللہ المشتکیٰ**، یہ تو ایک آدھ واقعہ ہے، اس طرح کی صدہا مثالیں مل سکتی ہیں کہ کسی بچہ کا ہاتھ توڑ دیا، منھ پھوڑ دیا، سر زخمی کردیا، گردن مروڑ دی، ٹانگیں توڑ دیں، حتیٰ کہ کان تک اُکھاڑ دیے، وغیرہ، اور پولس تھانوں تک بات پہنچ گئی، اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا و عذاب الآخرۃ.

اللہ کے واسطے حضرات علماء بالخصوص حفظ و ناظرہ پڑھانے والے اساتذۂ عظام اپنا مقام و منصب سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وارثین انبیاء بنایا ہے اور **خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ** کا مژدہ سنایا ہے، لہٰذا طلباء پر جسمانی تنبیہ کے بجائے روحانی توجہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات کے مطابق اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

## کسی بچے سے خدمت لینا:

اسی کے ذیل میں ایک بات یہ بھی پڑھتے اور سنتے چلیے کہ طلباء سے بالخصوص چھوٹے نابالغ بچوں سے خدمت لینا کیسا ہے؟

حضرت عِلباء بن احمر یشکری رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت ابوزید عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اپنی کمر مبارک مَلنے کے لیے ارشاد فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کی کمر ملنی شروع کی، تو اچانک میری (ہاتھ کی) انگلی مہر نبوت پر لگ گئی، حضرت علباء کہتے ہیں کہ میں نے

حضرت ابوزیدؓ سے پوچھا کہ مہر نبوت کیا چیز تھی ؟انہوں نے جواب دیا کہ چند بالوں کا مجموعہ تھا۔(مسند امام احمد:۷۷/۵و ۳٤۱،طبقاتِ ابن سعد: ۱۳۱/۲،صحیح ابن حبان:رقم ۲۰۹٦ ، مستدركِ حاكم:٦۰٦/۲،شمائل ترمذی:۳۵،شمائل النبی ﷺ: ۲٦۰).

یہ اوراس طرح کی دیگر احادیث پاک سے ثابت ہوا ہے کہ اپنے غیر سے خدمت لینا (جب کہ وہ بالغ ہو) اور متعارف و مانوس ہو اور بہ خوشی قبول کرے، جائز ہے۔

**مسئلہ:** چھوٹے نابالغ بچوں سے اُن کے والدین وسرپرستان کی اجازت کے بغیر خدمت لینا اور بامشقت کام لینا جائز نہیں۔(وقوف النبی ﷺ: ۱۵).

خاص طور پر ذمہ دارانِ مدارس اِس طرف توجہ دیں،اس لیے کہ عام طور پر چھوٹے مدارس اس میں مبتلاء ہیں، جو نونہالانِ اُمت سے بامشقت کام لیتے ہیں اور بعض دفعہ اُن (بچوں) سے بوجہِ بچپن ولڑکپن چوک ہوجانے کی وجہ سے اُن کو بلا احتیاط لعن وطعن اور زدوکوب بھی کیا جاتا ہے، جو کسی بھی طرح جائز نہیں۔**فالی اللہ المُشْتکٰی.**

اس مسئلہ کی مزید تفصیل وتحقیق کے لیے احقر کی کتاب ''شمائل النبی ﷺ'' کی جلد اول ملاحظہ فرمائیں۔

## درس کے متعلق آداب:

(۱) درس کی مکمل تیاری کرنا۔

(۲) درس میں جانے سے پہلے یہ دعا پڑھنا: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ ،حَسْبِیَ اللّٰہُ، تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ ،لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ،اَللّٰھُمَّ اثْبِتْ جَنَانِیْ، وَأَدِرِ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِیْ.

(۳) اگر ممکن ہوتو اسباق میں الافضل فالافضل پر عمل کرنا۔(یعنی پہلے قرآن کا،پھر

حدیث کا، پھر فقہ وغیرہ کتب کا درس دینا)۔

(۴) درس میں آواز کو بہت زیادہ بلند نہ کرنا۔

(۵) افہام وتفہیم کا خیال رکھنا۔

(۶) سمجھانے میں آسان سے آسان تر انداز اختیار کرنا۔

(۷) اختتام درس پر اختتامِ مجلس کی دعا پڑھنا۔

**ضروری وضاحت:** جن آداب کے حوالے نہیں دیے گئے ہیں، وہ تمام آداب "**تذكرةُ السَّامع والمتكلم**" (مؤلفہ بدرالدین حموی شافعیؒ، المتوفی: ۷۶۷ھ) سے ماخوذ ہیں۔

(سنن وآداب: ۴۰۳)

**ملحوظہ:** معلم ومدرس اور استاذ کے آداب کو ذرا تفصیل سے ان شاء اللہ ہم اس کتاب "**تحفة المتعلم**" کی دوسری جلد میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ (محمد سلمان الخیر سہارنپوری)

## حضرت فضیل بن عیاضؒ کی زبانی آدابِ درس کی کہانی:

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے دینی اور علمی مجالس میں حاضر ہونے والوں کو پانچ نصیحتیں فرمائی ہیں، یہ نصیحتیں دراصل علم کی پانچ منزلیں ہیں، ان منزلوں سے گذر کر ہی طالب علم کو ہر مقصود کو پاسکتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

(۱) **اَلسَّمْعُ:** پہلی چیز سننا ہے، یعنی جب استاذ کے پاس سبق کے لیے حاضر ہو تو استاذ کی بات کو دھیان کے ساتھ سننا چاہیے اور ایسا دھیان پیدا کرے کہ سبق میں دل، دماغ اور جسم حاضر ہوں، (میں یہاں ہوں میرا دل مدینہ میں ہے، والی کیفیت نہیں ہونی چاہیے) اور سننے کے لیے طریقہ یہ ہے جس وقت استاذ سبق سمجھائے یا سبق کی تقریر کرے

اس وقت نگاہ استاذ کی طرف ہو، اس لیے کہ استاذ ہاتھ کے اشارے وغیرہ سے جو سمجھاتا ہے اس سے بات سمجھ میں آتی ہے، جب استاذ ترجمہ یا عبارت مع مطلب بیان کرے، اس وقت انگلی سبق کی لکیر (سطر و لائن) پر رکھے۔ (یعنی کتاب میں رکھے)۔

**(۲) ثم الانصات :** دوسری چیز خاموشی اختیار کرنا، علمی باتوں کو پوری توجہ اور گوشِ دل کے ساتھ سننا، خاموش رہنا، باتیں نہ کرنا اور اشارے نہ کرنا اور سبق میں حرکت نہ کرے اور ہاتھ، پیر اور کپڑوں وڈاڑھی وغیرہ سے نہ کھیلے۔

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ آنحضرت ﷺ کی علمی مجلس میں حاضر ہوتے تو وہ ایسے ساکت وصامت رہتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں کہ ذرا سی حرکت سے اُڑ جائیں گے۔

**(۳) ثم الحفظ:** پھر تیسرے نمبر پر یاد رکھنا ہے، یعنی جو باتیں استاذ سے سنی جائیں ، تو وہ فوری طور پر فضا میں تحلیل نہ کر دی جائیں؛ بلکہ یاد رکھی جائیں۔

یاد رکھنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ ذہن وحافظہ میں محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی جائے، اس سلسلے میں حافظہ کو جتنا استعمال کیا جائے گا وہ اتنا ہی مضبوط اور قوی ہوگا۔

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کا عجب حال ہے، انہیں کان پر اعتماد ہے اور اسے استعمال کرتے ہیں، آنکھ پر اعتماد ہے اور اسے استعمال کرتے ہیں، ہاتھ پر اعتماد ہے اور اسے استعمال کرتے ہیں، آخر انسان کے اندر حافظہ بھی تو ہے آخر اس پر کیوں اعتماد نہیں کرتے ہیں، اور کیوں استعمال نہیں کرتے ہیں، استعمال ہی سے تو کوئی چیز نکھرتی اور جلا پاتی ہے، عام طور پر لوگ حافظہ کا استعمال نہیں کرتے ہیں جس کی

وجہ سے کانوں میں پڑی ہوئی باتیں بہت جلد ذہن سے نکل جاتی ہیں، حافظہ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسے جس طرح کی باتوں کو یادرکھنے کے لیے استعمال کیا جائے گا اسی طرح کی باتیں یاد رہیں گی۔

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ ایک آدمی کے نام کو بار بار پوچھتے تھے اور بھول جاتے تھے ،ایک صاحب نے عرض کیا: حضرت ! آپ کا حافظہ تو بہت قوی ہے نہ جانے دین کی کتنی باتیں ، کتنے فقہی مسائل، کتنے تفسیری نکات ، کتنے واقعات آپ کے حافظہ میں ہیں اور زبان وقلم جن بیان پر آتے ہیں ،تو حافظہ کی مدد سے دفتر کا دفتر لگا دیتے ہیں ، پھر آپ لوگوں کے نام پوچھ کر اس قدر جلد کیوں بھول جاتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: بھائی تم ٹھیک کہتے ہو، میں نے چونکہ اپنا حافظہ دینی اور علمی باتیں یاد رکھنے میں استعمال کیا ہے اس لیے حافظہ کو اس طرح کی باتوں سے مناسبت پیدا ہوگئی ہے اور بڑی آسانی کے ساتھ اس طرح کی باتوں کو وہ محفوظ رکھتا ہے اور نام کو یادرکھنے سے حافظہ کو مناسبت نہیں اور اس کی میں نے کوشش نہیں کی ہے، اس لیے لوگوں کے نام مجھے جلد یاد نہیں ہوتے۔

تجربہ اور مشاہدہ اور بزرگوں کے ارشادات سے یہ بھی واضح ہے کہ جو لوگ گناہ اور معصیت سے بچتے ہیں اور تقویٰ اور پرہیز گاری کے راستہ کو اختیار کرتے ہیں ان لوگوں کا قوتِ حافظہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور جو لوگ بدکاریوں اور گناہوں میں زیادہ ملوث رہتے ہیں ان کا حافظہ اتنا ہی زیادہ خراب ہوتا ہے اور اسی قدر وہ بھولتے ہیں۔

یادرکھنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ سنی ہوئی باتیں ضبطِ تحریر میں لائی جائیں اور ان

باتوں کو وقفہ وقفہ سے دیکھتے رہیں، تاکہ ذہن میں تازہ رہے، آج کل ہم دنیا کی معمولی معمولی سی بات کے لیے رجسٹر اور نوٹ بک رکھتے ہیں؛ لیکن مطالعہ میں آئی ہوئی یا سبق یا تقریر اور وعظ میں سنی ہوئی باتوں کے نوٹ کرنے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا، دینی نوٹ بک ضروری ہے، تاکہ اس میں دین کی اہم اور ضروری باتیں نوٹ کرلی جائیں۔

کسی بات کو یاد رکھنے کا یہ بھی طریقہ ہے کہ کسی نہ کسی انداز میں اس کا اعادہ اور تکرار ہو اور سب سے آسان اور سہل نسخہ یہ ہے کہ ایسی باتیں جو زندگی میں برتنے کی ہیں ان کے مطالعہ میں آنے یا سننے کے بعد اسی وقت سے ان پر عمل شروع کردیا جائے، اس سے بڑھ کر یاد رکھنے کا کوئی مؤثر طریقہ نہیں ہوسکتا، مثلاً سونے جاگنے، کھانے پینے، وضو کرنے اور قرآن پڑھنے وغیرہ کے بارے میں اسلامی آداب اور نبوی طریقے معلوم ہو تو بلا تاخیر و توقف ان پر عمل شروع کردیا جائے اس سے علم بھی تازہ رہتا ہے اور عمل میں بھی شادابی رہتی ہے۔

**(٤) ثم العمل :** چوتھی چیز عمل ہے یعنی دینی باتوں کو سننے کے بعد ان پر عمل ضروری ہے، حضرت امام رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم علم کی چاشنی کو لے لو اور عمل کی تلخی کو چھوڑ دو۔

**(٥) ثم النشر:** پھر پھیلانا ہے، یعنی مسلمانوں کا کام صرف ''صلاح نہیں ہے'' کہ اپنے کو سدھار لے بلکہ علم حاصل کرنے کے بعد اس کی ذمداری علم کے پھیلانے کی اور اصلاح کی بھی ہے، یعنی دوسروں کو سدھارنے کی فکر اور کوشش دین کی جتنی باتیں معلوم ہیں ان کو پھیلانے اور نشر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (باتیں ان کی یاد رهیں : ص ٣٥ )

**مجلس اور درجہ میں بیٹھنے کے مختلف آداب:**

(۱) جب مجلس جمی ہوئی ہو اور کوئی گفتگو ہو رہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہئے، بعض لوگ بیچ میں السلام علیکم کہہ کر لٹھ سا مار دیتے ہیں جس سے گفتگو کا سارا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور تمام مجمع پریشان ہو جاتا ہے۔

(۲) ہمیشہ یاد رکھو پڑھتے ہوئے طالب علم کے پاس کبھی نہیں بیٹھنا چاہئے۔

(۳) کام کی مشغولی کے وقت سلام اور چھینک کا جواب دینا واجب نہیں۔

(۴) جس موقع پر سلام کرنے سے قلب مشوش ہو جائے اس موقع پر سلام نہ کرو۔

(۵) مشغول آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کو دیکھو مت کہ اس سے دل بٹتا ہے اور دل پر بوجھ معلوم ہوتا ہے بلکہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر بھی مت بیٹھو۔

(٦) جب جگہ میں وسعت ہو تو کسی کی طرف پشت کر کے نہ بیٹھنا چاہیے، جگہ نہ ہو تو مجبوری ہے مسلمان کا احترام اتنا ہے کہ بجز امامت کی ضرورت کے اس کی طرف پشت نہ کرنا چاہیے، حتیٰ کہ جواذ کار نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں ان میں بھی پشت نہ کرنا چاہیے، گو خانۂ کعبہ کی طرف پشت ہو جائے۔

(۷) کسی کہ پاس بیٹھنا ہو تو اس قدر مل کر نہ بیٹھو کہ اس کا دل گھبرائے اور نہ اس قدر فاصلہ پر بیٹھو کہ بات چیت کرنے میں تکلیف ہو۔

(۸) مجلس میں کسی کی طرف پاؤں نہ پھیلاؤ۔

(۹) کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھو۔

(۱۰) جو شخص اپنی جگہ سے چلا جائے پھر جلدی آ کر بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ جگہ اس کا حق ہے دوسرے شخص کو وہاں نہ بیٹھنا چاہیے۔

(۱۱) اگر کسی ضرورت سے مجلس سے اُٹھے اور پھر آ کر بیٹھنا منظور ہو تو اٹھتے وقت کوئی

چیز رومال وغیرہ وہاں چھوڑ دے، تا کہ حاضرین کو معلوم ہو جائے۔

(۱۲) جو دو شخص قصداً مجلس میں ایک جگہ جمع ہو تو ان کے درمیان بلا ان کی اجازت کے مت بیٹھو۔

(۱۳) جب مجلس میں جاؤ جہاں جگہ مل جائے، وہیں بیٹھ جاؤ، یہ نہیں کہ تم حلقے کو پھاند کر ممتاز جگہ پہنچ جاؤ۔

(۱۴) مجلس میں ناک بھویں چڑھا کر مت بیٹھو، جمائی کو حتی الامکان روکو، اگر نہ رُکے ،تو منھ ڈھانک لینا چاہیے۔

## ﴿کتاب کے آداب﴾

(۱) کتاب اچھی نیت سے خریدنا۔

(۲) فخر وتکبر کے لیے نہ خریدنا۔

(۳) غیر شرعی کتب نہ خریدنا۔

(۴) اہم کتابوں کو پہلے خریدنا۔

(۵) بہ قدرِ وسعت کتابوں کو زیادہ سے زیادہ خریدنے کا اہتمام کرنا۔

(٦) ممکن ہو تو ایک کتاب کے متعدد ایڈیشن (جن میں باہمی فرق ہو) خریدنا۔

(۷) کتابوں کا ادب واحترام کرنا۔

(۸) کتاب کو زمین یا فرش پر نہ رکھنا۔

(۹) کتابوں کو مرتب رکھ کر اُس کی فہرست بنانا۔

(۱۰) کتابوں کی پوری حفاظت کرنا، اِس کے لیے حسبِ ذیل طریقوں یا اس کے مثل

دیگر طریقوں کو اختیار کرنا:

[۱] کتابوں کو ایسی جگہ رکھنا جہاں چھوٹے بچوں وغیرہ کا ہاتھ نہ پہنچے۔

[۲] کتابوں کو ایسی جگہ رکھنا جہاں ہوا کی آمد و رفت ہوتی ہو۔

[۳] کیڑوں مکوڑوں سے حفاظت کی اَدویہ استعمال کرنا۔

(۱۱) کسی کو ضرورت ہو تو اس کو عاریۃً کتاب دینا۔(صحیح مسلم:۲۲۳/۲)

(۱۲) مستعار (عاریۃً لی ہوئی) کتاب کی حفاظت کرنا۔

(۱۳) مستعار کتاب پر کوئی چیز نہ لکھنا۔

(۱۴) وقف شدہ کتابوں میں کوئی اصلاح نہ کرنا۔

(۱۵) مستعار کتاب، ضرورت پوری ہونے پر لوٹا دینا۔(سورۂ نساء:۵۸)

**ضروری وضاحت:** جن آداب کے حوالے نہیں دیے گئے ہیں، وہ آداب "**تذکرۃ السَّامع والمتکلم**" (مؤلفہ بدرالدین حموی شافعیؒ، المتوفی: ۷۶۷ھ) اور "**موسوعة الآداب الاسلامية**" (ص:۷۲۵تا۷۳۲) سے ماخوذ ہیں۔(سنن و آداب:۴۰۵)

**ملحوظہ:** کتاب کے آداب کو ذرا تفصیل سے ان شاءاللہ ہم آئندہ اوراق میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔(محمد سلمان الخیر سہارنپوری)

## ﴿قرآن کریم کے حاملین کے آداب﴾

(۱) قرآن کریم کی تعظیم کرنا۔(سورة البروج:۲۱،۲۲)

(۲) قرآن کریم کے درس و تدریس میں مشغول ہونا۔(صحیح البخاری:۷۵۴/۲)

(۳) بہ کثرت تلاوت کرنا اور اُس پر مداومت کرنا۔(صحیح البخاری:۷۵۳/۲)

(۴) نماز میں بہ کثرت تلاوت کرنا (بالخصوص بہ وقتِ شب)۔ (صحیح البخاری:۲/ ۷٦٦)

(۵) تلاوتِ قرآن کے آداب کی رعایت کرنا۔

(٦) تلاوتِ قرآن کو کمائی کا ذریعہ نہ بنانا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۱٦۸، رقم:۷۷۳۸)

(۷) لوگوں سے مستغنی رہنا۔ (التبیان فی آداب حملة القرآن:٤٤)

(۸) تلاوتِ قرآن کو غور سے سننا۔ (سورۂ اعراف:۲۰٤)

(۹) قرآنی اخلاق سے مزین ہونا۔ (صحیح مسلم:۱/۲٥٦)

(۱۰) بہ کثرت روزے رکھنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۲۳۱)

(۱۱) تواضع اختیار کرنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۱۲۰)

(۱۲) (اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت اور آخرت کے خوف سے) بہ کثرت رونا۔ (سورۂ توبہ:۸۲)

# ﴿محدّث کے آداب﴾

(۱) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس نعمت پر شکر ادا کرنا۔ (الادب فی الدین:۷۳)

(۲) ثقہ راویوں سے نقل کرنا۔ (ایضاً)

(۳) غلطی، ہیرا پھیری، کمی بیشی وغیرہ نقائص سے اپنی حفاظت کرنا۔ (ایضاً)

(۴) سچی حدیثیں بیان کرنا، اور جھوٹی حدیثیں نہ بیان کرنا۔ (ایضاً)

(۵) احادیث کو آپس میں گڈ مڈ کرنے سے بچنا۔ (الادب فی الدین:۷٤)

(٦) جو حدیث نہ جانتا ہو اُسے ہرگز بیان نہ کرنا۔ (ایضاً)

(۷) اکثر ایسی حدیثیں بیان کرنا جن کا تعلق فرائض، اور سنن وآداب سے ہوں۔

(الادب فی الدین:۷۳)

(۸) اُمراء ووُزَراء کے لیے خاص طور پر مجلسِ درس قائم نہ کرنا۔(ایضاً)

(۹) اُمراء سے اجتناب کرنا۔(ایضاً)

(۱۰) تواضع اختیار کرنا۔(ایضاً)

(۱۱) کھیل کود میں مشغول نہ رہنا۔(ایضاً)

## ﴿طلباءِ حدیث کے آداب﴾

(۱) بڑائی کی غرض سے علم حدیث حاصل نہ کرنا۔(الادب فی الدین:۷۵)

(۲) حدیث کی طلب میں نماز وغیرہ فرائض سے غافل نہ ہونا۔(ایضاً)

(۳) دین دار محدث سے حدیث کا علم حاصل کرنا۔(ایضاً)

(۴) احادیث سنتے وقت بالکل خاموش رہنا۔(الادب فی الدین:۷٤)

(۵) مشہور حدیثیں لکھنا۔(ایضاً)

(۶) اپنے نسخے کی اصلاح میں پوری تندہی سے کام لینا۔(ایضاً)

(۷) غیبت سے خصوصاً بالکلیہ اجتناب کرنا۔(ایضاً)

## ﴿فتویٰ کے آداب﴾

### مستفتی کے آداب:

(۱) عمل کی نیت سے فتویٰ پوچھنا۔(صحیح مسلم:۳۳/۱)

(۲) دنیوی سہولت حاصل کرنے کی غرض سے متعدد مفتیانِ کرام سے مسئلہ نہ پوچھنا۔

(۳) رخصتوں کو تلاش نہ کرتے رہنا۔(فتاوی الامام النووی:۲۳۶)

(۴) جومسئلہ واقع نہ ہوا ہو اُس کا (بلاوجہ) سوال نہ کرنا۔(أصول الافتاء وآدابہ: ۲۹۱)

(۵) جاننے والے سے فتویٰ پوچھنا۔(سورۃ الانبیاء:۷)

(۶) مسئلہ پوچھنے میں پوری دقتِ نظر اور امانت داری سے کام لینا، (یعنی دھوکہ دہی سے کام نہ لینا)۔(صحیح البخاری: ۲/ ۱۰۳۰)

(۷) قابلِ تفصیل چیزوں میں مکمل تفصیل سے سوال کرنا۔(آداب الافتاء والاستفتاء: ۱۹۱)

## مفتی کے آداب:

(۱) اخلاصِ نیت سے جواب دینا۔(آداب وسنن: ۴۱۲)

(۲) جس چیز کا علم ہو، اُسی کا جواب دینا۔(صحیح البخاری: ۱/ ۲۰)

(۳) مستفتی کی سمجھ کے مطابق جواب دینا۔(صحیح البخاری ۱/ ۲۴)

## تحصیل علم میں تصحیح نیت کا خاص خیال رکھیں:

راقم الحروف چونکہ خدائی جماعت کا غلام، وارثینِ انبیاء کا خاکروب وخادم اور علماء وطلباء کی صفِ آخر کا ایک طالب علم ومقتدی ہے، لہٰذا کچھ مذاکرہ اس عنوان پر صفِ علم میں ساتھ کھڑے طلباء ساتھیوں کے ساتھ ہو جائے، تو خالی از فائدہ نہ ہوگا؛ بلکہ اُمید ہے کہ ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا، اور ممکن ہے کہ مجھے بھی اپنے اندر اخلاص کا ایک آدھ ذرہ پیدا کرنے کا جذبہ اور ولولہ بیدار ہو جائے۔

**میرے طالب عالم بھائی!** سب سے پہلی چیز تمام اعمال میں نیت ہے؛ کیونکہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے اعمال

میں کوئی فرق نہیں ؛لیکن ہاں اگر باطن کی طرف نگاہ دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ کونسا عمل عمل کہلانے کا مستحق ہے۔

نماز مسلمان بھی پڑھ رہے ہیں اور منافقین بھی ،دونوں کی نماز صورۃً نماز ہے؛لیکن اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی نماز کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی نمازیں مقبول اور کامیابی کی ضامن ہیں اور منافقین کے بارے میں ارشاد ہے کہ منافقین جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں،تو سستی کے ساتھ،بددلی کے ساتھ،زبردستی کھڑے ہوتے ہیں،جو ان کی نماز کی مردودیت پر دال ہے،اسی طرح علم کی تحصیل مخلصین بھی کرتے ہیں اور مفسدین بھی ،صورتاً دونوں ایک ہی عمل میں مصروف ہیں،مگر باطنی کیفیت اور نیت کے اعتبار سے واضح فرق ہے۔

علامہ برہان الاسلام زرنوجی علیہ الرحمہ نے ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کتنے اعمال صورت کے اعتبار سے دنیاوی اعمال نظر آتے ہیں؛لیکن حسن نیت کی بناء پر اعمالِ آخرت شمار ہوتے ہیں،اور کتنے اعمال صورت کے اعتبار سے آخرت کے اعمال نظر آتے ہیں؛لیکن نیت کی خرابی کی وجہ سے دنیاوی اعمال شمار ہوتے ہیں۔(تعلیم المتعلم:۱۲)

اسی وجہ سے علماء نے ہر نیک عمل کے لیے نیت کو شرط قرار دیا ہے؛چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی کے استاذ،شیخ احمد طحطاوی علیہ الرحمہ نے اس کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ نیت عادت اور عبادت میں تمیز کرتی ہے،مثلاً بسا اوقات آدمی سارا دن کھانا نہیں کھاتا،کبھی اشتہاء نہ ہونے کی وجہ سے یا کبھی مرض کے عذر کی وجہ سے،اس کو کوئی روزہ نہیں کہے گا؛ بلکہ یہ فاقہ کہلائے گا اور اگر اس میں روزہ کی نیت ہو،تو اب یہ کھانے پینے سے رُکنا **"مفطرات عن الصوم"** روزہ کہلائے گا۔(حاشیۃ الطحطاوی:۱۱۷)

چنانچہ نیت اپنی اہمیت کی وجہ سے تمام اعمال میں ان کی قبولیت اور عدم قبولیت کے لیے مؤثر ہے، یہی وجہ ہے کہ بے شمار محدثین کرام نے اپنی کتابوں کا آغاز حدیثِ نیت (**انما الاعمال بالنیات**) کے التزام سے کیا ہے، تاکہ کتاب سے استفادہ کرنے والا، علم دین حاصل کرنے والا سب سے پہلے اپنی نیت درست کرلے۔

علامہ زرنوجی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے: طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ علم کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے، آخرت میں کامیابی وسرخروئی، اپنے نفس کو جہالت کی آلودگی سے پاک کرنے، جہلاء سے جہل کے اثرات دور کرنے (یعنی علم کی روشنی کے ذریعہ ان کو جہالت کی دلدل سے نکالنے) اسلام کے احیاء اور دین کی بقا کی نیت سے حاصل کرے؛ کیونکہ اسلام کی بقا علم ہی سے ہے اور تقویٰ وزہد بغیر علم کے صحیح نہیں ہے۔ (تعلیم المتعلم: ۱۲)

علامہ طاش کبری زادہؒ نے لکھا ہے کہ علم عمل کرنے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے، آخرت کا فائدہ حاصل کرنے، جاہل کو دین سکھانے، غافل کو جگانے اور گمراہ کو راہ دکھانے کی نیت سے حاصل کرے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے علم حاصل کرنا حرام اور باطل ہے، علم کو عمل کے واسطے حاصل نہ کرنا علم کو ضائع کرنا ہے؛ چنانچہ حدیث شریف ہے کہ جس علم سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے، وہ اس خزانے کی طرح ہے، جس کو خرچ نہ کیا جائے۔

(مفتاح السعادة و مصباح السیادة: ۱۸)

ابن جماعہؒ نے لکھا ہے کہ بہترین نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور علم پر عمل کرنے، شریعت کو زندہ کرنے، اپنے دل کو روشن کرنے، باطن کو آراستہ کرنے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اہل علم کے لیے اپنی خوشی اور نہایت فضل

تیار کیا ہے، اس کے حصول کی نیت سے علم حاصل کرے۔(تذکرۃ السامع والمتکلم:٦٨)

مشہور اسلامی فلاسفر ابو حامد محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ طالب علم کی نیت حالاً باطن کو آراستہ کرنے، اپنے آپ کو علم کی خوبی سے مزین کرنے، آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے، فرشتوں میں ملأ اعلیٰ اور مقربین کے پڑوس کو حاصل کرنے کی ہونی چاہیے، جاہل سے جھگڑنے اور ساتھیوں پر فخر کرنے کی نیت نہ ہو۔(تذکرۃ السامع والمتکلم:٦٨)

اسی طرح علم اس لیے حاصل نہ کرے کہ لوگوں سے کچھ ہدایا قبول کرے؛ کیونکہ آدمی کو اس کی نیت پر ثواب ملتا ہے، نہ کہ جو کچھ اس کے اعضاء وجوارح اپنی خوشی اور چاہت سے کرتے ہیں، اس پر ملتا ہے (یعنی صرف بدن سے نکلنے والے عمل پر ثواب کا دار ومدار نہیں ہے؛ بلکہ اس میں نیت کا خاص دخل ہے)۔

ایک شخص نے کسی سے سنا کہ جو شخص چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہو جائے، تو اس کی زبان اور دل سے حکمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں، تو اس نے اسی لالچ میں ایسا کیا؛ لیکن کچھ بھی نہ ہوا، تو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: تم نے یکسوئی اللہ کے لیے نہیں؛ بلکہ حکمت کے لیے کی ہے۔(مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ:١٨)

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: لوگو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اپنے علم کی مراد اللہ تعالیٰ کو بناؤ؛ کیونکہ (میرا حال تو یہ ہے کہ) میں جب بھی کسی مجلس میں خاکساری سے بیٹھا ہوں، تو بلند ہو کر اُٹھا ہوں، اور جب بلندی کی نیت سے بیٹھا ہوں، تو رسوا ہو کر اُٹھا ہوں۔

(تذکرۃ السامع والمتکلم:٦٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو

علم حاصل کرے (ایسا علم کہ) جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہو اور وہ اس علم کو دنیاوی غرض سے حاصل کرے، تو وہ شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔ (جامع بیان العلم و فضله: ۱/۲۳۲)

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس علم (دین) سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے، اسی وجہ سے یہ (دوسرے علوم میں) سب سے ممتاز ہے، اگر ایسا نہ ہو تو سب (علم) برابر ہو جائیں۔ (جامع بیان العلم و فضله: ۱/۲۳۴)

سنن ابی داؤد میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم اس لیے نہ حاصل کرو کہ اس سے علماء پر فخر کرو، جہلاء سے بحث کرو، اور مجلس میں اونچی جگہ بیٹھو، جو بھی ایسا کرتا ہے، اس کے لیے جہنم ہے جہنم۔ (جامع بیان العلم و فضله: ۱/۲۲۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر اہل علم، علم کی عزت کرتے اور اسے اس کی جگہ رکھتے، تو اپنے زمانے کے سردار بن جاتے؛ لیکن انہوں نے علم کی قدر نہ جانی، خود کو دنیا والوں کے قدموں پر ڈال دیا؛ تاکہ ان کی دنیا سے کچھ حاصل کریں، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ذلیل وخوار ہو گئے، میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جس نے اپنی تمام فکروں کو ایک فکر (یعنی فکر آخرت) بنا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی کفایت کرے گا اور جس نے دنیا کی بہت سی فکریں اپنے سر جمع کر لیں، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو چھوڑ دیتے ہیں جس وادی میں چاہے ہلاک ہو۔ (جامع بیان العلم و فضله: ۱/۲۲۹)

جناب نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے، جس سے جہنم بھی چار سو مرتبہ روزانہ پناہ مانگتی ہے، وہ ریا کار قاریوں کے لیے ہے۔

ایک جگہ ارشادِ نبوی ہے کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف چھوٹے شرک کا ہے، صحابۂ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ! چھوٹا شرک کیا ہے؟ فرمایا: ریا (دکھلاوا) ہے۔(مشکوۃ:٤٥٦/٢)

## اخلاص، اسلافِ اُمت کی نظر میں:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے بارے میں جان لیتے ہیں کہ وہ سچی نیت اور اللہ سے اجر کے حصول کے لیے عمل کررہا ہے، تو اس عمل کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو اللہ تعالیٰ دور فرمادیتے ہیں“۔(حلیۃ الاولیاء:٣٢٦/١)

ابو یعقوب سوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”جب اپنے اخلاص میں اخلاص کا مشاہدہ کرو، تو سمجھو کہ تمہارے اخلاص کو ابھی اخلاص کی ضرورت ہے“۔(یعنی ابھی اس میں ریا ہے)۔(الرسالۃ القشیریۃ:٢٩٠)

ابو عثمان جبری علیہ الرحمہ (م۲۹۸ھ) فرماتے ہیں:

”خالق کی طرف ہمیشہ نگاہ رکھنے کی وجہ سے مخلوق کی رؤیت کو بھلانے کا نام اخلاص ہے“۔(الرسالۃ القشیریۃ:٢٩٠)

حضرت رابعہ بصریہ بہت بڑی ولیہ خاتون گزری ہیں، دوسری صدی ہجری یعنی آٹھویں صدی عیسوی میں ان کا انتقال ہوا، ایک مرتبہ ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے ہاتھ میں آگ لے کر باہر نکلیں، کسی نے اس کے بارے میں استفسار کیا، تو فرمایا: ”میں نے اس آگ کے ذریعہ جنت کو جلانے اور پانی کے ذریعہ جہنم کو بجھانے کا ارادہ کیا ہے، تاکہ لوگ اللہ کی عبادت

صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کریں، جنت کے شوق یا جہنم کے خوف کی وجہ سے نہ کریں''۔(غبارِ خاطر از أبوالکلام آزاد:۱۳۳)

مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ (م۱۶۲۴ء) فرماتے ہیں:

''شریعت کے تین جز ہیں، علم، عمل اور اخلاص، جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہو، شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوگئی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے، شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کے لیے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے، طریقت اور حقیقت جن سے صوفیاء ممتاز ہیں، شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں، پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے''۔(ارشاداتِ مجدّد ،دفتر اوّل ،مکتوب:۳۶ ص:۳۲)

داعی کبیر حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی علیہ الرحمہ (م۱۹۶۵ء) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی بھی نیت سے عمل کرنا نفسانیت ہے۔مال مل جائے، مال بڑھ جائے،، لوگ تعریفیں کریں، بڑا بن جاؤں، شہرت مل جائے، عہدہ مل جائے، مرجع بن جاؤں، میری بات چلنے لگے، میری حیثیت مانی جائے، میری رائے پوچھی جائے، ان اغراض کے لیے عمل کرنا ہرگز اخلاص اور للّٰہیت نہیں ہے، یہاں تک کہ مخلصین خدا کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے اس موعود کے لیے بھی عمل نہیں کرتے، اس لیے کہ موعود، موعود ضرور ہے مگر مقصود نہیں اور جو موعود کو مقصود بنا کر کرتے ہیں وہ موعود ہی میں پھنس کر رہ جاتے ہیں اور جو لوگ صرف رضائے الٰہی کو مقصود بنا کر چلتے ہیں ان پر جب خدا کے مواعید پورے ہوتے

ہیں اور مال وملک کی نعمتیں ملتی ہیں،تو وہ ان کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کے بجائے دین کی اشاعت اور مخلوق خدا پر محض رضائے الٰہی کے لیے خرچ کردیتے ہیں ،جیسے صحابۂ کرام نے کیا تھا''۔(تذکرۂ مولانا محمدیوسف صاحب:٥٤)

استاذالاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ(م١٤٠٢ھ)فرماتے ہیں:

''ریا صرف اس کا نام نہیں کہ لوگ بڑا سمجھیں، یہ تو شرک ہے،لوگوں کے دیکھنے کے سبب سے عمل کو چھوڑ دینا بھی ریا ہے''۔(صحبتے بااولیاء:٢٠٩)

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہری ثم مہاجر مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں، جو بھی نیک کام کرو اسی نیت سے کرو کہ اس کے متعلق جو مجھے اللہ نے حکم دیا ہے،اس پر عمل کرکے محض اللہ کو راضی کرنا مقصود ہو، دنیا کا نفع اور شہرت اور نام ونمود مقصود نہیں ،آخرت سنور جانے کے لیے عمل کرنا ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے جب نیک عمل کا ثواب مل جانے کا پورا یقین ہو اور ثواب کو کام کی چیز سمجھا جائے''۔(کام کی باتیں:١٣)

## اخلاص کی علامات:

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ(م٢٤٥ھ)فرماتے ہیں:

''تین چیزیں اخلاص کی نشانیاں ہیں:

(١)عوام کی مدح یا مذمت بندے کے نزدیک یکساں ہو۔

(٢)اعمال میں اپنے اعمال کو دیکھنا بھول جائے۔

(٣)یہ بھی بھول جائے کہ وہ آخرت میں اپنے اعمال کا ثواب چاہتا ہے''۔

(الرسالة القشيرية: ۲۹۰)

## ریاکاری کی علامات:

امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ریاکاری کی تین علامات ہیں:

(۱) ریاکاری کرنے والا اکیلا ہوگا، تو سست ہوگا۔

(۲) لوگوں کے درمیان ہوگا تو چستی دکھائے گا۔

(۳) اور اگر اس کی تعریف کرے تو بہت زیادہ کام کرے گا اگر کوئی مذمت کرے تو کام بہت کم کرے گا۔ (احیاء علوم الدین: ۲۹۶/۳)

## ہمارے اکابر واسلاف اور اخلاص:

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"آپ جن علماء ومحدثین کو عنانِ عزت پر دیکھتے ہیں، اگر ان کی زندگی کا مطالعہ کریں تو یہ سب ان کے اخلاص کی برکت سے تھا، ان کی تعمیرِ زندگی میں اخلاص اہم عامل ہے، ملا نظام الدین کو ہی لے لیجئے، جن کا درسِ نظامی آج صرف ہندوپاک میں نہیں؛ بلکہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں قائم ہے اور باوجود کوشش کے اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جاسکا، محض ان کی علمیت کی بنا پر ایسا نہیں ہوا؛ بلکہ ان کے ساتھیوں اور ہم عصروں میں بہت سے ایسے اشخاص تھے، جو علم وفضل میں، ذہانت وذکاوت میں اگر ان سے بڑھے ہوئے نہیں تو ان کے ہم پلہ ضرور ہوں گے؛ لیکن کیا بات ہے کہ آج ملا نظام الدین تو زندہ جاوید ہیں؛ لیکن ان کے معاصرین کا تذکرہ اگر آتا بھی ہے تو صرف ان کے سلسلے میں ہی آتا ہے، اگر آپ غور کریں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ان کی پشت پر اخلاص وہ زبردست قوت کارفرما پائیں گے، جس نے

ملا نظام الدین کو قیامت تک کے لیے زندہ جاوید بنادیا"۔(پاجا سراغِ زندگی:۲۱)

**عزیز طلباء!** اس تفصیل سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اگر واقعی آپ علم دین کی تحصیل کرر ہے ہیں، تو کیا نیت ہونی چاہیے۔

اخلاص کے سلسلے میں مزید اہم اور کارآمد باتیں احقر کی کتاب "تحفۂ اخلاص" میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام ایمان والوں کو ہر کارِ خیر اچھی نیت سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اخلاص واحسان کی عظیم دولت سے مالا مال فرمائے۔آمین۔

## اہل علم، علماء وطلباء کے لیے حضرت والا تھانوی رحمہ اللہ کی مفید اور کارآمد باتیں، کچھ نصیحتیں اور کچھ مشورے

(۱) فرمایا: ایک بات اہل علم کے کام کی بتلاتا ہوں کہ دین پر عمل کرنے کا مدار سلف صالحین کی عظمت پر ہے، اس لیے حتی الامکان ان پر اعتراض وتنقیص کی آنچ نہ آنے دینی چاہیے۔

(الافاضات الیومیہ:۲/۲۶۵)

(۲) مولوی ہونا کوئی خوشی کی بات نہیں، دیندار ہونا خوشی کی بات ہے۔(مزید المجید:۹۱)

(۳) زیادہ کھانے سے جسم تازہ اور قلب مکدر ہوتا ہے اور کم کھانے سے جسم کمزور ہو جاتا ہے، مگر قلب کو تازگی ہوتی ہے۔(حسن العزیز:۴/۲۳۸)

(۴) علم اور اس کے صحبت کی بڑی ضرورت ہے، صحبت سے واقفیت بھی ہوتی ہے اور عمل کے ساتھ مناسبت بھی ہوتی ہے، بڑی ضرورت ہے شیخ کی، نری کتابیں کافی نہیں۔

(حسن العزیز:۳/۸۹)

(۵) مولانا محمد قاسم صاحب (نانوتویؒ) فرمایا کرتے تھے کہ پڑھنے سے زیادہ گننا (سمجھنا) چاہیے، ایک شخص پڑھا ہوا ہے اور ایک گنا (سمجھا) ہوا دونوں میں بڑا فرق ہے، گننا صحبت سے آتا ہے۔(حسن العزیز:۳/۹۰)

(۶) علماء کا ہمیشہ غریب ہی رہنا اچھا ہے، جس قوم اور جس مذہب کے علماء امیر ہوئے وہ مذہب برباد ہو گیا۔(حسن العزیز:۳/۹۰)

(۷) آدمی قناعت اور اکتفا کرے اور ضروری سامان کے ساتھ رہے تو تھوڑی آمدنی میں

بھی رہ سکتا ہے اور فرض منصبی کو بھی ادا کر سکتا ہے۔(حسن العزیز:۱۵۹/۳)

(۸) دو چیزیں اہل علم کے واسطے بہت بری معلوم ہوتی ہیں، حرص اور کبر یہ ان میں نہیں ہونی چاہیے۔ (حسن العزیز:۲/۳)

(۹) مناسب ہے کہ پنسل اور کاغذ جیب میں پڑا رہے جس وقت جو مضمون ذہن میں آئے اس کا اشارہ لکھ لیا جائے، پھر دوسرے وقت ان میں ترتیب دے دی جائے، چنانچہ میری جیب میں پنسل اور کاغذ پڑا ہے ورنہ بعض مضامین ذہن میں آتے ہیں اور پھر نکل جاتے ہیں۔ (حسن العزیز:۱۰/۳)

(۱۰) امام مالکؒ کی خدمت میں ایک بزرگ نے لکھا کہ ہم نے سنا ہے آپ عمدہ کپڑے پہنتے ہیں، بزرگوں کی کیا یہی شان ہوتی ہے؟ حدیثیں موجود تھیں اگر چاہتے تو (جواز) ثابت کر دیتے مگر یہ فرمایا: نَعَمْ نَفْعَلُ وَنَسْتَغْفِرُ یعنی ہم کرتے ہیں اور اپنے کو گنہگار سمجھ کر استغفار کرتے ہیں، کوئی تاویل نہیں کی۔(حسن العزیز:۱۳۶/۳)

(۱۱) کثیر الاشغال شخص کو زبانی یاد پر اکتفاء نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ضروری کاموں کو لکھ لینا چاہیے۔(حسن العزیز:۹۲/۱،۹۵)

(۱۲) تحمل سے زیادہ اپنے ذمہ کام نہ لو۔(حسن العزیز:۳۷۹/۱)

(۱۳) بیکار وقت کھونا نہایت برا ہے، اگر کچھ کام نہ ہو تو انسان گھر کے کام میں لگ جائے ،گھر کے کام میں لگنے سے دل بہلتا ہے اور عبادت بھی ہے، مجمعوں میں بیٹھنا خطرہ سے خالی نہیں، کسی کی حکایت (شکایت سے) بعض مرتبہ غیبت کی نوبت آجاتی ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔(الافاضات:۲۶۸/۸)

(۱۴) ملنے جلنے میں ہزارہا مفاسد ہیں، اختلاط سے سینکڑوں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بس

اپنے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔(حسن العزیز:۱/۳۳۰)

(۱۵) آدمی سب کوخوش رکھے یہ ہونہیں سکتا، جب ہر حال میں اس پر برائی آتی ہے تو پھر اپنی مصلحت کو کیوں فوت کرے، جس کام میں اپنی مصلحت اور راحت دیکھے بشرط اذن شرعی وہی کرے، کسی کی بھلائی برائی کا خیال نہ کرے، مخلوق کے برا کہنے کا خیال نہ کرے حق تعالیٰ سے معاملہ صاف رکھنا چاہیے۔(حسن العزیز:۱/۱۲۵و ۳۳۸)

(۱۶) فرمایا: دو باتیں مجھے بہت ناپسند ہیں ایک تو تقریر میں لغت بولنا، دوسرے تحریر میں شکستہ لکھنا؛ کیونکہ تحریر و تقریر سے مقصود افہام ہوتا ہے اور یہاں ابہام ہو جاتا ہے۔(حسن العزیز:۲/۲۵۲)

(۱۷) جس کے معتقد ہو اس کے کہنے کا بُرا نہ مانو تھوڑی دیر کے لیے صبر کرلو شاید یہ امتحان ہی لیتے ہوں۔ اگر وہ اس کا امتحان ہونا پہلے ہی سے بتلا دیں تو پھر امتحان ہی کیا ہوا۔(حسن العزیز:۱/۵۸)

(۱۸) مشغولی بڑی سلامتی کی چیز ہے یہ اللہ کی رحمت ہے کہ کسی نہ کسی کام میں مشغول رکھیں ،بس خدا جس سے کام لینا چاہے وہی کام کر سکتا ہے، خود کچھ نہیں کرسکتا۔(حسن العزیز:۱/۱۳۵)

(۱۹) آدمی کو اپنی کسی چیز پر ناز نہ کرنا چاہیے نہ علم و فضل پر نہ عقل و فہم پر، نہ زہد و تقویٰ پر، نہ عبادت و اعمال پر، نہ شجاعت و قوت، نہ حسن و جمال پر، یہ سب حق تعالیٰ کی عطا ہیں پھر ناز کس پر ،ناز تو اپنے کمال پر ہوتا ہے اور جب اپنا کمال کچھ بھی نہیں تو پھر ناز کی کیا ضرورت ہے؟ اگر ناز کرے گا تو پھر خیر نہیں۔(الافاضات :۸/۱۷)

(۲۰) جس کے سر پر کوئی بڑا ہو اس سے پوچھ کر سب باتیں کرنی چاہیے، یہ تاکید لڑکوں کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہیے۔(ملفوظات اشرفیہ:۲۱۳)

(۲۱) بڑوں سے اگر کسی امر میں اختلاف کیا جائے تو وہ علی الاطلاق مذموم نہیں، اگر نیت

اچھی ہوتو اس کا مضائقہ نہیں، ہاں اگر بڑے اس سے بھی روک دیں تو پھر کچھ نہ بولو، اور جب تک ان کی اجازت ہو خوب بولو۔ (الافاضات :۹: ۳۰۹)

(۲۲) اگر غلطی بھی (اپنے کسی بڑے مثلاً) پیر سے ہو تو مرید کو اعتراض نہ کرنا چاہیے، ہاں باادب متنبہ کردے جب دیکھے کہ خود متنبہ نہ ہوگا اور اگر یہ اُمید ہو کہ (خود) متنبہ ہوجائے گا تو پھر سکوت کرے، اعتراض کرنا بیجا حرکت ہے۔ (حسن العزیز:۳/۳/ ۱۰)

(۲۳) جب تک آدمی دین کا پابند نہ ہو اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں کیونکہ اس کا کوئی کام حدود کے اندر تو ہوگا نہیں، دوستی ہوگی تو حدود سے باہر دشمنی ہوگی تو حدود سے باہر، ایسا شخص سخت خطرناک ہوگا، ہر چیز کو اپنے درجہ میں رکھنا یہی بڑا کمال ہے، آج کل اکثر علماء و مشائخ میں اس کی کمی ہے کوئی چیز ان کے یہاں اپنے درجہ پر نہیں۔ (الافاضات:۸/ ۲۰۴)

(۲۴) ایک تجربہ کی بات عرض کرتا ہوں کہ وہ نہایت نافع اور مؤثر ہے کہ کسی چیز کے درپے نہ ہونا چاہیے، اس میں دو خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ لوگوں کو غرض کا شبہ ہوجاتا ہے کہ اس قدر کاوش کیوں ہے، اس میں ضرور کوئی اس کی ذاتی غرض ہے۔ دوسرے یہ کہ اس صورت میں فریق بندی ہوجاتی ہے پھر کوئی کام نہیں ہوتا۔ (العلم و العلماء:۲ ٤٤)

تیسرے ایک اور خرابی ہے، وہ یہ ہے کہ شروع میں تو نیت کے اندر خلوص ہوتا ہے، پھر جب بات کی پیچ ہوجاتی ہے تو نفسیات بھی آجاتی ہے پھر ثواب بھی نہیں ہوتا، اس پر لوگوں کی نظر کم جاتی ہے، یہ ہے باریک بات۔ اور حکم بھی ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے: **اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى**. (الافاضات :۲/ ۲۷۰)

(۲۵) ایک مرض اپنی جماعت میں اور پیدا ہوگیا ہے کہ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے

کو کہتے ہیں کہ فلانے بڑھے ہوئے ہیں اور فلانے کم ہیں، ایک دوسرے کو فضیلت دے کر دوسرے کے عیوب بیان کرتے ہیں، اپنے حضرات کو دیکھا کہ مجمع میں بکثرت لوگ ہوتے مگر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون کس سے بیعت ہے۔(حسن العزیز:۳/۳۱)

(۲۶) میں تو اپنے دوستوں کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو کسی دینی مدرسہ میں درس وتدریس کا موقع نصیب فرمائیں، تو انتظام واہتمام کو اپنے لیے قبول نہ کریں کیونکہ دونوں میں تضاد ہے، مدرس اور علمی خدمت کرنے والوں کے لیے یہی زیبا ہے کہ اپنے اسی شغل میں لگے رہیں، مقامی اور ملکی سیاست سے یکسور ہیں۔(مجالس حکیم الامت:۸۵)

(۲۷) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب (نانوتویؒ) علماء، صوفیاء، طلبہ سب کو یہ وصیت فرماتے تھے کہ جس کام میں لگے ہو، وہ عبادت نماز، دعاء کی ہو یا کتابوں کا مطالعہ یا درس وتدریس یا وعظ و پند سب میں اس کا اہتمام رکھیں کہ اس کام کا جتنا شوق ورغبت دل میں ہے اس کو ختم تک نہ پہنچنے دیں؛ بلکہ کچھ شوق ورغبت باقی ہو، اس وقت چھوڑ دے، اس کا اثر یہ ہوگا کہ پھر از سرِ نو شوق ورغبت جلد پیدا ہوگی اور کام زیادہ ہوگا اور اگر کام کو شوق ورغبت سے پورا کرنے اور تھکنے کے بعد چھوڑا تو دوبارہ اس کام کی رغبت وہمت بہت دیر کے بعد عود کرے گی، اس طرح کام میں نقصان آئے گا۔(مجالس حکیم الامت:۷۱۵)

(۲۸) جس شخص کی طبیعت میں تنعم ہوتا ہے اس سے کام نہیں ہوتا۔(ملفوظات حکیم الامت:۲/۱۶)

(۲۹) فرمایا: چھوٹی جگہ میں رہ کر کام زیادہ ہوسکتا ہے کیونکہ وقت فراغت زیادہ ملتا ہے اور بڑی جگہ میں رہ کر چھوٹا کام بھی نہیں کرسکتا اور نہ ہوسکتا ہے؛ کیونکہ زیادہ وقت لوگوں کی دل جوئی میں گذرتا ہے، اس وقت جو کام ہوا ہے یہ سب اسی جگہ کی برکت ہے کام تو گمنامی ہی میں ہوتا ہے۔

(التبلیغ:۱۲۹، خیر الارشاد، العلم و العلماء:۴۴۴)

# تعلیم وتعلم

## اوراس کے ظاہری اوصاف وآداب

علم کی حقیقی دولت جس پر قرآن وحدیث میں بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں، اس کو حاصل کرنے کے لیے ان اوصاف وآداب کا ہونا ناگزیر ہے، جن کے ساتھ متصف ہوکر ہمارے اسلاف اپنی طالب علمی کی زندگی گذارتے تھے اور علوم نبوت کے بیش بہا خزانوں سے فیضیاب ہوتے تھے۔

وہ اوصاف وآداب دو طرح کے ہیں۔ کچھ ظاہری ہیں، کچھ باطنی ہیں، اگرچہ ان میں سے اکثر آداب، ہم اجمالاً گزشتہ اوراق میں بیان کرآئے ہیں، آئندہ سطروں میں ان میں سے بعض کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے، تاکہ ہمارے عزیز طلباء ان پر عمل پیرا ہوکر اپنی طالب علمی کی زندگی کو کامیاب بناسکیں، ان اوصاف وآداب سے قطع نظر کرکے نہ حقیقی علم کی دولت حاصل ہوسکتی ہے، نہ اخلاقی حالت سنور سکتی ہے۔(اسلاف کی طالب علمانہ زندگی)

### طالب علم اور علم کی سچی طلب اور شوق:

حقیقی علم کی دولت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلا ادب اور اولین شرط علم کی سچی طلب اور ذوق وشوق ہے، جب تک سچی طلب پیدا نہ ہو اور علم کی دھن نہ لگے، علم کے پیچھے دیوانگی اور پروانہ وار وارفتگی کی کیفیت پیدا نہ ہو علم کا حصول نہیں ہوسکتا، نری تمناؤں اور آرزوؤں سے کام نہیں بنتا، طلبِ صادق ضروری ہے، اسی لیے حصولِ علم کے لیے طلب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، کسب کا لفظ نہیں ہے، طلب کا مفہوم اور ہے کسب کا مفہوم اور ہے۔

طالب کے معنی یہ ہے کہ کام کی دل میں فکر ہو، بے فکری اور طلب دونوں جمع نہیں ہوسکتیں

،اس لیے دل میں فکر و لگن اور دھن ہو، جب تک مقصود حاصل نہ ہو، برابر اس کی جستجو کرتا رہے۔

چنانچہ حدیث میں فرمایا گیا: "مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ" جو علم کی طلب میں نکلا، تو وہ جب تک کہ واپس نہ آجائے، اللہ کے راستے میں ہے۔ اور علم حاصل کرنے والے کو "طالبِ علم" سے موسوم کیا گیا، پس فرمایا: "مَرْحَبًا بِطَالِبِ الْعِلْمِ"۔

طالبِ علم کسے کہتے ہیں؟ طالبِ علم کا مفہوم ہے علم کی طلب اور جستجو کرنے والا، شئ مطلوب میں انہماکِ تام رکھنے والا، علم کے علاوہ تمام چیزوں سے علیحدہ اور یکسو ہو کر اسی دھن میں لگا رہنے والا، طلب اور دھن ایسی جیسے پیاس سے سسکنے والے کو پانی کی ہوتی ہے اور بھوک سے بےتاب ہو کر تڑپنے والے کو کھانے سے ہوتی ہے، کھانے اور پینے کے علاوہ سے ان کو کوئی سروکار ہی نہیں ہوتا، ان کے علاوہ کوئی چیز اچھی ہی نہیں لگتی، ایسی ہی طلب اور دھن اس طالب کو علم سے لگی ہو، محض آرزوئیں نہ ہوں۔

اسی لیے محققین کا قول ہے:

لَوْكَانَ هٰذَاالْعِلْمُ يُدْرَكُ بِالْمُنٰى مَاكَانَ يَبْقٰى فِى الْبَرِيَّةِ جَاهِلُ

**ترجمہ:** اگر یہ دولتِ علم محض تمناؤں اور آرزوؤں سے حاصل ہو جایا کرتی تو مخلوق میں کوئی جاہل نہ رہتا۔

ہر ایک علم کی دولت کو سمیٹ لیتا؛ لیکن ایسا ہرگز نہیں، اس کے لیے سچی طلب کے ساتھ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔

علم کی طلب اور تلاش میں اس طالب کی کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسے اس شخص کی ہوتی ہے جو اپنی قیمتی اور محبوب شئ کے گم ہو جانے پر اس کی تلاش میں گلی در گلی کوچہ در کوچہ گھومتا ہے۔ ساری

چیزوں سے بالکلیہ بیزار ہوکر اسی کی دھن میں حیران وسرگرداں ہوتا ہے، جب تک اسے پا نہ لے چین نہیں لیتا، ایسی ہی کیفیت اس طالب کی ہو، جو تحصیل علم میں لگا ہوا ہے، ہر وقت ہاتھ میں کتاب ہے، چرچا ہے تو علم کا کتاب کا، سوچ ہے تو علم کی مجلسیں ہیں تو علم کی، دوستی ہے تو علم سے، اس کے علاوہ میں اس کا جی ہی نہیں لگتا۔

چنانچہ حدیث میں فرمایا: (كَلِمَةُ) الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا.

(سنن الترمذی: ۵/۵۱، سنن ابن ماجۃ: ۲/۱۳۹۵، مسند الشھاب: ۱/۶۵)

**ترجمہ:** حکمت ودانائی (کی بات) مؤمن کی گمشدہ چیز ہے، لہٰذا جہاں بھی وہ اس کو پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

## حقیقی طالب علم کبھی سیر نہیں ہوتا:

اور اس طرح علم کی طلب وجستجو کرتے کرتے علم کا یہ طالب جوں جوں ترقی کرتا رہتا ہے، یونہی اس کی پیاس بڑھتی جاتی ہے، کسی مقام پر سیرابی نہیں ہوتی؛ بلکہ اندر سے "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" ہی کی صدا آتی رہتی ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا: مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ، وَمَنْهُوْمٌ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا. (مشکوۃ)

ترجمہ: دو بھوکے اور حریص کبھی سیر نہیں ہوتے، ایک تو علم کی حرص اور بھوک رکھنے والا کہ وہ اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا اور دوسرا دنیا کی حرص اور بھوک رکھنے والا کہ وہ اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔

ایک دوسری روایت میں ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَنْ يَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ حَتّٰى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةُ. (سنن الترمذی)

ترجمہ: مؤمن کا پیٹ خیر کی یعنی علم کی بات سننے سے کبھی نہیں بھرتا، یہاں تک کہ جنت ہی اس کا منتہیٰ ہوتی ہے۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علمی بھوک اور علم سے عدم سیرابی ایمان کے لوازمات اور مؤمن کے اوصاف میں سے ہے اور جنت میں داخل ہونے تک مؤمن کا علم کے ساتھ یہی معاملہ رہتا ہے۔ (العلم و العلماء)

اسی مضمون کو شاعر اس طرح بیان کرتا ہے:

مکتبِ عشق کا انداز نرالا دیکھا     اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

☆......☆......☆

# ہمارے اسلاف واکابر

## کی علم دوستی اور وقت کی قدر دانی کے چند نمونے

ہمارے اسلاف واکابر کی زندگی میں وقت کی غیر معمولی قدردانی، علمی طلب اور ذوق وشوق غالب تھا، ہر وقت علم کی طلب اور دھن لگی رہتی تھی، اسی طلب اور دھن کا نتیجہ تھا کہ علم کے اعلیٰ معیار پر پہنچے، ہم یہاں سے ان یارانِ باصفا اور علم دوست حضرات میں سے چند کے حالاتِ طلبِ علمی مختصر انداز میں پیش کرتے ہیں، اُمید ہے کہ موجودہ دور کے کم ہمت طلباء ان واقعات کو پڑھ کر اپنے اندر ان اسلاف واکابر کے نہج کے مطابق تحصیلِ علم وعمل کا جذبہ بیدار کریں گے۔ **واللہ ولی التوفیق.**

### حضرت امام ابو یوسفؒ اور علمی چسک:

آپ کا پورا نام نامی اسم گرامی یعقوب بن ابراہیم انصاری کوفی ہے، (ولادت ۱۱۳ھ وفات ۱۸۲ھ) جو فقہ واجتہاد کی دنیا میں امام ابو یوسفؒ کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگردِ رشید اور ان کے علم ومسلک کے ترجمان ہیں، مہدی، ہادی اور ہارون رشید تینوں عباسی خلفاء کے قاضی رہے ہیں، جن کو سب سے پہلے ''قاضی القضاۃ'' کا خطاب ملا؛ بلکہ قاضی قضاۃ الدنیا کے لقب سے یاد کیا گیا، وہ نزع کے عالم میں بھی عیادت کو آئے ہوئے ایک شخص سے ایک فقہی مسئلہ پر گفتگو فرماتے ہیں کہ شاید کسی علم کے پیاسے کی سیرابی کا سامان ہوجائے اور عمر کا آخری لمحہ بھی علمی مذاکرے اور افادہ واستفادہ کے بغیر خالی نہ رہ جائے۔

بہر حال قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی علم کے ساتھ محبت اور مسائل کے ساتھ شغف کا یہ عالم تھا کہ زندگی کے آخری لمحوں میں بھی ایک فقہی مسئلہ پر بحث کرتے رہے۔

ان کے شاگرد قاضی ابراہیم بن الجراح کوفی ثم مصریؒ کہتے ہیں کہ میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے مرضِ وفات میں ان کی عیادت کے لیے پہنچا، تو دیکھا کہ ان پر غشی طاری ہے، تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھولیں، اور مجھے دیکھ کر فرمایا: ابراہیم! بتایئے حاجی کے لیے پیدل رمیٔ جمار کرنا افضل ہے یا سوار ہوکر؟ میں نے کہا: حضرت! اس حال میں بھی مسائل کی بحث، فرمانے لگے : کیا حرج ہے، ممکن ہے کہ اسی سے کسی کی نجات ہو جائے؛ چنانچہ میں نے جواب میں کہا: پیدل افضل ہے، فرمایا: نہیں، میں نے کہا پھر سوار ہوکر، فرمایا: نہیں، میں نے کہا: آپ ہی بتادیجیے، فرمایا: جس رمی کے بعد دعا کے لیے وقوف ہو، وہاں پیدل ورنہ سوار ہوکر افضل ہے۔

ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ مجھے مسئلہ معلوم ہونے سے زیادہ اس بات پر تعجب ہوا کہ ابو یوسف ایسی بیماری کی حالت میں بھی علمی مذاکرات کے کتنے شوقین ہیں، اس کے بعد میں ان کے پاس سے اٹھا اور ابھی دروازے تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ اندر سے عورتوں کے رونے کی آواز نے مجھے ان کے انتقال کی خبر پہنچادی۔ (قیمة الزمن عند العلماء: ٥٧، مفصل)

یہ تھی اسلاف کرام کے یہاں علم کی قدردانی! وہ زندگی کو خیر باد کہتے ہوئے حالتِ نزع میں بھی علمی مباحث ومشکلات کی گتھیاں سلجھانے سے نہیں چوکتے تھے۔

یہی حقیقی علماء ومشائخ کا طریقہ کار رہا ہے، چنانچہ ان کا فرمان ہے:

علم کو مہد سے لحد تک حاصل کرو۔ یعنی علم کو ماں کی گود سے گور (قبر) کی گود تک حاصل کرتے رہو۔

**ملاحظہ :** اطلبو االعلم من المھد الی اللحد، یہ حدیث نبوی نہیں ہے؛ بلکہ بعض حکماء کا مقولہ ہے؛ اس لیے اس کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ بہت سے

لوگ نقل در نقل ایسا کہتے، لکھتے اور بیان کرتے چلے آرہے ہیں، کیوں کہ جناب نبی کریم ﷺ کی طرف وہی بات منسوب کی جاسکتی ہے، جس کا ثبوت آپ کے قول وفعل یا تقریر سے ہو، اگرچہ یہ مقولہ اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے درست اور مصداق کے لحاظ سے ناقابل انکار حقیقت ہے، مگر اس سے اس بات کا جواز فراہم نہیں ہوتا کہ اس کو حدیثِ رسول کا درجہ دے دیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابوالحجاج حلبی مزیؒ فرماتے ہیں:

''اپنی پسندیدہ کسی بات کے ایک لفظ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا کسی شخص کے لیے بھی جائز نہیں ہے، خواہ وہ بات کتنی ہی صداقت وحقانیت پر مبنی ہو؛ اس لیے کہ جو کچھ بھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سچ ہی سچ ہے؛ لیکن ایسا نہیں جو بھی حق اور سچ ہو، وہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان بھی ہو، تفصیل کے لیے دیکھئے۔(ذیل الموضوعات للسیوطی:۲۰۲،لسان الميزان:۳۸٤/۷)

نہ ہو قناعت شعار گلچین، اسی سے قائم ہے شان تیری
وفورِ گل ہے اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہوجا

بہرکیف امام موصوفؒ ایک غریب گھرانے کے فردِ فرید تھے، قریب تھا کہ معاشی خستہ حالی ان کی زندگی کو جہالت کے گرداب میں ڈبوئے رکھے اور ان کی صلاحیتوں کے جوہر نکھر کر بکھرنے یا بکھر کر نکھرنے کا موقع ہی نہ پائیں کہ ان کے گلشن باطن کی علمی صلاحیت کے برگ وبار کی مہک امام اعظم ابوحنیفہؒ نے محسوس کی کہ ؎

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہوکر

امام ابوحنیفہؒ نے ان کی معاشی کفالت اپنے ذمہ لی، انہیں درس کی طرف توجہ دلائی، درس کی پابندی نے شوقِ علم دیا، عظیم استاذ کی شفقت نے حوصلہ بڑھایا اور برسوں کی تربیت نے گمنام ''یعقوب'' سے ابو یوسف جیسا عظیم قاضی القضاۃ برآمد کیا، جن کا نام ہی آج سن کر فقہ حنفی کے شیدائیوں کے دلوں میں عظمت کی سوتیں اور عقیدت کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں، شفیق استاذ کی مجلس میں پابندی کا پھر یہ حال ہوا کہ لختِ جگر کا انتقال ہوا، تو تجہیز و تکفین رشتہ داروں کے حوالے کر کے خود مجلس درس جا پہنچے، یہ خوف تھا کہ تجہیز میں مصروف ہو گئے تو درس کی کوئی بات رہ جائے گی۔

اور استاذ کی وفات کے بعد بڑی حسرت سے کہتے ''کاش! مجھے اپنی نصف دولت کے عوض استاذ کی صرف ایک ہی علمی صحبت میسر آجائے''۔(مناقبُ أبي حنيفة للامام المؤفق المكي:٤٨١/١،مناقبُ أبي حنيفة للكرُدَري:٤٠٥/٢،الجواهر المضية:٧٦/١،فضائل أبي حنيفة و أصحابه:٧٣٠،قيمة الزمن:٥٨،مفصل)

اس بزم میں مدت سے نہیں گرچہ رسائی
نظروں میں میری، آج بھی عالم ہے وہیں کا

لیکن لذتِ علم نے شوق کا جو ولولہ دیا وہ ہر دم زندہ رہا، معاشی تنگ حالی کا ایسا زمانہ بھی گزرا کہ سسرال کے گھر کے چھپر کی کڑی نکال کر بازار میں بیچی اور خوراک کا سامان کیا۔

## دہی سے دل کی دباغت:

وہ خود کہتے تھے ''میرے ساتھ پڑھنے والوں کی یوں تو کافی جماعت تھی؛ لیکن جس بیچارے کے دل کی دباغت دہی سے کی گئی تھی، نفع اسی نے اُٹھایا'' پھر دل کی اس دباغت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہتے: ''طالب علمی میں گھر والے میرے کھانے کا یہ انتظام کرتے کہ چند روٹیاں دہی کے ساتھ ٹھونک لی جاتی تھیں، وہی کھا کر سویرے درس کے حلقوں میں حاضر

ہوجاتا؛لیکن جواس انتظار میں رہتے کہ ان کے لیے، ہریسہ یاعصیدہ تیار ہو،تب اس کا ناشتہ کرکے جائیں گے،ظاہر ہے ان کے وقت کا کافی حصہ اس انتظار میں صرف ہوجاتا،اس لیے جو چیزیں مجھے معلوم ہوئیں ان سے یہ ہریسہ اور عصیدہ والے حضرات محروم رہے۔

(متاع وقت اور کاروانِ علم:۱٤٥،تدوین حدیث:۱٥٤)

حضرت امام ابو یوسفؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے استاذ امام الائمہ،سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر رہتے ،انہوں نے ۱۷ر یا ۲۹ر سال تک پابندی کے ساتھ اس طرح ان کی مجلس میں شرکت کی کہ کبھی ان کے ساتھ فجر کی نماز فوت نہیں کی،عید الفطر کا موقع ہو یا عید الاضحیٰ کا،کبھی امام صاحبؒ کا ساتھ نہیں چھوڑا؛الا یہ کہ بیماری کا کوئی عارضہ پیش آگیا ہو۔(مناقبُ أبي حنیفة للامام المؤفق المکی:۱/٤۷۲، قیمةُ الزمن عند العلماء:۵۸،مفصل)

## امام ابو یوسف اور اساتذہ کا ادب واحترام:

علامہ شمس الدین ذہبی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

**کَانَ اَبُوْیوسفَ عظیمَ البِرِّ و کبیرَ الاِجلالِ لِشَیْخَیه ابن ابی لیلیٰ وأبی حنیفة رحمهم اللّٰه.فَلِذٰ لک نَالَ بَرَکَةَ العلمِ.**(حسن التقاضي في سیرة الامام ابي یوسف القاضي:١٦)

’’حضرت امام ابو یوسفؒ بالخصوص اپنے دو اساتذۂ کبار عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور امام اعظم ابوحنیفہ کا بہت زیادہ ادب واحترام اور ان کی بڑی خدمت کرتے تھے،اسی وجہ سے اللہ نے علم کی دولت اور اس کی برکات سے خوب مالا مال فرمایا‘‘۔

یہ تو ایک مسلم حقیقت ہے کہ شاگرد کو اقبال کی بلندیوں اور علم وعمل کے پہاڑ کی چوٹیوں تک پہنچانے میں استاذ کے ساتھ ظاہری وباطنی ادب واحترام اور ان کی خدمت کو بڑا دخل ہے،ہم

ایسے نمونے اپنے اکابر ومشائخ کی زندگیوں میں بے شمار دیکھتے ہیں کہ اساتذہ کی خدمت اور ادب واحترام نے ان کو کہاں سے کہاں تک پہنچادیا،اسلاف واکابر کی طالب علمی کے دور میں ان کا یہ وصف خوب ممتاز اور نمایاں رہا ہے۔اور مشہور ومبنی برحقیقت کہاوت ہے:

باادب بانصیب، بےادب بےنصیب

اور

بےادب محروم گشت از فضل رب

## امام محمدؒ اور علمی طلب وشغف:

حضرت امام محمد بن الحسن شیبانی علیہ الرحمہ کے نام سے کون ناواقف ہے،انہی کی کتابوں نے فقہ حنفی کو مدون کیا،مسائل کے دلائل جمع کیے،اختلافی اقوال ذکر کیے اور دنیا کے اکثر خطوں میں رائج فقہ حنفی کو تصنیفی شکل میں اُمت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مطالعہ ان کی طبیعت ثانیہ بن چکا تھا،علم ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا اور اسی میں وہ منہمک رہتے، کتابوں کا ڈھیر اردگرد لگا رہتا، رات میں سوتے نہ تھے،طشت میں پانی رکھا رہتا، نیند آتی تو پانی سے زائل کرتے ،اور فرماتے کہ نیند حرارت سے آتی ہے ،ایک موضوع سے اکتاجاتے ،تو دوسرا شروع کردیتے۔(تعلیم المتعلم :٨٥،متاعِ وقت:١٤٦،مفتاح السعادۃ:٢٣/١)

اور اسی عالم میں وہ رات گزارتے کہ.....

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
مری سرشت میں ہے پاکی ودرخشانی

تو اے مسافرِ شب! خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی

لوگوں نے اس شب بیداری کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے:

''میں کیسے سوتا رہوں، جب کہ عام مسلمان ہم پر اعتماد کر کے سو رہے ہیں کہ ہم ان کی راہنمائی کریں گے''۔(متاع:۱٤٦،مناقبِ کَرُدری:٤٣٦،بلوغ الاماني:٥٧)

علم کے انہماک اور شغف میں ان کو اپنے لباس تک کا ہوش نہیں رہتا تھا، گھر والے کہہ کہہ کر میلے کپڑے اترواتے تو اتار لیتے، ورنہ ان کو اس کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

ان کے علمی شغف اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات کوئی سلام کرتا تو جواب میں بجائے سلام کے دعا کرنے لگتے، سلام کرنے والا دوبارہ سلام کرتا تو دوبارہ وہی دعائیہ کلمات دہرادیتے۔(بلوغ الأماني فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیباني:۷۱)

گھر والوں سے کہہ رکھا تھا کہ دنیوی ضروریات کے سلسلہ میں مجھ سے بات نہ کریں، اس بارے میں میرے وکیل سے کہہ دیا کریں.....تاکہ میرے علم ومطالعہ کی یکسوئی میں خلل نہ آئے۔(تاریخ بغداد:۲/۱۷٦)

علم ومطالعہ کی یکسوئی میں امکان بھر کوشش کرتے کہ کوئی مخل نہ ہو، ان کے گھر ایک مرغ تھا، جس کی بانگ کسی وقت کی پابند نہ تھی کسی بھی وقت جی چاہتا نالاں ہوجاتا، امام محمدؒ نے ایک دن پکڑ کر یہ کہتے ہوئے ذبح کردیا کہ یہ خواہ مخواہ میرے علم ومطالعہ میں مخل بنا ہوا ہے۔

فرماتے تھے:

**لَذَّاتُ الْاَفْکَارِ خَیْرٌ مِّنْ لَذَّاتِ الْأَبْکَارِ.** (حدائق الحنفیة:١٥٤)

”فکر ونظر کی لذتوں کے سامنے دوشیزاؤں کی لذتیں کچھ بھی نہیں“۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے نوسوننا وے (۹۹۹) کتابیں لکھیں۔

(الجواهر المضيئة: ۷٦/۱)

حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ یہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے، فرمانے لگے: محمد بن الحسن کی کتابوں سے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۳٦/۹)

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جو مسائل قرآن وسنت اور اجماع سے مستنبط کیے ان کی تعداد دس لاکھ ستر ہزار ایک سو بتائی گئی ہے۔ (حدائق الحنفية: ۱۳۰/۲)

ایک مرتبہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے یہاں رات کو ٹھہرے، امام شافعیؒ تو رات بھر نفلیں پڑھتے رہے، آپ ساری رات لیٹے رہے، امام شافعیؒ کو یہ بات بڑی اجنبی معلوم ہوئی، نمازِ فجر میں وضو کے لیے پانی لایا گیا، امام محمدؒ نے اس پانی سے وضو کیے بغیر نماز پڑھی، امام شافعیؒ کو مزید تعجب ہوا، پوچھنے پر فرمایا کہ ”آپ نے تو ذاتی نفع کے پیش نظر رات بھر عبادت کی، تاہم میں پوری اُمت کے لیے جاگتا رہا اور کتاب اللہ سے ایک ہزار سے کچھ زائد مسائل مستنبط کیے“ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں اپنی شب بیداری بھول گیا کہ عبادت کرتے ہوئے جاگنا اتنا دشوار نہیں، جتنا لیٹ کر جاگنا۔ (حدائق الحنفية: ۱۵۹/۲)

خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ ”رے“ کی طرف گئے، وہیں انتقال فرمایا، اسی دن مشہور نحوی امام کسائیؒ کا بھی انتقال ہوا، دفن کرنے کے بعد ہارون رشید نے کہا:

**دفنَّا اليوم اللغة و الفقه.** (تاريخ بغداد: ۱۸۱/۲، الاعلام للزركلي: ۸۰/٦)

”آج ہم نے لغت اور فقہ دونوں کو دفن کر دیا“۔

آپؒ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی، عمر عزیز کی ۵۸ بہاریں دیکھنی نصیب ہوئیں۔

(تاریخ بغداد:۲/۱۸۱،الاعلام للزر کلی:٦/٨٠)

امام محمد بن الحسن شیبانی علیہ الرحمہ کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا انتقال کیسے ہوا؟ تو فرمایا: کتاب المکاتب کا ایک مسئلہ سوچ رہا تھا، اسی دوران جان نکل گئی، پوچھا کیا گذری؟ فرمایا: کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا گیا: اے محمد! اگر تمہیں عذاب دینا ہوتا تو اپنا علم تمہارے سینے میں نہ رکھتے۔(ملفوظات فقیہ الأمت:.....)

امام محمدؒ سے منقول ہے کہ مجھے اپنے والد ماجد کی میراث سے تیس ہزار درہم ترکہ میں ملے تھے، جس میں سے نصف تو میں نے لغت، نحو اور شعر کی تحصیل میں صرف کیے اور پندرہ ہزار فقہ اور حدیث کی طلب میں خرچ کیے۔(الأنساب للسمعانی)

## امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ:

نام ان کا محمد بن مسلم ہے؛ لیکن ''ابن شہاب زہری'' سے مشہور ہیں۔

دل ان کا علمی ولولوں سے سرشار تھا، دماغ ان کا علم حدیث کی لذت سے آشنا تھا اور جسم ان کا اس راہ میں مشقتوں کا عادی تھا، طلبِ علم کے جذبۂ بیتاب نے ان کے بحرِ زندگی کو ایسا مضطرب کیا کہ علم کی طلب میں تختے اور کاغذات کے پلندے اور پشتارے اٹھا اٹھا کر دیوانہ وار پھرتے، دنیا دیکھتی، ہنستی؛ لیکن یہ تھے، کہ اپنی دھن میں مگن!

کسی کو کیا خبر کیا چیز ہیں وہ
انہیں دیکھے کوئی میری نظر سے

(متاعِ وقت :۱۳۸،تهذيب الكمال:٢٦/٤٣٣)

امام زہری علیہ الرحمہ کے ہم درس ابوالزناد کہتے تھے کہ ہم صرف حلال وحرام سے متعلق احادیث لکھتے؛ لیکن زہری جو کچھ سنتے ،لکھ لیتے ،جب لوگوں کا مرجع بنے ،تب ہمیں معلوم ہوا کہ وہ سب پر فوقیت لے گئے ہیں۔(تهذيب الكمال:٤٣٣/٢٦)

منزل کو جا لیا یاران تیزگام نے
ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

حافظہ اللہ تعالیٰ نے بلا کا دیا تھا،خود فرماتے تھے:

''میں جب بقیع سے گزرتا ہوں تو کانوں کو بند کرلیتا ہوں اس اندیشہ سے کہ اس میں کوئی فحش بات داخل ہوجائے؛ کیونکہ خدا کی قسم !میرے کان میں اب تک کوئی بات ایسی داخل نہیں ہوئی ،جسے میں بھول گیا ہوں''۔(تدوین حدیث:٤١)

ایک ہی دن میں پورا قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔(تذكرة الحفاظ:١/١٠٤)

علم کی بقا اور دنیا کی فنا پر یقین تھا،فرماتے تھے:

''اللہ کے نزدیک علم سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں''۔(تذكرة الحفاظ:١/١١٢)

عمرو بن دینار کہتے ہیں:

''علم کے مقابلہ میں دراہم ودنانیر کی حیثیت زہری کے ہاں مینگنیوں سے زیادہ نہ تھی''۔

(تهذيب الكمال:٤٣٥/٢٦)

کتابوں کے ذوق اور مطالعہ کے شغف کا لطف اس درجہ پایا تھا کہ اس انہماک علمی میں گھر بار تک کی خبر نہ رہتی ،ان کی اہلیہ کو یہ کہاں گوارا تھا،ایک دن بگڑ کر کہنے لگی:

''اللہ کی قسم !یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں''۔(متاع وقت:١٣٩)

علم کو جب اپنا سب کچھ دیا، تو علم نے بھی کچھ عنایت کیا، ۲۳۴ھ میں تو آپ کا انتقال ہوگیا۔(تهذيب الكمال:٢٦/ ٤٤٠)

لیکن علم حدیث کی صف اول کے مدونین میں آپ کا شمار رہا اور ان شاء اللہ رہے گا۔

## امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ:

حدیث کا ادنی طالب علم بھی یحییٰ بن معین علیہ الرحمہ کے نام سے بخوبی واقف ہے، ابن معین اسمائے رجال کے زبردست عالم اور حدیث کے بے مثال محدث ہیں، ۱۵۵ھ (یا ۱۵۸ھ) میں بغداد میں پیدا ہوئے، ابھی عمر عزیز کا دسواں سال تھا کہ حدیث لکھنا شروع کیا۔(سير اعلام النبلاء:١١/ ٧٦_٧٧،قيمة الزمن:٦٤)

یہ وہ زمانہ تھا جس میں عالم اسلام کا چپہ چپہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کی صداؤں سے گونجتا تھا۔

احادیث کے بیش بہا اور لافانی ذخیرہ کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو مقصود تھی اور اس حفاظت کے لیے جن خوش نصیب رجال سے کام لینا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان میں قدرتی اور فطری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ علم حدیث کی طلب کا وہ جذبہ تازہ پیدا فرمادیا تھا کہ جس نے ان کے سامنے پہاڑ و دریا اور دشت و صحراء کی تمام وسعتیں سمیٹ کے رکھ دی تھیں، ابن معین علیہ الرحمہ، حدیث کے انہیں درخشندہ ستاروں میں سے ہیں۔

والد سے ترکہ میں ایک لاکھ درہم ملے، وہ سب کے سب علم حدیث کی طلب میں صرف کیے۔(سير اعلام النبلاء:١١/ ٧٧)

راہ علم میں محنت ومجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ احادیث

لکھیں اور ایک حدیث جب تک پچاس مرتبہ نہیں لکھتا اطمینان نہیں ہوتا۔(سیر اعلام النبلاء:۱۱/۸۵)

امام احمد اور امام ترمذی علیہما الرحمہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک انصاریؓ سے نقل کیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ (مرض الوفات میں) حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے سہارے گھر سے باہر تشریف لائے، جبکہ آپ نے قطری (قطر میں تیار شدہ) کپڑا زیب تن کیا ہوا تھا اور آپ نے حاضرین کو نماز پڑھائی۔(مسند الامام أحمد:۳/۲۶۶،شمائل ترمذی:۶۰،باب ماجاء في لباس رسول الله ﷺ،قيمة الزمن:۶۳)

اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد امام ترمذیؒ نے اپنے استاذ عبد بن حمید کے حوالے سے ان کے استاذ محمد بن الفضل کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے:

''یحییٰ بن معین نے میری مجلس میں بیٹھتے ہی اس حدیث کے بیان کرنے کی فرمائش کی ،میں نے سند کے ساتھ حدیث بیان کرنی شروع کی ،تو یحییٰ بن معین نے قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا: کیا اچھا ہوتا کہ آپ اپنی کاپی سے حدیث بیان فرماتے؛ چنانچہ میں اپنی کاپی لینے کے لیے اُٹھا، تو انہوں نے میرا دامن پکڑ کر کہا: آپ مجھے پہلے حدیث کا املا کرادیں، مجھے اندیشہ ہے کہ کبھی آپ سے پھر ملاقات نہ ہو، چنانچہ ان کو حدیث قلم بند کرائی، اور پھر اپنی کاپی لاکر اس کو دہرایا''۔

یہ درحقیقت علم حدیث کے ساتھ وہ عشق تھا جس نے کتاب کے لیے آنے جانے کی مختصر سی مدت میں استاذ کی جدائی کا خطرہ محسوس کیا کہ کیا معلوم پھر ملاقات ہوگی بھی کہ نہیں۔

عشق است و ہزار بد گمانی

## مذکورہ واقعہ کی مزید تفصیل:

یحییٰ بن معین علیہ الرحمہ کا اپنے استاذ محمد بن الفضلؒ سے حصولِ حدیث کا مذکورہ بالا واقعہ قیمتی

فوائد ولطائف پر مشتمل ہے، یحیٰی بن معینؒ نے اپنے استاذ محمد بن الفضل سدوسی بصریؒ، جن کو ''عارم'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے: کے یہاں بیٹھتے ہی مذکورہ حدیث بیان کرنے کی درخواست کی، انہوں نے حدیث بیان کرنے کے لیے **حدثنا حماد بن سلمه** ہی کہا تھا کہ یحیٰی بن معینؒ نے عرض کیا: بہتر ہوتا کہ آپ اپنی کاپی سے بیان فرماتے، انہوں نے مزید اطمینان واعتماد پیدا کرنے کے لیے یہ درخواست کی تھی؛ کیونکہ محمد بن الفضلؒ کا شمار ثقہ، صدوق، قابلِ اعتماد اور مشہور حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے؛ لیکن انہیں زیادہ سے زیادہ اطمینانِ خاطر کرنا مطلوب تھا۔

پانچویں صدی ہجری میں مدارس کے قیام سے قبل محدثین کرامؒ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ شیخ مسجد میں، اور اگر جگہ تنگ ہو، تو مسجد سے باہر کسی کشادہ جگہ میں، یا اپنے گھر کے دروازے پر، جبکہ طلباء کی تعداد کم ہوتی، اپنے شاگردوں سے حدیث بیان کرتے، محمد بن الفضلؒ نے یہ حدیث اپنے گھر کے دروازے پر (یا بیٹھک میں) ہی بیان فرمائی، چنانچہ جب وہ اپنی کاپی گھر سے لانے کے لیے کھڑے ہونے لگے، تاکہ کاپی ہی سے حدیث بیان کریں، تو یحیٰی بن معین کو یہ اندیشہ ہوا کہ شیخ کی گھر میں آمد و رفت کے اس مختصر سے وقفے میں کہیں کوئی مانع نہ پیش آجائے، جس کے نتیجے میں حدیث کی سماعت سے محروم ہونا پڑے؛ اس لیے شیخ کے اُٹھنے سے پہلے ہی انہوں نے دامن پکڑ لیا، اور گھر میں تشریف لے جانے سے روک دیا؛ تاکہ وہ اولاً اپنی یادداشت ہی سے حدیث بیان فرمادیں، ان کا یہ اقدام اخذِ حدیث کے سلسلہ میں غایت درجہ دلچسپی کا باعث تھا۔

چنانچہ محمد بن الفضلؒ نے پہلے اپنے حافظے سے حدیث املاء کرائی، پھر اپنے گھر سے کتاب لاکر اس کو ان کے سامنے دہرادیا۔

یہ واقعہ یحیٰی بن معینؒ کی، وقت کو کارآمد بنانے کی حد درجہ کوشش کا آئینہ دار اور تحصیل علم کے

تعلق سے ان کی انتہائی احتیاط پر مبنی ہے، نیز استفادہ کے سلسلے میں ان کی کمالِ سبقت وسرعت کانمونہ بھی ہے۔اس واقعہ سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف کوعلم اور کام کی باتوں کوقلم بند کرنے میں پس وپیش اور آرزوئے محض سے کس درجہ نفور تھا،اور زندگی کے ساتھ چھوڑ دینے کا انہیں کیسا دھڑ کا لگا رہتا تھا۔

سرسری طور پر احاطۂ تحریر میں لائے گئے اس مختصر سے واقعے سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یحیٰ بن معینؒ کے یہاں کس درجہ وقت کی اہمیت تھی اور یہ کہ ان کے لیے یہ کیسے ممکن ہوسکا کہ وہ دس لاکھ احادیث قلم بند کریں،مختلف شہروں کی خاک چھان کر اساتذۂ حدیث سے احادیث کی سماعت کریں،اور پھر اپنے حاصل کردہ ذخیرۂ حدیث سے ہزاروں محدثین ومستفیدین کوفیض یاب کریں۔

اور اس فضیلت واعزاز میں امام یحیٰ بن معین تنہا نہیں ؛ بلکہ امام علی بن مدینیؒ،امام احمد بن حنبلؒ،امام بخاریؒ،امام مسلمؒ،امام ابوداؤدؒ،امام ترمذیؒ،اور امام نسائیؒ اور ان جیسے دیگر محدثین بھی ان کے شریک ہیں۔

## طالب علم کو چاہیے کہ اس کی ہمت بلند ہو:

علامہ نوویؒ نے اپنی عظیم الشان کتاب **”المجموع“** کے مقدمے میں **”باب آداب المتعلم“** میں تحریر فرمایا ہے کہ طالب علم کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی ہمت بلند ہو،گلشن علم میں تنگیٔ داماں کا علاج اگر ممکن ہو،تو وہ چند کلیوں پر قناعت نہ کرتا ہو،علم سے اشتغال رکھنے میں ٹال مٹول نہ کرتا ہو اور کسی بھی طرح کے ممکنہ فائدے کے حاصل ہونے کے تعلق سے بھلے ہی وہ کم مایہ ہو؛تاہم تاخیر سے کام نہ لیتا ہو،خواہ کچھ دیر بعد اس کے حصول کی ضمانت موجود ہو،اس لیے کہ تاخیر کرنے میں نقصانات ہیں،اور پھر دوسرے وقت میں دوسری چیزوں

کا حصول، اس کے پیشِ نگاہ ہوتا ہے۔ (المجموع: ۱/ ۶۸)

## امام الادباء علامہ عمرو بن بحر جاحظ کی علم دوستی اور شوقِ علم:

خطیب بغدادیؒ نے ابوالعباس مبردؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے: میں نے تین لوگوں کو علم کا سب سے زیادہ شوقین پایا، ان میں سے ایک امام الادباء عمرو بن بحر بن محبوب، جو جاحظ کے نام سے مشہور ہیں (ولادت ۱۶۳ھ وفات ۲۵۵ھ)، ان کا حال یہ تھا کہ جب بھی کوئی کتاب ان کے ہاتھ لگ جاتی، تو شروع سے آخر تک پڑھ ڈالتے، خواہ کسی بھی موضوع کی ہو، حتیٰ کہ کتب فروش نسّاخ کی دوکانیں کرایہ پر لیتے اور انہی میں کتب بینی کے لیے رات گزارتے۔

(تقييد العلم: ۱۳۹ فهرست لابن نديم: ۱۳۰، معجم الأدباء لياقوت الحموي: ۱۶/ ۷۵ قيمة الزمن عند العلماء: ۷۱ محقق)

امام الادباء علامہ جاحظ معتزلی تھے، اور معتزلہ کے ایک مستقل دبستانِ فکر کے بانی تھے۔

(الأعلام للزركلي: ۵/ ۷۴)

ان کا دین وعقیدہ تو مشکوک رہا، مشکوک رہے گا؛ لیکن ان کے ادبی کارناموں پر ادب عربی نے کبھی شک نہیں کیا۔

علامہ جاحظ کی "البیان والتبیین" کی متنوع اور اپنے اندر دلچسپیوں کا ہزار سامان رکھنے والی عبارتوں کا چمن آج بھی آباد اور زندہ ہے، علامہ موصوف اپنی ذات میں مختلف صفات واخلاق کی ایک انجمن تھے۔

جاحظ عربی میں اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کی آنکھوں کے ڈھیلے اُبلے ہوئے ہوں؛ چونکہ ان کی آنکھوں کی بناوٹ میں پیدائشی نقص تھا، اس لیے ان کا نام "الجاحظ" پڑ گیا۔

(دائرة المعارف: ۷/ ۱۷)

رنگ وصورت سے اچھے نہ تھے، خلیفہ متوکل نے انہیں اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کرنا چاہا؛ لیکن ان کی صورت دیکھ کر فیصلہ واپس لے لیا۔(الأعلام للزركلي: ١٧٤/٥)

کچھ ان کی اس طرح کی صورت، پھر ادبی ذوق وملکہ اور اس پر مزید ظریفانہ طبیعت کے امتزاج نے انہیں ایک دلچسپ بنادیا تھا، اس طرح یہ محفلوں کی زندگی بنتے رہے اور زندگی سے خشکی دور کرتے رہے، ان کی طبیعت کی اس نیرنگی کے کئی دلچسپ واقعات ہیں، ایک دو یہاں بھی نقل کیے جاتے ہیں۔

خود تو صورت کا یہ حال تھا؛ لیکن بایں ہمہ ان کی ظرافت دوسروں پر جملے کسنے سے باز نہ رہتی اوروں کو شرمندہ کرتے اور خود شرمندگی اُٹھانے میں تو کوئی باک نہ تھا۔

ایک بار کوئی سیاہ فام بدصورت عورت آئی، جاحظ نے اس کی پھبتی اُڑاتے ہوئے قرآن کریم کی آیت پڑھی وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (جب وحشی جانور جمع کیے جائیں گے)....

.....تو عورت کہنے لگی: وَضَرَبَ لَنَامَثَلاً وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ (ہمارے لیے مثالیں بیان کررہا ہے اور خود اپنی خلقت بھول بیٹھا ہے)

ایک دن کوئی عورت آکر ان سے کہنے لگی، آپ میرے ساتھ بازار چلیں، میرا ایک مسئلہ ہے، جو صرف آپ ہی سے حل ہوسکتا ہے، یہ ساتھ چلنے لگے، عورت سنار (یا مصور) کی دکان پر پہنچی اور انہیں آگے بڑھاتے ہوئے سنار سے کہا ''اس طرح'' یہ کہتے ہی عورت دکان سے نکل کر غائب ہوگئی۔

جاحظ پریشان ہوئے کہ خدایا میرے ذریعہ سے حاصل ہونے والا یہ کیسا مسئلہ تھا، جو میرے بارے میں صرف ''اس طرح'' کہنے سے حل ہوگیا، دوکاندار سے اصرار کر کے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا تھا؟ وہ کہنے لگا دراصل اس عورت نے مجھے شیطان کی تصویر بنانے کے لیے کہا تھا؟ میں

نے اس سے کہہ دیا تھا کہ شیطان کی کوئی شکل دکھاؤ تو اس طرح کی تصویر بنا کے دوں، اب یہ آپ کولائی ہے کہ شیطان کی وہ تصویر ''اس طرح'' بنا دیں۔

علامہ جاحظ کی طبیعت کی اس نیرنگی نے ان کی تصانیف کو بھی رنگین کیا، ان کی تحریر خشک سے خشک موضوع میں بھی ادب کے گُل بوٹے یوں لگا دیتی ہے کہ اس نظر نواز منظر سے ہٹنے کو جی نہیں کرتا اور اسی چیز نے ان کی تصانیف کو قبولِ عام بخشا۔

جاحظ کے یہاں وقت کی قدر، زندگی کی اہمیت اور مطالعہ میں محنت وشوق کا یہ عالم تھا کہ کتابوں کی دو کانیں کرایہ پر لے لے کر رات رات بھر مطالعہ کرتے۔(فهرست لابن نديم: ۱۳۰) کوئی کتاب اُٹھاتے، جب تک اول سے آخر تک ختم نہ کر ڈالتے، کتاب ہاتھ سے نہیں رکھتے۔(دائرۂ معارفِ اسلامیہ: ۲۰/۷)

## وہ ولولے کہاں، وہ جوانی کدھر گئی!

عمر کے آخر میں بدن کا نصف حصہ مفلوج ہوگیا تھا، امام مبردؒ کہتے ہیں کہ میں جاحظ کے پاس ان کی زندگی کے آخری ایام میں عیادت کے لیے گیا، حال دریافت کیا، تو کہنے لگے اس شخص کا کیا حال پوچھ رہے ہو جس کا آدھا دھڑ مفلوج ہو چکا ہو......اور جسم کی یہ سب آفتیں اسی لیے تو آئی ہیں کہ میں عمر کے نوے سال سے تجاوز کر گیا ہوں، پھر یہ شعر پڑھے۔

أترْجُوْ أن تكونَ وأَنْتَ شَيْخٌ      كَمَا قَدْ كُنْتَ أَيَّامَ الشَّبابِ

لَقَدْ كَذَبَتْكَ نَفْسُكَ ليس ثوبٌ      دَرِيْسٌ كالجديدِ من الثِّيابِ

(تاريخ بغداد للخطيب: ۲۱۹/۱۲، قيمة الزمن: ۲۵۱ محقق)

''کیا بڑھاپے میں بھی تو عہدِ شباب کی سی صحت کی اُمید رکھتا ہے، یہ اپنے آپ کو غلط فہمی

میں مبتلا رکھتا ہے کہ پرانا اور نیا کپڑا برابر نہیں ہوتا‘‘۔

مارا زمانے نے اسد اللہ خان تمہیں
وہ ولولے کہاں، وہ جوانی کدھر گئی

کہاں محفلوں کی وہ بذلہ سنجیاں اور کہاں اب کہ ہل بھی نہیں سکتے!

## کوچۂ جاناں میں مرگ!

لیکن مطالعہ کا محبوب مشغلہ اس حال میں بھی جاری رہا، کتابوں کے جمگھٹے میں پڑے مطالعہ کرتے رہتے کہ ایک دن آس پاس رکھی ہوئی کتابیں ان پر آگریں، مفلوج و بیمار جسم اُٹھنے کی تاب کہاں سے لاتا اس طرح اپنی محبوب کتابوں ہی میں دب کر جان جاں آفرین کے حوالہ کردی، یہ محرم ۲۵۵ھ کا واقعہ ہے۔ (متاعِ وقت: ۱۶۰)

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر، ورق ہوگا کفن اپنا

اور

سرورِ علم ہے کیفِ شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

## وزیر فتح ابن خاقان کی کتاب دوستی:

علم دوستی میں معروف ومشہور اور کتب بینی ومطالعہ سے غیر معمولی شغف رکھنے والوں میں ایک نام اپنے وقت کے ادیب وشاعر، غیر معمولی ذہین وفطین شخصیت، عباسی خلیفہ متوکل باللہ کے وزیر اور منھ بولے بھائی اور عظیم کتب خانے کے مالک: فتح ابن خاقان (وفات: ۲۴۷ھ) کا بھی آتا ہے۔

فتح بن خاقانؒ خلیفہ متوکل باللہ کے وزیر خاص تھے، متوکل نے ان کو اپنا بھائی بنایا تھا اور ان کو اپنی اولاد سے مقدم رکھتے تھے۔(الاعلام للزرکلي:۱۳۳/۵)

تاہم شاہی دربار کے جلوے ان کے مطالعہ کی آنکھ کو خیرہ نہ کر سکے۔

فتح بن خاقان کی مطالعے سے دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ وہ ہمیشہ اپنی آستین یا تھیلے میں اپنے ساتھ کتاب رکھتے، جب کبھی متوکل کی مجلس سے کسی ضرورت یا نماز کے لیے اُٹھتے تو کتاب نکال کر چلتے چلتے مطالعہ کرتے، جہاں جانا ہوتا اسی حال میں جاتے، پھر واپسی میں بھی اپنی جگہ پہنچنے تک یہی حال رہتا، تاکہ آمد و رفت کا یہ وقت ضائع نہ ہو، اسی طرح جب متوکل کسی ضرورت سے مجلس سے اُٹھتا، تو فتح بن خاقان فوراً کتاب نکال کر مطالعہ میں مصروف ہو جاتے، اور خلیفہ کی واپسی تک کتب بینی ہی میں منہمک رہتے۔(تقييد العلم:۱۳۹،معجم الأدباء لياقوت الحموي:۷۵/۱۶،قيمة الزمن:۷۱)

علامہ زرکلی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ فتح بن خاقانؒ بیت الخلاء میں بھی مطالعہ کرتے تھے۔(فهرست لابن نديم:۱۳۰)

کتابوں کے ساتھ انہیں زبردست عشق تھا، ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا، ابن ندیمؒ نے لکھا ہے کہ ذخیرۂ کتب میں اس کتب خانہ کی کوئی دوسری نظیر نہ تھی۔(فهرست لابن نديم:۱۳۰)

## قاضی اسماعیل بن اسحاق کا انہماکِ علم:

امام ابو العباس مبردؒ نے جن تین حضرات کو علم کا سب سے زیادہ شوقین پایا، ان میں ایک نمایاں نام اپنے وقت کے امام و فقیہ قاضی اسماعیل بن اسحاق مالکی بغدادی علیہ الرحمہ (ولادت: ۲۰۰ھ، وفات: ۲۸۲ھ) کا بھی ہے۔

امام مبرد کہتے ہیں کہ جب بھی ان کے یہاں میرا جانا ہوا، ان کے ہاتھ میں کتاب کے علاوہ

کچھ نہ دیکھا اور ان کو مطالعے میں مستغرق پایا، یا پھر مطالعے کے لیے کسی کتاب کی تلاش میں سرگرداں یا کتابوں کو جھاڑتے پونچھتے دیکھا۔(تقييد العلم:١٣٩، معجم الأدباء لياقوت الحموي:٧٥/١٦، قيمة الزمن عند العلماء:٧١)

## علامہ محمد بن سحنون قیروانیؒ اور امام مسلمؒ کا انہماکِ علم:

محمد بن سحنون پایہ کے محدث اور فقہ مالکی کے جلیل القدر عالم ہیں، ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵٦ھ میں وفات پائی۔(ترتيب المدارك:٢١٧/٤، قيمة الزمن:٧٢ محقق)

قاضی عیاضؒ کی کتاب ''ترتیب المدارک'' میں ان کے تذکرے میں ہے:

''ابن سحنونؒ کے یہاں ''اُم مُدام'' نامی ایک باندی تھی، ایک روز محمد بن سحنون اس کے پاس دیر گئے رات تک کسی کتاب کی تالیف میں مشغول تھے، کھانا آیا، باندی نے پیش کرنے کی اجازت چاہی، انہوں نے فرمایا: ابھی میں مشغول ہوں، پھر جب انتظار طویل ہوگیا، تو باندی نے خود اپنے ہاتھ سے کھلانا شروع کردیا، محمد بن سحنون بے خبری میں سب کھا گئے اور برابر اپنے کام میں مصروف رہے، یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی، اس کے بعد ام مدام سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے: ام مُدام! رات میں تمہارا خیال نہ کرسکا، جو ما حضر ہو لے آؤ (یعنی کھانا لے آؤ)۔ اس نے کہا کہ میرے آقا: میں تو آپ کو اپنے ہاتھ سے کھلا چکی ہوں۔ فرمایا: اچھا! مجھے تو بالکل بھی خبر نہیں ہوئی۔(قيمة الزمن:٧٢، ترتيب المدارك:٢١٧/٤)

یہ زمانۂ قدیم کے علماء کی علم میں فنائیت، مطالعے میں استغراق کی وجہ سے ذہول اور بے خبری کا ایک نمونہ ہے، اسی طرح کا ایک واقعہ امام مسلمؒ (ولادت: ۲۰۴ھ وفات: ۲٦۱ھ) کے ساتھ پیش آیا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''تہذیب التہذیب'' میں بحوالہ امام

حاکم، امام مسلم کے تذکرے میں لکھا ہے کہ: امام مسلمؒ کے نیشاپور سے بلخ وبصرہ کے رفیقِ سفر احمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام مسلمؒ کی مجلس مذاکرہ میں، ان کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی، جس سے امام صاحب ناواقف تھے، چنانچہ آپ گھر واپس آئے (رات کا وقت تھا) کھجور کی ایک ٹوکری سامنے رکھ دی گئی۔ آپ اس حدیث کی تلاش میں لگ گئے اور ایک ایک کھجور تناول فرماتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی، کھجور بھی ختم ہوگئی اور حدیث بھی مل گئی، انہماک کے عالم میں حدیث کی جستجو کے ساتھ محویت واستغراق نے یہ اندازہ نہ ہونے دیا کہ کتنا کھایا، کتنا کھانا چاہیے، ظاہر ہے کہ اتنی کھجوریں کہاں موافق آسکتیں، بیمار ہوے اور انتقال فرمایا۔ (تهذيب التهذيب: ١٠/١٢٧، حاشية قيمة الزمن: ٧٢، ح: ٢)

اے دل! تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سوایسازیاں نہیں

## امام النحو خلیل ابن احمد فراہیدیؒ کا ذوقِ علم:

امام النحات خلیل ابن احمد فراہیدی نحوی کی شخصیت سے کون عالم وطالب علم ناواقف ہوگا، آپ نحو ولغت کے امام اور علم عروض کے موجد ہیں۔

ابن خلکان نے مرزبانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد پہلے وہ شخص جن کا نام "احمد" رکھا گیا، ان کے والد تھے۔ (وفيات الأعيان: ٢/٢٤٨)

علامہ سیوطیؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

"وہ ذہانت وذکاوت کا ایک نمونہ تھے، لوگ کہتے تھے کہ "صحابہ کے بعد عربی زبان میں ان سے زیادہ کوئی ماہر اور ذکی پیدا نہیں ہوا، ایک سال حج کرتے اور ایک سال جہاد"۔ (بغية الوعاة: ١/٥٥٨)

## اختراعی صلاحیت:

مشہور ونامور صاحبِ قلم مولانا ابن الحسن عباسی مدظلہ رقمطراز ہیں:

"خلیل ابن احمد فراہیدیؒ انسانی تاریخ کے ذہین اور اختراعی صلاحیت کے حامل لوگوں میں سے ایک تھے، لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آنکھ کی کسی خاص بیماری کی دوا بنانے والا طبیب انتقال کرگیا، لوگوں کو اس دوا کی بڑی ضرورت پڑی، خلیلؒ نے کہا: "کسی کے پاس اس دوا کا نسخہ ہے؟" لوگوں نے کہا، نہیں، تو وہ برتن منگوایا جس میں دوا بنائی جاتی تھی، چنانچہ سونگھتے سونگھتے برتن سے اس دوا کا ایک ایک جزء نکالتے رہے، یہاں تک کہ پندرہ اجزاء اس طرح نکال کر جمع کردیے، ان پندرہ اجزاء کی تعیین کے بعد دوا بنائی اور حسبِ سابق لوگوں کو اس سے نفع ہوا، اتفاقاً بعد میں اس کا لکھا ہوا نسخہ اس طبیب کے کتب خانے سے مل گیا، دیکھا تو اس میں سولہ اجزاء لکھے تھے، خلیلؒ سے صرف ایک جزء رہ گیا تھا"۔ (متاعِ وقت: ۱۴۰، بغية الوعاة: ۱/۵۵۹)

ایک مرتبہ عبداللہ ابن المقفع ان کے پاس آئے، دونوں پوری رات علمی گفتگو کرتے رہے، صبح لوگوں نے خلیل سے عبداللہ کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے "ان کا علم ان کی عقل سے زیادہ ہے" پھر عبداللہ سے خلیل کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو کہنے لگے "ان کی عقل ان کے علم سے زیادہ ہے"۔ (وفياتُ الأعيان: ۲/۲۴۶)

ان علمی صفات وکمالات کے ساتھ ساتھ اللہ جل شانہ نے ان کو زہد وتقویٰ اور بے نیازی واستغناء جیسی اعلیٰ صفات سے بھی نوازا تھا، پوری عمر فقر وغربت میں بسر کی، علم کو کبھی دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا، ایک مرتبہ "اہواز" کے حکمران سلیمان بن علی نے ان کے پاس قاصد کو پیغام دے کر بھیجا کہ آپ آکر میرے بچوں کو پڑھا دیا کریں، خلیل نے سوکھی روٹی قاصد کو دکھا کر کہا:

**ماعندی غیرہ،ومادمت أجدہ،فلاحاجة لی فی سلیمان.** (بغیة الوعاة:۱/۵۵۸)

”میرے پاس یہی روکھی سوکھی روٹی ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ مجھے مل جاتی ہے،تو مجھے سلیمان کے ہاں جانے کی کیا ضرورت ہے“۔

یہ تھا ان بزرگوں کا یقین،استغناء اور دنیا سے زہد و بے نیازی!

اپنے رازق کو نہ پہنچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا وجم
دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ تیرا، تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

اور یہ صفات اسی وقت انسان میں پیدا ہوسکتی ہیں،جب دنیا کی فنا اور آخرت کی بقا کا یقین دل ودماغ میں سرایت کرجائے،خلیل بن احمد رحمہ اللہ ہی کے یہ دو شعر بھی پڑھیے:

**وقبلک داوی المریض ،الطبیب**
**فعاش المریض و مات الطبیب**
**فکن مستعدا ، لدار الفناء**
**فان الذی هو آت قریب**

(متاعِ وقت:۱۴۲،بغیة الوعاة:۱/۵۵۸)

”ایسا بھی پہلے ہوا ہے کہ طبیب نے مریض کا علاج کیا،اس کے بعد مریض تو زندہ رہا؛لیکن طبیب مرگیا؛لہٰذا دارِفناء کے لیے تیار رہیے؛کیونکہ جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہی ہے“۔

**وقت ضائع ہونے کی فکر:**

اور جب ''آنے والی فنا'' کے قرب کا احساس آدمی کو ہونے لگے، تو پھر وہ زندگی کی ایک ایک سانس کی قیمت حاصل کرنے کی فکر میں ہوتا ہے، خلیل ابن احمد کو اللہ تعالیٰ نے یہ احساس عطا فرمایا تھا؛ چنانچہ وہ کہتے تھے:

**أَثْقَلُ السَّاعَاتِ عَلَيَّ سَاعَةٌ آكُلُ فِيهَا**.(الحث على طلب العلم والاجتهاد في جمعه للعسكري:٨٧،قيمة الزمن:٢٨)

''وہ ساعتیں مجھ پر بڑی گراں گزرتی ہیں جن میں، میں کھانا کھاتا ہوں''۔

## علمی انہماک اور آخرت کا سفر:

آخری عمر میں ارادہ کیا کہ حساب کی کوئی ایسی آسان نوع تخلیق کی جائے جسے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

اپنے معمول کے مطابق جب اس نوع کی تخلیق کی فکر میں لگے، تو اس کی دھن میں ایسے مگن ہوئے کہ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔

انہماک کے اسی عالم میں مسجد گئے، ستون مسجد سے جا ٹکرائے، گرے اور انتقال فرمایا۔

(متاعِ وقت:١٤٣،وفیات الاعیان:٢/٢٤٩،الاعلام للزرکلی:٣/٣١٤)

رہ طلب میں جو گمنام مر گئے ناصر
''متاعِ وقت'' انہی لوگوں کے نام کریں

## امام وکیع ابن الجراح علیہ الرحمہ:

کاروانِ علم میں ایک مانوس نام حضرت امام وکیع بن الجراح علیہ الرحمہ کا بھی آتا ہے، آپ عبد اللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اور یحییٰ بن معین کے شیخ و استاذ اور سفیان ثوری، زُفر بن ہذیل کے شاگرد ہیں۔

خوشحال خاندان سے تعلق تھا،سفیانؒ نے جب انہیں دیکھاتو کہنے لگے ''یہ بڑی شان لے کردنیاسے رخصت ہوگا''۔(تہذیب الکمال: ٤٧٨/٣٠)

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید،وکیع نہ صرف حدیث؛ بلکہ فقہ میں بھی امامت کادرجہ پا گئے ہیں۔ قبلہ رُخ بیٹھتے اور قبلہ رُخ بولتے۔(حلیۃ الاولیاء:٣٦٩/٨)

ہر رات قرآن شریف کا ایک ختم کرتے ،دن کو روزہ زندگی بھر کا معمول رہا۔

(تہذیب الکمال: ٤٨١/٣٠)

بدن سے جسیم تھے،مکہ گئے،توفضیل بن عیاضؒ نے دیکھ کر کہا،تم توعراق کے راہب ہو،پھر اتنے موٹے کیوں کر؟ کہنے لگے ''اسلام کی وجہ سے نشاط اور مسرت کی کیفیت نے مجھے فربہ کردیا''۔(تذکرۃ الحفاظ:٣٠٨/١)

سینکڑوں محدثین کرام کی طرح حافظہ ان کا بھی غیر معمولی تھا،حدیث کی مجلس میں زبان،حافظہ کی قوت سے بولتی،آنکھ سے کتاب دیکھ کراملاءِ حدیث کی عادت زندگی بھرنہیں اپنائی۔(متاعِ وقت:١٤٨)

علی بن خشرم کہتے ہیں کہ میں نے وکیع کے ہاتھ میں کتاب کبھی نہیں دیکھی،وہ خود پیکرِ حفظ تھے،انہوں نے پوچھا''قوتِ حفظ کی کوئی دوا ہو،تو مجھے بتادیں''وکیع فرمانے لگے''اگر بتادوں تو استعمال کروگے''،علی نے کہا''واللہ! کیوں نہیں''فرمانے لگے''ترکِ معاصی'' قوتِ حفظ کے لیے اس سے زیادہ مجرب دوامیں نے نہیں دیکھی۔(تہذیب الکمال: ٣٨٠/٣٠)

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے استفسار پر بھی یہی نصیحت ارشادفرمائی ،جیسا کہ امام شافعیؒ نے اس کو اپنے اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِىْ

فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهِیْ
وَ نُوْرُ اللّٰهِ لَایُعْطٰی لِعَاصِیْ

(قیمة الزمن عند العلماء:۱۸۶،بعنایة سلمان بن عبد الفتاح)

زندگی کی شام وسحر کوایک نظام عمل کا پابند بنایا تھا کہ وقت کو قابو میں رکھنا اس کے بغیر مشکل؛ بلکہ کہیے ناممکن ہے۔

## امام وکیع کا نظام الاوقات:

خطیب بغدادی علیہ الرحمہ نے تاریخِ بغداد میں والد کے نظام الاوقات کی کہانی ان کے بیٹے کی زبانی کچھ اس طرح نقل کی ہے:

”میرے والد ہمیشہ روزہ رکھتے،اوقات کا نظام یہ تھا کہ صبح سویرے اُٹھتے،نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر حلقہ دُرس میں آتے،حدیث پڑھاتے،دن کافی چڑھ جاتا تو حلقہ سے اُٹھ کر گھر آتے،ظہر تک آرام کرتے،نمازِظہر کے لیے اُٹھتے،نماز پڑھنے کے بعد اس سڑک کی طرف چلنے کا معمول تھا،جدھر سے پانی بھرنے والے بہشتے پکھالیں بھر بھر کر شہر کی طرف لاتے تھے،وہاں ہر ایک سے دریافت کرتے کہ قرآن اس کو کتنا یاد ہے،جسے یاد نہ ہوتا اس کو قرآن کی اتنی سورتیں یاد کراتے جو نماز پڑھنے کے لیے کافی ہوں،عصر تک یہی کام کرتے،نمازِعصر اپنی مسجد میں پڑھتے،نماز کے بعد درسِ قرآن دیتے،وقت اگر کچھ بچتا تو اللہ کی یاد میں مشغول ہوجاتے،نمازِ مغرب کے بعد گھر تشریف لاتے،تب افطار کا کھانا حاضر کیا جاتا دس رطل (پانچ سیر) سے کم مقدار مجموعی طور پر کھانے کی نہ ہوتی،کھانے کے بعد نبیذ کا قرابہ پیش ہوتا،نبیذ کی یہ مقدار بھی دس

رطل کے قریب ہوتی، سردست جتنا جی چاہتا نوش فرمالیتے، جو بچ جاتا اس کو سامنے رکھ کر نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے اور رات کے معمولات شروع کرتے، نماز کی دو یا دو سے زیادہ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو سامنے رکھے ہوئے نبیذ کے قرابہ سے پیتے، جب نماز پڑھتے پڑھتے پورا قرابہ ختم کرڈالتے تو پھر سو رہتے"۔(متاعِ وقت:۱۴۹،تاریخ بغداد:۴۷۱/۱۳)

دن بھر کے روزے سے چونکہ ضعف پیدا ہوجاتا اس لیے رات کے معمولات پورے کرنے کے لیے ضعف کو نبیذ کی قوت سے دور کرتے، جب سستی محسوس ہوتی، پی لیتے جب وہ ختم ہوتا، سوجاتے۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمہ ان کے نظام الاوقات کے ایک خاص حصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے مخصوص اسلوب میں یوں رقمطراز ہیں۔

"وکیع کے نظام الاوقات کا سب سے زیادہ عبرت انگیز جزءوہ ہے کہ سقوں کی گزرگاہ میں پہنچ کر ان کو قرآنی سورتیں یاد کراتے تھے، آج کسی مولوی کو کسی قصبہ یا شہر میں معمولی سا امتیاز حاصل ہوجاتا ہے، تو وہ بیچارہ خدا جانے اپنے آپ کو کیا سمجھنے لگتا ہے؛ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کے راستباز خادموں کو آپ دیکھ رہے ہیں، یہ وکیع ہیں، وہی وکیع ، امام فنِ رجال یحییٰ بن معین جن کے متعلق کہتے تھے کہ میری آنکھوں نے ان سے بڑا آدمی نہیں دیکھا، یہی دعویٰ امام احمد کا بھی تھا کہ علم میں وکیع جیسا آدمی میری نظر سے نہیں گزرا؛ لیکن جو اپنے وقت کا سب سے بڑا امام، فقہ میں بھی تھا اور حدیث میں بھی، وہ بہشتیوں کو قرآن کی ابتدائی سورتوں کے سکھانے کو بھی اپنی زندگی کا ایک فرض قرار دیے ہوئے تھے، ایسے ہی آدمی کے گھر میں یہ ہوسکتا تھا، جیسا کہ ان کے صاحبزادے ابراہیم کا بیان ہے۔

میرے والد تہجد کی نماز کے لیے جس وقت اُٹھتے تھے تو ان کے ساتھ سارا گھر اس نماز کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا، حتی کہ گھر میں حبشن چھوکری تک تہجد پڑھتی تھی"۔(تلوین حدیث:۱۷۶۔۱۷۷)

## حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ:

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی علیہ الرحمہ اُمتِ مسلمہ کے ان عظیم محسنوں میں سے ہیں جن کی محنت و بردمندی کے پھل سے آج تک اُمت فائدہ اٹھا رہی ہے، ساداتِ یمن کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہونے والے امام بچپن ہی میں شفقت پدری سے محروم ہو گئے تھے، یمن سے والدہ، مکہ مکرمہ لے آئیں، یہاں تعلیم کا آغاز کیا، یتیم اور معاشی حالت کے اعتبار سے کمزور گھرانے کا بچہ تعلیمی اخراجات کہاں سے لاتا، وہ خود فرماتے ہیں:

"میں اپنی والدہ کی پرورش میں یتیمی کی زندگی گزار رہا تھا، والدہ کے پاس میرے معلم کو دینے کے لیے کچھ نہ تھا، میں نے معلم کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ ان کی عدم موجودگی میں میں بچوں کی نگرانی کروں گا"۔(سیر اعلام النبلاء:۱۰/۱۱)

غربت اور افلاس کا یہ عالم تھا کہ لکھنے کے لیے ان کو کاغذ میسر نہیں تھا، ایک تھیلا پاس رکھا تھا، صاف قسم کی ہڈی تلاش کرتے اور اس پر لکھتے، جب وہ پر ہو جاتی، تو اس کو تھیلے میں محفوظ کر لیتے، رات کو روشنی کے لیے چراغ کا انتظام ان کی طاقت سے باہر تھا، سرکاری دیوان چلے جاتے اور وہاں کی روشنی میں لکھتے۔(سیر اعلام النبلاء:۱۰/۱۱)

اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کے ساتھ غیر معمولی محبت نصیب فرمائی تھی، ان سے پوچھا گیا "علم کے ساتھ آپ کی محبت کیسی ہے؟" فرمانے لگے "جب کوئی نئی بات کان میں پڑتی ہے تو میرے جسم کا ہر ہر عضو اس کے سننے سے محظوظ ہوا چاہتا ہے"، پھر دریافت کیا گیا "علم کے لیے آپ کی

حرص کتنی ہے؟" فرمایا سخت بخیل آدمی کو جتنا مال کی حرص ہوتی ہے" پوچھا گیا "علم کی طلب میں آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟" فرمایا "گمشدہ اکلوتے بیٹے کی ماں کی اپنے بیٹے کی طلب میں جو کیفیت ہوتی ہے"۔(توالی التأسیس بمعالی محمد بن ادریس :۱۰۵،حاشیة قیمیة الزمن:۵۷،ح:۱)

اسی طرح کے ذوق وشوق اور انہماک کے ذریعے انسان کو علم میں مہارت اور امامت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

فرماتے تھے:

"جو قرآن سیکھے گا اس کی قیمت بڑھے گی، جو فقہ میں کلام کرے گا اس کی قدر میں اضافہ ہوگا، جو حدیث لکھے گا اس کی دلیل مضبوط ہوگی، جو ادب ولغت کو مشغلہ بنائے گا اس کی طبیعت میں رقت پیدا ہوگی، جو حساب میں مصروف ہوگا، اس کی رائے میں پختگی آئے گی، اور جو اپنے نفس کی حفاظت نہیں کرے گا، اس کا علم اس کو فائدہ نہیں دے گا"۔(سیر اعلام النبلاء:۲٤/۱۰)

کھانا کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے، ایک بار سیر ہو کر کھایا تو قے کر دی، فرماتے تھے "پیٹ بھر کر کھانے سے بدن بوجھل ہو جاتا ہے، دل ثقیل رہتا ہے، نشاط وذکاوت ختم ہو جاتی ہے اور نیند آنے لگتی ہے"۔(تهذیب الأسماء واللغات:٥٤/۱)

آپ کی راتیں نظام الاوقات کی پابند تھیں، رات کے تین حصے کر دیے تھے، اول حصہ میں لکھتے، دوسرے حصہ میں نماز اور تیسرے حصہ میں آرام کرنے کا معمول تھا۔(حلية الأولياء:۱۳٥/۹)

رمضان المبارک میں ساٹھ قرآن کریم ختم کرنے کا معمول تھا۔(سیر اعلام النبلاء:۳٦/۱۰)

لایعنی اور بے فائدہ کاموں میں وقت کے ضیاع سے بچنے کی بڑی تاکید کرتے، فرماتے: غیر مفید کاموں سے بچنے میں دل پرنور چھایا رہتا ہے، خلوت اور لوگوں سے الگ رہنے کی ترغیب

دیتے کہ وقت ضائع نہ ہو، کم کھانے کی تاکید کرتے کہ زیادہ کھانے سے نیند کا غلبہ ہونے لگتا ہے، سفہاء اور احمقوں کی صحبت سے بڑی سختی سے منع کرتے تھے۔(تهذيب الأسماء واللغات:۱/ ۵۵)

فرماتے تھے: ''عالم کو ہر قسم کے مسائل پوچھنے چاہئیں کہ پوچھنے سے جو مسائل معلوم ہیں ان میں پختگی اور جو نہیں معلوم ان کا علم حاصل ہوگا''۔(سیر اعلام النبلاء: ۱۰/ ۴۱)

تواضع اور شہرت کی ناپسندیدگی کا یہ عالم تھا کہ فرماتے:

''میری خواہش ہے کہ لوگ میری کتابوں سے نفع اُٹھائیں؛ لیکن انہیں میری طرف منسوب نہ کریں''۔(حلية الأولياء:۹/ ۱۱۸)

آخری بار جب بیمار ہوئے، امام مزنی علیہ الرحمہ کہتے ہیں، میں نے خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا ''طبیعت کیسی ہے؟'' فرمانے لگے، میں اپنے بھائیوں کو الوداع کہنے والا ہوں اور دنیا سے سفر کے لیے پابہ رکاب ہو کر اپنی بداعمالیوں سے ملنے والا ہوں، معلوم نہیں کہ میری روح کا ٹھکانہ جنت ہوگا کہ اس کو تہنیت پیش کروں یا جہنم ہوگا کہ اس کی تعزیت کروں، پھر رونے لگے اور یہ اشعار پڑھے، ذرا آپ بھی پڑھیے کہ کس دل سے نکلے ہیں، اور دریائے رحمت میں کیسا تلاطم برپا کیا ہوگا۔

وَ لَمَّا قَسَا قَلْبِیْ وَ ضَاقَتْ مَذاهبی
جَعلتُ رجَائِی دَون عَفوکَ سُلَّما
تَعاظمنی ذَنبی فَلَمَّا قَرنتُه
بعَفوِکَ رَبّی کانَ عَفوکَ اعظما
فَاِنْ تَنْتَقِم مِنِّی فلستُ بآیس

و لَو دخلت نَفسی بِجرمِیُ جَهَنَّما
وَ اِنّیُ لآتی الذَّنبَ أعرِفُ قَدُرَهُ
وَ اعُلمهُ انَّ اللّٰهَ یَعُفُو تَرَحُّمَا

(سیرُاعلام النبلاء: ۱۰/ ۷٦)

☆جب میرا دل سخت اور میری راہیں تنگ ہوگئیں،تو میں نے اُمید کوآپ کے عفوودرگزر کا زینہ بنایا۔

☆مجھے میرے گناہ بڑے معلوم ہوئے؛لیکن میرے رب!جب آپ کے عفوودرگزر سے میں نے ان کا تقابل کرایا تو آپ کا عفو،ان کے مقابلہ میں بڑا معلوم ہوا۔

☆اگر آپ مجھے میرے گناہوں کا بدلہ دیں،تو بھی آپ کی رحمت سے میں مایوس نہیں ہوں،اگرچہ میں اپنے گناہوں کے سبب جہنم کا سزاوار ہوں۔

☆میں اپنے گناہوں کی مقدار سے بخوبی واقف ہوں؛لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم فرمانے والے ہیں۔

## مشہور تابعی حضرت عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ:

ابن الجوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ اپنے وقت اور زندگی کی قدر پہچانے،ایک لمحہ میں فضول کام میں خرچ نہ ہونے دے،سلف صالحین کی ایک بڑی جماعت ایسی بھی گزری ہے کہ جو ایک لحظہ کی خوب حفاظت کرتے تھے،چنانچہ حضرت عامر بن عبد قیسؒ ہی کو لے لیجیے،جو ایک عابد وزاہد تابعی ہیں،ان کے بارے میں منقول ہے کہ ان سے کسی نے گفتگو کرنے کے لیے کہا،تو انہوں نے جواب میں فرمایا:"سورج کو روک لیجیے"۔(صید الخاطر: ۱/ ٤٦و ۲۰۱ـ۲۰۲و ۲/ ۳۱۸ ـ ۳۱۹و۳/ ٦۰٦،الآداب الشرعیة لابن المفلح:۳/ ٤۸۳)

یعنی مجھ سے بات کرنے کے لیے، سورج کو چلنے سے روک لیں؛ کیونکہ زمانہ ہردم رواں دواں ہے۔ایک بار گزر جانے کے بعد اس کے لوٹ آنے کی کوئی صورت نہیں؛ لہٰذا اس کے خسارے کی تلافی کی بھی کوئی صورت نہیں ہے، اس لیے کہ ہر وقت کے ساتھ کوئی نہ کوئی عمل لگا ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں، فرماتے ہیں:

''میں کسی چیز پر اتنا شرمسار نہیں ہوتا ہوں، جتنا اس دن پر جس کا سورج غروب ہو گیا ہو، اور میری عمر کم ہو گئی ہو؛ لیکن عمل میں اضافہ نہ ہوا ہو''۔(قيمة الزمن عند العلماء:٤٧ محقق)

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

''شب و روز تیرے لیے سرگرم عمل ہیں؛ اس لیے تجھ کو ان میں سرگرم عمل رہنا چاہیے''۔

(قيمة الزمن عند العلماء :٤٧)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

''اے انسانو! زمانہ تمہارا ہی تو نام ہے۔ایک دن گزر جانے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری حیاتِ مستعار کا ایک حصہ گزر گیا''۔(الزهد للإمام أحمد:٢٧٨أو ٣٩٢،الحلية لأبي نعيم:١٤٨/٢،قيمة الزمن:٤٨)

بعض کتابوں میں یہ مقولہ سیدنا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور سیدہ رابعہ عدویہ رحمہا اللہ سے بھی منقول ہے، اور یہ بات کوئی بعید بھی نہیں کہ ان حضرات نے بھی ایسا فرمایا ہو۔

(دیکھئے:الزهد لأبي حاتم:٣٧،والزهد للبيهقي:٥٠٧،وصفوة الصفوة لابن الجوزي:٢٩/٤)

حضرت بصری رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا:

''میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، جو اپنے اوقات کے اس سے زیادہ قدرداں تھے، جتنے تم درہم ودینار یعنی مال ودولت کے قدرداں ہو''۔(قيمة الزمن:٤٩)

تذکارُ أبی غدة وقت کے نحریر عالم ومستند محقق شیخ سلمان بن عبدالفتاح زید مجدہٗ فرماتے ہیں کہ سیدی علامہ میرے والد گرامی قدر کا بھی یہی حال تھا کہ وہ اپنے مال کے مقابلہ میں اوقات کی حفاظت اور ان کو کارآمد بنانے میں زیادہ حریص تھے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے۔(حاشية قيمة الزمن:٤٩،ح:٣محقق)

یونس بن عبید رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ جب ان کے پاس کوئی نہ ہوتا اور نہ وہ کسی اور کام میں مشغول ہوتے تو یہ پڑھتے رہتے: "**سبحان الله وبحمده**"۔

(كتاب الزهد للامام أحمد بن حنبل:٣٩٧)

تاج القراء علامہ کرمانی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بعض صالحین کا قول ہے اے انسان! جب سے تو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اسی وقت سے تیری عمر کی اُلٹی گنتی شروع ہوگئی ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے: اَلْاِنْسَانُ اِذَا تَنَفَّسَ تَنَقَّصَ، کہ انسان جب جب سانس لیتا ہے تو گویا اس کی عمر کم ہوتی جاتی ہے۔(غرائب التفسير وعجائب التأويل:١٣٨٥/٢)

اور اسی احساس کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے شاعر نے یہ شعر بھی کہا ہے:

**وما كذبَ الذي قد قال قبلي　　　　اذا ما مَرَّ يومٌ مرَّ بعضي**

(المنتحل ،المنسوب للثعالبي:١٨٨)

## حضرت حماد بن سلمہ بصری رحمہ اللہ:

علامہ شمس الدین ذہبی علیہ الرحمہ "**تذكرة الحُفَّاظ**"میں حضرت حماد بن سلمہ بصریؒ کے تذکرے میں رقم طراز ہیں:

وہ امامِ وقت، محدثِ دوراں، حافظِ حدیث، نمونۂ سلف اور شیخ الاسلام تھے۔ ۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۷ھ میں وفات پائی۔ وہ سب سے پہلے شخص ہیں، جن کی تصانیف ابن ابی عروبہ کے ساتھ معرض وجود میں آئیں، انہیں عربی میں کمال حاصل تھا، فقیہ تھے، فصاحت و بلاغت میں بے مثال، اتباعِ سنت ان کا شعار اور عبادت گزاروں میں ان کا شمار تھا۔

(تذکرة الحفاظ: ۱/۲۰۲، سیر أعلام النبلاء: ۷/۴۴۷)

ان کے شاگرد عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کہتے ہیں:

"اگر حماد بن سلمہؒ سے کہا جائے کہ کل بالیقین آپ کی موت آجائے گی، تو وہ اپنے شب و روز کے عمل میں کچھ اضافہ نہ کرسکیں گے"۔ (تذکرة الحفاظ: ۱/۲۰۲، قیمة الزمن عند العلماء: ۵۴)

موسیٰ بن اسماعیلؒ کہتے ہیں:

"اگر میں تم سے کہوں کہ میں نے حماد بن سلمہ کو ہنستے نہیں دیکھا، تو یہ جھوٹ نہ ہوگا، وہ برابر مشغول رہتے، کبھی حدیث پڑھاتے، تو کبھی اس کی قراءت اور مطالعے میں وقت گزارتے اور کبھی تسبیح و تہلیل یا نماز میں مشغول ہوتے، انہوں نے اپنے دن کو انہی معمولات پر تقسیم کرلیا تھا"۔

(قیمة الزمن عند العلماء: ۵۴)

یونس بن مؤدبؒ کا بیان ہے:

"حماد بن سلمہ کی وفات بہ حالتِ نماز ہوئی ہے"۔ (سیر أعلام النبلاء: ۷/۴۴۷، قیمة الزمن: ۵۴)

## محدثِ بلخ عصام بن یوسفؒ:

علامہ طاش کبریٰ زادہ نے "مفتاح السعادة و مصباح السیادة" میں حنفی فقیہ، محدثِ بلخ، عصام بن یوسف علیہ الرحمہ (وفات: ۲۱۵ھ) کا واقعہ نقل کیا ہے کہ:

انہوں نے ایک دینار میں قلم محض اس لیے خریدا، تاکہ جو حدیث انہوں نے سنی ہے، اس کو فوری طور پر قلم بند کرلیں؛ اس لیے کہ عمر محدود ہے اور علم بحرِ ناپیدا کنار؛ لہٰذا طالب علم کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عمر کے قیمتی اوقات ضائع کرے۔ اسے روز وشب کے اوقات اور فرصت کے لمحات کو بساغنیمت اور اساتذہ کے وجود اور ان سے استفادہ کو قابل شکر سمجھنا چاہیے؛ کیونکہ ہاتھ سے نکلی ہوئی ہر چیز دوبارہ حاصل نہیں ہوتی۔ (مفتاح السعادة: ۱/ ۳۶، تعلیم المتعلم: ۹۱)

وَلَسْتُ بِمُدْرِكٍ مَّا فَاتَ مِنِّیْ بِلَهْفٍ وَلَا بِلَيْتَ وَلَا لَوَ انِّیْ

یعنی ”جو چیزیں میرے ہاتھ سے نکل گئیں، اب وہ مجھے حاصل ہونے والی نہیں، نہ اظہارِ افسوس سے، نہ آرزوؤں سے، نہ اگر، مگر (کہنے اور بولنے) سے“۔

## استاذِ امام بخاری محمد بن سلام بیکندیؒ:

حضرت امام بخاریؒ کے جلیل القدر استاذ محمد بن سلام بیکندی علیہ الرحمہ زمانۂ طالب علمی میں ایک املاءِ حدیث کی مجلس میں شریک تھے، ان کے استاذ حدیث کی روایت بیان کرنے اور املا کرانے میں مصروف تھے، اچانک محمد بن سلام کا قلم ٹوٹ گیا، تو انہوں نے وہیں آواز لگائی: ”کوئی ایک دینار میں قلم دینے کو تیار ہے؟“ پھر کیا تھا، ان کے پاس قلموں کے ڈھیر لگ گئے“۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری: ۱/ ۱۶۵، کتابُ الایمان، باب قول النبی ﷺ أنا أعلمکم باللّٰہ..)

شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ حلبی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ لکھتے ہیں:

محمد بن سلام کے اس فیاضانہ طور پر قیمت لگانے کے تعلق سے اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے عزیز وقت کی قدر و قیمت سے بخوبی آگاہ تھے، اور اس کام کی اہمیت ان پر مخفی نہیں تھی، جس میں وہ اس وقت مشغول تھے، وقت کے ایک قدر شناس عالم اور ایک سچے طالب علم

کا حال یہ ہے کہ انہوں نے ایک معمولی قلم کی اتنی بڑی قیمت لگادی۔(قیمة الزمن: ٦٢ محقق)

## محدثِ کبیر عبید بن یعیش رحمہ اللہ:

حافظ شمس الدین ذہبیؒ اور خطیب بغدادیؒ نے امام بخاریؒ و مسلمؒ کے استاذ محدثِ کبیر عُبید بن یعیشؒ کے بارے میں عمار بن جاریہؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ انہوں نے عبید بن یعیش کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''میں نے تیس (۳۰) سال تک رات کا کھانا اپنے ہاتھ سے نہیں کھایا، میری بہن میرے منہ میں لقمے دیتی، اور میں حدیث لکھنے میں مصروف رہتا''۔

(سير أعلام النبلاء: ١١/٤٥٨، الجامع لأخلاق الراوي و آداب السامع: ٢/١٧٨)

دیکھیے! سلف صالحین اور ان کے پیروکار، اپنے اوقات کو کامیاب بنانے اور انہیں پورے طور پر اعمالِ صالحہ میں صرف کرنے کے لیے کیسے کوشاں رہتے تھے، علمائے کرام ہوں، یا عُبَّاد و زُہَّاد: سب کے اندر یہ جذبہ کارفرما تھا، وہ وقت کی قدر شناسی اور اس کو بربادی سے بچانے کے لیے ایک ایک لمحے کا پوری توجہ اور اہتمام کے ساتھ خیال رکھتے تھے۔

## ابوالوفا ابن عقیل حنبلیؒ:

وقت کی حفاظت و قدر شناسی، پاکیزہ اعمال سے اس کو معمور کرنے یا تصنیف و تالیف، غور و فکر اور درس و تدریس کے ذریعے اپنی زندگی کے لمحات سے استفادہ کے سلسلے میں، جو باتیں حنابلہ کے دو عظیم المرتبت اماموں کے تذکرے میں ملتی ہیں، وہ نہ صرف دیگر فقہائے حنابلہ کے یہاں؛ بلکہ تمام ائمہ مسلمین کے یہاں نظر نہیں آتیں۔

ان میں ایک امام خطیب بغدادی علیہ الرحمہ کے شاگردِ رشید ابوالوفا ابن عقیل حنبلیؒ ہیں، اور

دوسرے خود ان کے شاگردوں کے شاگرد امام ابوالفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی (علیہم الرحمہ)۔ ان دونوں حضرات کے سلسلے میں چند سطور پیش ہیں، جو اس موقع پر بڑی کتاب پر بھی بھاری ہیں۔

ابوالوفا ابن عقیل علیہ الرحمہ کے تذکرے میں حافظ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

ان کی پیدائش ۴۳۱ھ میں اور وفات ۵۱۳ھ میں ہوئی، ان کا شمار دنیا کے بڑے صاحب فضل وکمال لوگوں میں ہوتا ہے، حد درجہ ذہانت کے مالک تھے اور علوم وفنون پر ان کی نظر بڑی وسیع تھی۔(ذیل طبقات الحنابلة: ١٤٢/١-١٦٢، المنتظم لابن الجوزي: ٩٢/٩و ٢١٢-٢١٥)

ابن عقیلؒ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"میں اپنے لیے جائز نہیں سمجھتا کہ اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی ضائع کروں، حتی کہ جب میری زبان مذاکرے یا مباحثے سے اور میری آنکھیں کتب بینی سے تھک جاتی ہیں؛ تو میں لیٹ کر اپنے ذہن پر زور دیتا ہوں اور غور وفکر سے کام لیتا ہوں؛ چنانچہ جیسے ہی آرام سے فارغ ہو کر اُٹھتا ہوں، تو میرے ذہن میں وہ مضمون تیار رہتا ہے، جسے مجھے قلم بند کرنا ہوتا ہے اور اس وقت جبکہ میری عمر ۸۰/سال کے قریب ہے، میں اپنے اندر علم کا شوق وولولہ اس سے زیادہ پاتا ہوں، جتنا کہ بیس سال کی عمر میں۔

میں اس بات کی پوری کوشش کرتا ہوں کہ کھانے میں میرا کم سے کم وقت صرف ہو، اسی وجہ سے میں روٹی کے بجائے کیک (اس زمانے کی معمولی قسم کی روٹی) باریک کر کے پانی میں بھگو کر کھاتا ہوں؛ تا کہ روٹی کے مقابلے میں جلدی چبا کر مطالعے کے لیے زیادہ وقت بچا سکوں، یا ان فوائد کو قلم بند کرنے کے لیے وقت فارغ کر سکوں، جو ابھی میرے قلم کی گرفت میں نہیں آئے ہیں، تمام عقلاء کی نظر میں بالاتفاق وقت ہی سب سے زیادہ قابل حفاظت چیز ہے؛ اس لیے اس کو

غنیمت جان کر اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے؛ کیونکہ انسان کی ذمے داریاں بہت ہیں، اور اس کو جو وقت میسر ہے، وہ بہت جلد غائب ہونے والی چیز ہے"۔(ذیل طبقات الحنابلہ: ١/١٤٩)

گویا اس کا حال یہ ہے کہ:

نہ ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

امام ابن عقیلؒ، ہمیشہ علم میں مشغول رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں عمدہ ذہن اور دقیقہ رس طبیعت سے نوازا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب "الفنون" میں اپنی زندگی کے واقعات اور ذہنی واردات کو قلم بند کیا ہے۔

امام ابن عقیلؒ کی مختلف علوم وفنون میں تقریباً بیس تصانیف ہیں، ان کی سب سے بڑی کتاب "الفنون" ہے، یہ کتاب ضخیم بھی ہے اور کثیر و عظیم فوائد پر مشتمل بھی۔ وعظ و نصیحت ہو یا تفسیر، فقہ ہو یا اصولِ فقہ اور اصولِ دین، نحو و لغت ہو یا شعر و تاریخ یا حکایات و واقعات، ہر طرح کا ذخیرہ اس میں موجود ہے، اس کتاب میں ان کے مناظرے اور مباحثے بھی ہیں، نیز انہوں نے اپنے افکار و خیالات اور قلبی واردات کا خلاصہ بھی اس میں پیش کر دیا ہے۔(المنتظم لابن الجوزی: ٩/٩٢، ٢١٢-٢١٥)

حافظ شمس الدین ذہبی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: "الفنون" سے زیادہ بڑی اور ضخیم کتاب دنیا میں تصنیف نہیں ہوئی، مزید یہ کہ چار سوویں جلد کے بعد جس شخص نے اس کی فلاں جلد دیکھی ہے، اس نے خود مجھ سے بیان کیا ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

بعض دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ: اس کتاب کی آٹھ سو جلدیں تھیں۔

(المسارعة الى قيد أوابد المطالعة: ١١٠ ،قيمة الزمن : ٩٧)

دارالمشرق بیروت سے ،اس کتاب کاایک چھوٹا سا حصہ ۱۹۷۰ء وا۱۹۷ء میں، دوجلدوں میں شائع ہوا ہے،ڈاکٹر جورج مقدسی نے اس کوایڈیٹ کیا ہے۔(حاشية قيمة :٩٧،ح:١)

"الفنون" کا جو حصہ مطبوع ہے ،اس کے بابِ اول کے آغاز میں ،ابن عقیل نے تحریر فرمایا ہے کہ: کسی ایسی چیز میں وقت کاٹنے اور اپنے آپ کو مشغول کرنے کے لیے، جو قربتِ الٰہی کا ذریعہ بھی ہو،علم کی تحصیل سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہے: علم جہالت کی تاریکی سے نکال کر شریعت کی روشنی میں پہنچادیتا ہے،اسی کو میں نے اپنا مشغلہ بنایا۔

میں برابر اہل علم کے کلام اور کتابوں سے استفادہ کرکے،اسی طرح علمائے وقت اور اربابِ فضل وکمال کی مجلسوں میں جاری مباحثوں اور مناظروں کی چیدہ باتوں اور جواہر ریزوں سے چن چن کر، "الفنون" تصنیف کرتا رہا؛اس کے پیچھے جو غرض وطمع تھی ،وہ یہی کہ مجھے بھی فضل وکمال کا کچھ حصہ مل جائے ،جس سے میری جہالت دور ہو۔شاید میں بھی کسی قدر اس منزل تک پہنچ جاؤں، جہاں میرے پیش رو حضرات پہنچ چکے ہیں۔

اگر اس شغل کا وقتی فائدہ صرف اتنا ہی ہو کہ انسان نفسانی خواہشات کی تکمیل ۔جس میں لاخیرے لوگ اپنا وقت گنواتے ہیں۔سے اپنے آپ کو بچالے،تو یہی بہت ہے،اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: جب امام ابن عقیلؒ کی وفات کا وقت قریب آیا اور ان پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی،تو گھر کی عورتیں رونے لگیں،اس پر ابن عقیلؒ نے فرمایا: میں پچاس سال اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستخط کرتا رہا ہوں؛(یعنی فتویٰ نویسی کی خدمت اور

پیش آمدہ واقعات ومعاملات میں حکم الٰہی لکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیابۃً دستخط کرتا رہا ہوں) اس لیے اب مجھے چھوڑ دو؛ تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے مل کر شاد کام ہو جاؤں۔ اس جلیل القدر امام نے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اپنی کتابوں اور بدن کے کپڑوں کے سوا کچھ نہ چھوڑا، اور وہ بھی صرف اس قدر، جو کفن اور قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہو جائے، بہ قولِ شاعر:

امید نہیں جینے کی یہاں صبح سے تا شام
ہستی کو یہ سمجھو کہ ہے خورشید لب بام
یاں کام کرو ایسا کہ جو آئے وہاں کام
آجائے خدا جانے کب موت کا پیغام
اپنی کوئی ملک نہ املاک سمجھنا
ہونا ہے تمھیں خاک یہ سب خاک سمجھنا

اللہ تعالیٰ ان کو ان کے علم کی طلب اور قدر دانی کا اچھا صلہ عطا فرمائے۔ آمین.

غور فرمائیں کہ ذہن کا استعمال، وقت کی حفاظت اور اپنے آپ کو کارِ خیر اور علمی مشاغل میں لگائے رکھنا، کتنا نتیجہ خیز اور فائدہ مند ہوتا ہے؟! اس سے ایسے عظیم نتائج رونما ہوتے ہیں، جو اگر چہ صداقت پر مبنی ہوتے ہیں، مگر ان کا یقین کرنا قریب قریب مشکل ہوتا ہے، انہی اوصاف کی بہ دولت دنیا کی سب سے ضخیم کتاب "الفنون" آٹھ سو جلدوں میں معرضِ وجود میں آئی، جب کہ اس کا مؤلف ایک فردِ واحد ہے، جن کو ابوالوفا ابن عقیلؒ کے نام سے جانا جاتا ہے، انھوں نے اس کے علاوہ بیسیوں کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں سے بعض دس جلدوں میں ہیں۔

امام بہاء الدین ابن نحاسؒ (وفات: ۶۹۸ھ) نے کتنی پیاری اور سچی بات ارشاد فرمائی ہے کہ:

اليومَ شَيءٌ و غدًا مثلُه | من نُخَبِ العِلْمِ التي تُلْتَقَطُ
يُحَصِّلُ المرءُ بها حِكْمَةً | وانماالسَّيْلُ اجتماعُ النُّقَطُ

(بغية الوعاة:٦)

یعنی کوئی چیز تھوڑی تھوڑی ہی جمع ہو کر غیر معمولی حد تک کثیر ہو جاتی ہے، جس کی عمدہ مثال، امام ابن عقیلؒ کا کارنامہ ہے۔

## علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ:

وقت کی قدردانی اور علمی دوستی میں ایک معروف ومشہور نام علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی علیہ الرحمہ کا بھی آتا ہے، ان کا نام: عبدالرحمٰن بن علی، مسلکاً حنبلی اور وطناً بغدادی ہیں، ذیل میں ان کے مختصر اَحوال درج کیے جاتے ہیں؛ تاکہ آپ یہ اندازہ کرسکیں کہ ان کے نزدیک وقت کی کیا قدروقیمت تھی، اور جب ان کے یہاں کوئی مہمان وارد ہوتا، یا بدذوق اور ناکارہ قسم کے لوگ سے ان کا واسطہ پڑتا، تو وہ کس طرح اپنے وقت کی حفاظت فرماتے تھے۔

وہ اپنی کتاب "صیدالخاطر" میں رقم طراز ہیں، جیسا کہ ابن مفلح حنبلیؒ نے "الآداب الشرعیة" میں بھی ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

انسان کو اپنی زندگی کی اہمیت اور قدروقیمت سے آگاہ ہونا چاہیے، اس کو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اچھے کاموں کے لیے وقف کردینا چاہیے، اسی طرح اس کو چاہیے کہ قول وعمل میں ہمیشہ اہم سے اہم تر کے اصول کو پیش نظر رکھے، وہ اعمالِ خیر جو انسان کی طاقت سے باہر نہ ہوں، کسی بھی قسم کی سستی کے بغیر وہ ان کی انجام دہی کا ارادہ رکھے، حدیث شریف میں ہے: مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر:٦/٢٢٨، مجمع الزوائد:١/٦١، ١٠٩)

اسلاف کے یہاں ایک ایک لمحے کا پورا خیال رکھا جاتا تھا، جیسا کہ حضرت عامر ابن قیسؒ کا واقعہ گزر چکا ہے کہ ان سے کسی نے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے فرمایا: سورج کو روک لو، تو میں تم سے بات کرنے کا وقت نکال لوں گا۔

امام ابن الجوزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے لوگوں کو حیرت انگیز غفلت ولا پروائی سے وقت ضائع کرتے ہوئے دیکھا ہے، لمبی راتیں بے فائدہ باتوں، عشقیہ کہانیوں اور بے ہودہ واقعات پر مشتمل کتابوں کی ورق گردانی میں، اور طویل دن کو سونے میں گزار دیتے ہیں، صبح وشام دجلہ کے کنارے پر سیر سپاٹے میں یا بازاروں میں آوارہ گشتی میں بِتا دیتے ہیں۔ امام ابن الجوزیؒ بغداد میں تھے، اس لیے انہوں نے ایسے لوگوں کو کشتی سواروں سے تشبیہ دی ہے، جو باہم محو گفتگو ہوں، کشتی ان کے لیے رواں دواں ہو، اور وہ اس سے بے خبر ہوں کہ وہ انہیں کدھر لیے جا رہی ہے اور ان کی منزل کہاں ہے؟

مزید تحریر فرماتے ہیں: خال خال میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں، جو اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھتے ہوں، سفر آخرت کی تیاری اور زادِ راہ جمع کرنے میں مصروف ہوں، انسان کو اپنی عمر کے بارے میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے، اور وقت نکل جانے سے پہلے کاموں کو انجام دینے میں عجلت کرنا چاہیے، اور زندگی کے میدان میں زمانے سے بازی لے جانا چاہیے۔

بے کار لوگوں سے اللہ کی پناہ! میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ میرے یہاں آمد و رفت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، اور اس کے نہ صرف وہ عادی ہو گئے ہیں؛ بلکہ بار بار آمد و رفت کو وہ خدمت سے تعبیر کرنے لگے ہیں، وہ آ کر دیر تک لایعنی باتیں کرتے رہتے ہیں، درمیان میں ''غیبت'' کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے، یہ ایک ایسا مرض ہے، جس میں ہمارے زمانے

کے لوگ مبتلا ہیں۔ بسا اوقات خود بڑے لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ کثرت سے ان کے پاس جائیں، انہیں تنہائی سے وحشت ہوتی ہے، بالخصوص تقریبات اور خوشی و مسرت کے ایام میں آپ کو لوگ ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے نظر آئیں گے۔ وہ صرف مبارک باد دینے اور سلام کرنے پر اکتفا نہیں کرتے؛ بلکہ تضیعِ اوقات کے لیے وہ سب کام کرتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

مجھے جب احساس ہوا کہ وقت سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور ضروری ہے کہ اس کا مصرف بھی کارِ خیر ہو، تو مجھے لوگوں کے طرزِ عمل سے ناگواری ہوئی؛ مگر میرے سامنے دو اُلجھنیں تھیں: ایک یہ کہ اگر میں ان سے وحشت کا اظہار کر کے ان کی آمد و رفت پر پابندی عائد کروں، تو میری طرف سے وہ کبیدہ خاطر ہوں گے، اور مجھ پر بد اخلاقی کا الزام لگائیں گے؛ کیونکہ لوگ ان کاموں کے عادی بن گئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر میں انہیں گوارا کرتا ہوں، تو پھر وقت ضائع ہوگا؛ اس لیے میں نے خلاصی کا یہ راستہ اختیار کیا ہے کہ پہلے خوش اسلوبی سے ملاقات کو ٹالتا ہوں؛ لیکن اگر مجبور ہو جاؤں، تو پھر مختصر گفتگو کرتا ہوں؛ تاکہ نشست طویل نہ ہو سکے۔ علاوہ ازیں میں نے ملاقات کے اوقات کے لیے کچھ کام ایسے تجویز کر لیے ہیں، جن میں بات چیت بھی جاری رہ سکے اور وقت کا بھی ضیاع نہ ہو؛ چنانچہ میں نے ملنے کے اوقات کو کاغذ کاٹنے، قلم تراشنے، اور لکھے ہوئے اوراق کو باندھ کر رکھنے کے لیے خاص کر لیا ہے۔ یہ چیزیں ضروری اور ناگزیر بھی ہیں، اور ان کے انجام دینے میں زیادہ غور و فکر اور ذہن کو حاضر رکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، اس طرح میں نے ایسے اُمور کو لوگوں کی ملاقات کے اوقات کے ساتھ خاص کر کے اپنے وقت کی حفاظت کا سامان کیا ہے۔

میں نے بے شمار لوگوں کو دیکھا ہے، جو زندگی کے مفہوم سے بھی نا آشنا ہیں؛ ان میں ایک قسم

ان لوگوں کی ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اتنا مال دے رکھا ہے کہ انہیں مزید کمانے کی ضرورت نہیں۔ اب ان کا مشغلہ یہ ہے کہ وہ دن کا بیشتر حصہ لوگوں سے یوں ہی ملنے جلنے اور بے فائدہ کاموں کی نذر کردیتے ہیں۔ دن بھر میں کتنی ہی خطرناک چیزیں اور منکرات ان کے سامنے سے گزر جاتی ہیں اور وہ ان پر توجہ نہیں دیتے۔ بعض دوسرے لوگ وہ ہیں، جو اُمراء وسلاطین کے قصّے کہانیوں اور بازار کے نرخوں کے اُتار چڑھاؤ کو موضوعِ گفتگو بنا کر، اپنا وقت کاٹتے ہیں۔ مجھے یہ مناظر دیکھ کر احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کی قدر اور امن وعافیت کے اوقات کی اہمیت سے ہر شخص کو باخبر نہیں فرمایا۔ ایسے لوگوں کی تعداد کم ہی ہے، جو اس سعادت سے بہرہ ور ہیں اور من جانبِ اللہ وقت کو غنیمت جاننے کا جذبہ جن کے حصے میں آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ (سورۂ فصلت، آیت: ۳۵) یعنی یہ چیزیں انہی لوگوں کو ملتی ہے جو بڑی قسمت والے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کی صحیح قدر اور اس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(صيد الخاطر: ۱/۴۶،۲۰۱،۲۰۲ وغيره، الآداب الشرعية: ۳/۴۸۳)

یہ وہی ابن الجوزیؒ ہیں، کہ جن کے تذکرے میں حافظ ابن رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ: کوئی فن ایسا نہیں جس میں ان کی تصنیف نہ ہو، ان سے ابن الجوزیؒ کی تصانیف کی تعداد کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا: تین سو چالیس سے متجاوز ہوں گی اور ان میں سے بعض بیس جلدوں میں ہے اور کسی کی صرف ایک کاپی ہے۔ (ذيل طبقات الحنابلة: ۱/۴۱۲،۴۱۳)

مؤفق عبد اللطیف علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: ابن الجوزی علیہ الرحمہ اپنا وقت بالکل ضائع نہ کرتے تھے۔ ہر روز چار (۴) کاپیاں لکھتے اور ہر سال ان کی تصانیف ۵۰/ سے ۶۰/ تک پہنچ جاتیں۔ (ذيل طبقات الحنابلة: ۱/۴۱۲،۴۱۳)

حافظ شمس الدین ذہبی اور حافظ ابن رجب حنبلی علیہما الرحمہ نے ابن الجوزی علیہ الرحمہ کے نواسے :ابوالمظفر کابیان نقل کیا ہے کہ:میں نے اپنے نانا کو آخیر عمر میں منبر پر یہ کہتے سنا ہے کہ :میں نے اپنے ہاتھ سے دو ہزار جلدیں تصنیف کی ہیں۔

(تذكرة الحفاظ:٤/١٣٤٤،ذيل طبقات الحنابلة:١/٤٠١)

علامہ شمس الدین ذہبی علیہ الرحمہ نے ان کی بہت سی تصانیف شمار کرانے کے بعد لکھا ہے کہ: میرے علم کے مطابق، کسی عالم نے اتنی کتابیں تصنیف نہیں کیں، جتنی ابن الجوزیؒ نے کی ہیں، بعدازاں انہوں نے ابن الجوزیؒ کے سلسلے میں موفق عبداللطیفؒ کے حوالے سے یہ قول نقل کیا ہے :وہ اپنا وقت کبھی ضائع نہ کرتے اور ہر روز (تدریس وتصنیف اور فتویٰ نویسی کی مشغولیت کے ساتھ ساتھ) چار (۴) کاپیاں لکھتے،ان کو ہر علم وفن سے حظِ وافر ملا تھا۔(تذكرة الحفاظ:٤/١٣٤٤)

ابن الوردی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ:ابن الجوزی علیہ الرحمہ کی تصنیف کردہ تحریروں کو جمع کرکے،ان کی مدتِ عمر پر تقسیم کیا گیا،تو یومیہ نو عدد اجزاء کا اوسط نکلا۔

(تتمة المختصرفي أخبار البشر:٢/٢١٨)

علامہ قمی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ:ابن الجوزیؒ نے جن قلموں سے حدیث قلم بند کی تھیں، ان کے تراشے جمع کیے گئے،تو وہ اتنے ہوگئے کہ ابن الجوزی علیہ الرحمہ نے وصیت فرمائی کہ: مرنے کے بعد میرے غسل کا پانی ان سے گرم کیا جائے؛چنانچہ ایسا ہی کیا گیا،پانی گرم ہونے کے بعد بھی وہ تراشے بچ گئے۔(الكنى والألقاب:١/٢٤٢)

استاذ عبدالحمید علوجی عراقی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ابن الجوزی علیہ الرحمہ کی تصانیف ۵۱۹ رتک شمار کرائی ہیں،جن میں بعض دس جلدوں پر مشتمل ہیں اور بعض چند صفحات کی بھی ہیں

(اور بعض تصانیف ان کے شمار میں نہیں آسکیں)۔(مؤلفات ابن الجوزی:مطبوعه ١٣٨٥ه)

علامہ علوجیؒ نے مذکورہ کتاب کے مقدمہ میں ابن رجبؒ کی کتاب "ذیل الطبقات" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی علیہ الرحمہ نے "الأجوبة المصرية" میں لکھا ہے کہ: شیخ ابن الجوزیؒ انتہائی کثیر التصانیف تھے، بہت سارے موضوعات پر انہوں نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ میں نے ان کو شمار کیا، تو ایک ہزار سے زائد پایا، اس کے بعد بھی ان کی بعض ایسی کتابیں نظر سے گزریں، جن کو پہلے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

(مؤلفات ابن الجوزي:٤،ذيل الطبقات :١/٤١٥)

## ضیاء الدین ابواحمد ابن سُکینہ بغدادیؒ:

علامہ ذہبی اور ابن النجار علیہما الرحمہ ان کے حالات میں لکھتے ہیں:

امامِ وقت، فقیہِ عصر، بلند پایہ محدث، نمونۂ اسلاف، شیخ الاسلام: ضیاء الدین ابو احمد عبدالوہاب ابن علی ابن سُکینہ بغدادی، شافعیؒ (ولادت:۵۱۹ھ، وفات:۶۰۷ھ) علوِّ اسناد، معرفتِ حدیث و رجال، ضبط و ثقاہت، زہد و عبادت، حسن سیرت، اتباعِ سنت اور اسلاف کی پیروی میں بے نظیر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر کو اتنا دراز کر دیا تھا کہ انہوں نے تمام احادیث کو کئی کئی بار بیان کیا۔ دنیا بھر کے تشنگانِ علم نبوت ان کی خدمت میں اپنی پیاس بجھانے کے لیے آتے تھے۔ ان کے اوقات منظّم، گفتگو مختصر اور بقدرِ ضرورت ہوتی، کوئی گھڑی تلاوتِ قرآن، ذکر اللہ، نوافل یا درس و تدریس کے بغیر نہ گزرتی، ان کی مجلس میں لغو کلام، غیبت اور لایعنی چیزیں ممنوع تھیں۔ اپنے گھر سے صرف جمعہ، عیدین اور جنازے کے لیے نکلتے۔ اربابِ دنیا کے گھروں میں کسی تقریب یا تعزیت کے لیے نہ جاتے۔(سير أعلام النبلاء :٢١/٥٠٢،٥٠٥،ذيل تاريخ بغداد:١/٣٥٤-٣٦٨)

ان کے شاگرد ابن النجارؒ کا بیان ہے کہ: میں نے مشرق ومغرب کو چھان ڈالا، ائمۂ مسلمین، علماء اور عباد وزہاد کو میں نے دیکھا؛ مگر جامعیت، کثرتِ عبادت اور حسنِ سیرت میں ان کا کوئی جواب نہ پایا۔ میں نے شب وروز تقریباً بیس (۲۰) سال ان کی صحبت میں گزارے۔ ان کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالتا اور ان کی خدمت میں مشغول رہتا، میں نے تمام قراءتوں میں ان سے قرآن کریم پڑھا اور ان کی اکثر روایات کو سنا، ضخیم کتابوں کا ان سے درس لیا اور خوب استفادہ کیا۔

مدرسہ نظامیہ بغداد کے استاذ یحییٰ بن قاسم علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: ابن سُکینہ عالم باعمل تھے، وہ اپنا وقت بالکل ضائع نہیں کرتے تھے۔ جب کبھی ہم لوگ ان کی زیارت کو حاضر ہوتے، تو فرماتے: "السلام علیکم سے زیادہ نہ کہا کرو" اور ایسا زیر بحث احکام ومسائل کے اثبات ومذاکرے سے غایت درجہ دلچسپی (اور اس کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت بچانے) کی خاطر فرماتے۔ واضح رہے کہ مدرسہ نظامیہ اس وقت بغداد کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ مدرسہ سمجھا جاتا تھا۔

(ذیل تاریخ بغداد: ۱/۳۵٤ـ۳٦۸، قیمة الزمن عند العلماء: ۱۲۰)

کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ استاذ اپنے شاگردوں کو سلام مختصر کرنے کی ہدایت کرے، اور ابتدائے ملاقات میں مروَّجہ آدابِ زیارت کو برتنے سے روک دے اور وقت کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنانے کے لیے یہ حکم فرمادے کہ بس مختصراً سلام کر کے شریکِ مذاکرہ ہوجاؤ۔

## حافظ عبدالغنی مقدسیؒ:

علامہ ذہبی علیہ الرحمہ نے حافظ عبدالغنی مقدسیؒ (ولادت: ۵۴۱ھ، وفات: ۶۰۰ھ) کے حالات میں لکھا ہے:

امامِ وقت، محدثِ دوراں تقی الدین ابو محمد عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسیؒ، صاحبِ

تصانیف عالم ہیں، انہوں نے شیخ ابو طاہر سلفی سے ایک ہزار اجزا قلم بند کیے۔ قلم کی تراوش نا قابل بیان حد تک ہے۔ عمر بھر نقل کتب، تصنیف و تالیف اور عبادت میں مشغول رہ کر دارِ فانی سے کوچ کیا۔ (تذکرة الحفاظ: ٤/١٣٧٦۔ ١٣٨٠)

ان کے شاگرد ضیاء مقدسیؒ کا بیان ہے: وہ اپنا وقت بالکل ضائع نہ فرماتے، فجر کی نماز پڑھ کر قرآن کریم سے یا کسی حدیث شریف کو لے کر تعلیم و تلقین کرتے، پھر اُٹھ کر وضو فرماتے۔ ظہر سے کچھ دیر پہلے تک فاتحہ و معوذتین کے ساتھ تین سو رکعتیں پڑھنے کا معمول تھا، ظہر سے کچھ پہلے فارغ ہو جاتے، پھر کچھ دیر استراحت فرما کر نمازِ ظہر ادا کرتے۔ مغرب تک درسِ حدیث یا نقل کتب میں مشغول رہتے، روزے سے ہوتے، تو افطار فرماتے اور عشاء کی نماز کے بعد نصف شب یا اس کے بعد تک سو جاتے، پھر فجر کے قریب تک وضو و نماز کا سلسلہ رہتا، بسا اوقات سات یا اس سے بھی زائد مرتبہ وضو کرنے کی نوبت آتی۔ فرماتے: مجھے نماز میں اسی وقت تک مزہ آتا ہے، جب تک اعضائے وضو تر رہیں، نمازِ فجر سے پہلے کچھ دیر کے لیے آرام فرماتے، یہی ان کی زندگی کا معمول تھا۔

موصوفؒ نے ۴۰ر سے زائد تصانیف یادگار چھوڑیں ہیں، جن میں بڑی قیمتی تصانیف بھی ہیں، مزید معلومات کے لیے ابن رجب حنبلیؒ کی کتاب ملاحظہ ہو۔

(ذیل طبقات الحنابلہ: ٢/ ٥۔ ٣٤، قیمة الزمن: ١١٦)

## امام فخر الدین رازیؒ:

مشہور مفسر، ماہر اصول، متکلم دوراں: امام فخر الدین رازیؒ (ولادت: ۵۴۳ھ، وفات: ٦٠٦ھ) جیسی عظیم المرتبت ہستی سے کون ناواقف ہوگا۔

ابن اُبی اُصَیبِعہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ: قاضی شمس الدین خوئیؒ نے شیخ فخر الدین کے حوالے سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

**وَاللّٰہِ !إِنَّنِي أَتَأَسَّفُ فِي الْفَوَاتِ عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْعِلْمِ فِيْ وَقْتِ الْاَكْلِ ؛فَإِنَّ الْوَقْتَ وَالزَّمَانَ عَزِيْزٌ.**

(عيون الأنباء في طبقات الأطباء :٢/٣٤،قيمة الزمن :١١٦)

اللہ کی قسم ! مجھے کھانے کے وقت، علمی مشغلے کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے؛ کیونکہ وقت ایک گراں قدر اور بیش قیمت شے ہے۔

وزیر صالح ابن ابی ہبیرہؒ نے بجا کہا ہے:

**وَالْوَقْتُ أَنْفَسُ مَاعُنِيْتَ بِحِفْظِهٖ ۔۔۔ وَأَرَاهُ أَسْهَلَ مَاعَلَيْكَ يَضِيْعُ!**

قابلِ حفاظت چیزوں میں وقت سب سے زیادہ بیش قیمت (شے) ہے، اور اس کو ضائع کرنا سب سے زیادہ آسان ہے۔

## عبدالسلام ابن تیمیہؒ:

حیرت انگیز اور ناقابل قیاس طور پر وقت کی حفاظت اور اس کو کارآمد بنانے کی کوشش کرنے والوں میں، امام ابن تیمیہؒ کے دادا مجد الدین ابوالبرکات عبد السلام ابن تیمیہ حرانی (ولادت: ۵۹۰ ھ، وفات: ۶۵۳ ھ) کا بھی شمار ہوتا ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ نے ان کے تذکرے میں انہیں، امام وقت، فقیہ، قاری، محدث، مفسر، اصولی، نحوی اور اپنے عہد کی بلند پایہ شخصیت لکھا ہے اور یہ کہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ ابن قیم علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: ہمارے استاذ کے بھائی، عبد الرحمٰن ابن عبد الحلیم ابن

تیمیہؒ نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ: (دادا مجد الدین ابوالبرکات) جب قضائے حاجت کے لیے جاتے، تو مجھ سے فرماتے کہ ''اس کتاب کو بآواز بلند پڑھو؛ تاکہ میں سن سکوں''۔ (ذیل طبقات الحنابلہ:۲/۲۴۹،۲۵۲،روضة المحبین:۷۰)

ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ: اس واقعے کے ذکر سے مقصود، ان کے شوقِ علم، شغفِ مطالعہ اور اوقات کی حفاظت کا بیان ہے۔ (قیمة الزمن عند العلماء:۱۲۲)

## حافظ الحدیث عبد العظیم منذریؒ:

حافظ الحدیث علامہ عبد العظیم منذری علیہ الرحمہ کا نام بھی انہیں قدسی صفات لوگوں میں آتا ہے کہ جو علم ومطالعہ کے حد درجہ ذوقین وشوقین تھے۔

علامہ نووی علیہ الرحمہ اپنے استاذ امام المحدثین ضیاء الدین ابواسحاق علیہ الرحمہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: میں نے علمی مشاغل میں ان (علامہ منذریؒ) سے زیادہ منہمک اور سرگرم کسی کو دیکھا اور نہ سنا، تحصیلِ علم ہی ان کا شب وروز کا مشغلہ تھا۔

(بستان العارفین،باب في حکایات مستطرفة:۱۹۱)

مزید فرماتے ہیں کہ: میں قاہرہ (مصر) کے مدرسے میں ان کے پڑوس میں ۱۲/سال رہا ہوں، میرا گھر ان کے گھر کے اوپر تھا، میں نے کسی بھی رات بلکہ، رات کے کسی بھی حصے میں جب بھی بیدار ہوا، تو ان کے گھر کے چراغ کو روشن اور ان کو مطالعے میں مستغرق پایا، کھانے کے وقت بھی ان کا یہ حال تھا۔ کتاب کیا، کتابیں ان کے پاس رکھی ہوتیں اور وہ کھاتے ہوئے بھی ان کے مطالعے میں مصروف رہتے۔

ان کی بحث وتحقیق سے غایت درجہ دلچسپی اور عجیب وغریب طبیعت کے بارے میں ہمارے شیخ جو بیان فرماتے تھے، وہ بیان سے باہر ہے، وہ کہتے تھے کہ: شیخ منذریؒ مدرسے سے باہر نہ نکلتے

،نہ کسی کی تعزیت کے لیے،نہ کسی خوشی کے موقع پر مبارک باد پیش کرنے کی غرض سے،نہ سیر وتفریح کی خاطر اور نہ اس کے علاوہ اور کسی مقصد سے۔بس جمعے کی نماز کے لیے نکلنا ہوتا،اس کے علاوہ ہمہ وقت چمنستانِ علم میں مصرف گل چینی رہتے۔(بستان العارفين:١٩١،قيمة الزمن:١٢٤)

علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ،حافظ منذریؒ کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ: شیخ منذریؒ کا آخر میں ''دارالحدیث کاملیہ''میں درس وتدریس کا سلسلہ تھا،وہ صرف وہاں سے نماز جمعہ کے لیے نکلتے تھے؛یہاں تک کہ ان کا ہونہار اپنے وقت کا فاضل اور محدث بیٹا(رشید الدین ابوبکر محمدؒ،متوفی:٦۴٣ھ)خود ان کی حیات میں اللہ کو پیارا ہوگیا۔قدرت کو اس کے ذریعہ والد کی نیکیوں میں مزید اضافہ منظور تھا۔شیخ نے اندرونِ مدرسہ اپنے جواں مرگ بیٹے کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور مدرسے کے دروازے تک اس کے جنازے کے ہمراہ چلے،ضبط وتحمل کا پیمانہ چھلک گیا اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں،وہ یہ فرما کر جنازے سے الگ ہوگئے: جاؤ بیٹا! میں نے تمھیں اللہ کے سپرد کیا(طبقات الشافعية الكبرى:٢٦٠/٨)

## امام النحو ابن مالکؒ:

امام نحو علامہ ابن مالک محمد بن عبداللہ(ولادت:٦٠٠ھ،وفات:٦٧٢ھ)کی مصروف علمی زندگی محتاجِ تعارف نہیں ہے،"ألفیه" جیسی بہت سی نحو کی اہم کتابوں کے مصنف ہیں،آپ نے نہ صرف پوری زندگی؛بلکہ سکرات کے عالم میں بھی اپنے لمحاتِ زندگی کی حفاظت اور قدر کی۔

علامہ مَقّری علیہ الرحمہ کی کتاب "نفح الطیب" میں ابن مالک علیہ الرحمہ کا تذکرہ درج ذیل الفاظ میں ہے:

''ابن مالکؒ کثرت مطالعہ اور مراجعت کتب میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے اور حافظے

سے اس وقت تک کچھ نہ لکھتے، جب تک مآخذ و مراجع کی مراجعت نہ کر لیتے۔ یہی ثقہ اور معتبر علما و مشائخ کا طریقۂ کار رہا۔ ان کو جب بھی دیکھا جاتا، تو وہ نماز پڑھتے یا تلاوت قرآن کرتے نظر آتے، یا پھر تصنیف و تالیف اور کتب بینی میں مصروف دیکھے جاتے۔''

(نفح الطیب:۲/۲۲۲،۲۲۹)

منقول ہے کہ: ابن مالکؒ ایک روز دمشق میں اپنے بعض شاگردوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے نکلے، جب منزل مقصود پر پہنچے، تو کچھ دیر کے لیے اپنے ہمراہیوں سے الگ ہو گئے، تلاش کرنے پر بھی نہ ملے، پھر جب انھوں نے مزید تلاش و جستجو کی، تو دیکھا کہ وہ بعض اَوراق کے مطالعے میں غرق ہیں۔

ان کے علم کے شوق و طلب کا اس سے بھی حیرت افزا واقعہ یہ ہے کی انہوں نے اپنی وفات کے دن، چند اشعار یاد کیے، بعض نے ان کی تعداد آٹھ بتائی ہے، یہ اشعار ان کے صاحبزادے نے یاد کرائے تھے، ایسے موقع کے لیے مثل مشہور ہے: ''**بِقَدْرِ مَا تَتَعَنّٰی تَنَالُ مَاتَتَمَنّٰی**'' (محنت و مشقت کے بقدر ہی مراد حاصل ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ انہیں اس بلند حوصلگی پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہوں نے دمشق میں ۶۷۲ھ میں وفات پائی ''قاسیون'' پہاڑ کے دامن میں مدفون ہیں، ان کی قبر وہاں ہنوز معروف ہے۔

## امام شرف الدین نوویؒ:

حافظ ذہبیؒ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام نوویؒ کے تذکرے میں لکھا ہے: امامِ وقت، یکتائے زمانہ، حافظِ حدیث، نمونۂ سلف، شیخ الاسلام، سرتاج اولیاء، محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شَرَف بن مُرّی حزامی شافعیؒ صاحبِ تصانیف کثیرہ، حوران کے قصبے ''نوا'' میں ۶۳۱ھ میں پیدا

ہوے۔۶۴۹ھ میں دمشق میں آمد ہوئی۔"مدرسہ رواحہ" میں اقامت پذیر ہوے۔خود فرماتے ہیں کہ: میں نے تقریباً دو سال تک اپنے بستر پر پہلو نہیں ٹکایا؛چنانچہ ساڑھے چار ماہ کی مدت میں "التنبیہ" زبانی یاد کرلی اور سال کے بقیہ ایام میں استاذ کامل:اسحاق ابن احمدؒ کے سامنے "المھذب" کے چوتھائی حصے کا زبانی درس لیا۔(تذکرة الحفاظ:١٤٧٢/٤،طبقات الشافعية :١٩٤/٢)

ابوالحسن بن عطار علیہ الرحمہ کی وضاحت کے مطابق ،ان کے استاذ نے خود ان سے بیان کیا کہ وہ ،دن ہو یا رات، علمی مشغلے سے ہٹ کر اپنا وقت صرف نہ کرتے تھے۔راہ چلتے بھی تکرار و مطالعے میں مصروف رہتے ،ان کا زمانۂ طالب علمی میں ۶/سال یہی معمول رہا۔پھر تصنیف و تالیف ،درس و تدریس ،وعظ و نصیحت اور اظہارِ حق کے فریضے کی ادائیگی میں مصروف ہوگئے ،صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھانا تناول فرماتے اور بوقتِ سحر ایک مرتبہ پانی نوش فرماتے۔پھلوں اور کھیرے وغیرہ کے کھانے سے گریز کرتے۔فرماتے کہ : مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تری۔جو کہ نیند آور ہے۔میرے جسم میں سرایت نہ کرجائے ،انہوں نے شادی بھی نہیں کی۔(قيمة الزمن عند العلماء :١٢٨)

## شیخ الاسلام ابن تیمیہ احمد بن عبدالحلیم حرانیؒ :

گلستانِ علم میں موصوف کا نامِ نامی اسم گرامی چنداں محتاجِ تعارف نہیں ،خصوصاً حفظانِ اوقات کے سبب تصنیف و تالیف آپ کا طرۂ امتیاز رہا ہے ،ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:ابن تیمیہؒ کی تصانیف سے شہر بھر گئے ،ان کی کثرت کی کوئی حد نہ رہی؛اس لیے ان کا شمار بھی کسی کے بس کی بات نہ رہی۔(ذيل طبقات الحنابلة:٤٠٣/٢، فوات الوفيات :٤٢/١،٣٨،الوابل الصيب من الكلم الطيب :١٠٨)

یہ صرف ایک ایسے عالم کی کاوش کا نتیجہ ہے، جس نے وقت کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھا۔ واقف کاروں کا کہنا کہ ان کی تصانیف کا شمار ممکن نہیں اور واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔

بلادِ عرب کے مشہور و معروف محقق و محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تصنیفی کاوشوں کا سبب یہ ہے کہ وہ سفر و حضر اور صحت و مرض میں کبھی بھی مطالعے، مباحثے اور علمی مسائل کے حل میں ذرا بھی پیچھے نہ ہٹتے۔

(قيمة الزمن عند العلماء: ١٣٥)

ان کے شاگردِ رشید علامہ ابن قیم علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

ہمارے استاذ ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ: ایک مرتبہ وہ بیمار ہو گئے، تو طبیب نے انہیں ہدایت کی کہ وہ کتب بینی اور علمی مذاکرے سے پرہیز کریں۔ اس سے بیماری میں اضافہ ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا کہ: یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا، آپ اپنے علم و عقل کی رو سے بتائیے کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ جب انسان کسی چیز میں سرور محسوس کرتا ہے، تو اس کی طبیعت میں ایک طرح کی قوت پیدا ہو جاتی ہے، جو مرض کے ازالے کا باعث ہوتی ہے؟ طبیب نے کہا کہ: آپ سچ کہتے ہیں۔ اس پر شیخ نے فرمایا: میرے لیے علمی مشغلہ مسرت انگیز ہے، جو طبیعت کے لیے قوت بخش اور باعثِ راحت ہے۔ طبیب نے لاجواب ہو کر کہا کہ: بھائی! ان کا علاج ہمارے بس کی بات نہیں۔

(روضة المحبين: ٧٠)

## شمس الدین اصبہانیؒ:

علامہ شمس الدین ابوالثناء محمود ابن عبدالرحمٰن ابن احمد اصبہانی شافعیؒ (ولادت: ۶۷۴ھ، وفات: ۷۴۹ھ) کے بارے میں ان کے علمی شوق اور وقت کے زیاں کے سلسلے میں، بخل کی حد تک بڑھی ہوئی ان کی بیش حسّاسیت کے حوالے سے، ان کے شاگرد کا بیان ہے کہ: شیخ اصبہانی علیہ الرحمہ کھانے سے بہت زیادہ گریز کرتے؛ تاکہ پانی پینے اور استنجے کا تقاضا نہ ہو، جس میں وقت صرف ہوتا ہے۔

(قيمة الزمن عند العلماء مترجم: ۱۰۱، روضات الجنات: ۱۲۸/۸)

## علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ:

مفسر دوراں، مفتیٔ بغداد علامہ ابوالثناء شہاب الدین محمود ابن عبداللہ آلوسی بغدادیؒ (ولادت: ۱۲۱۷ھ، وفات: ۱۲۷۰ھ) ہر آن اپنے علم میں اضافے کے لیے کوشاں رہتے، فوائد کے اکتساب اور مشکل و نادر علوم کی تحصیل سے ہمت نہ ہارتے، ان کا وقت فتویٰ نویسی اور درس وتدریس کے لیے وقف تھا۔ رات کے ابتدائی حصے میں طلبۂ علم اور شرکائے مجلس کو فیضیاب کرتے اور اخیر رات میں اپنی تفسیر کے کچھ اوراق تحریر فرماتے ۔جنھیں اگلے روز مسودہ صاف کرنے والوں کے سپرد فرما دیتے، جن کو آپ نے اپنے گھر اسی کام کے لیے ملازم رکھا تھا۔ وہ لوگ آپ کے تحریر کردہ اوراق کی دس گھنٹوں سے پہلے تبییض نہ کر پاتے۔(قيمة الزمن: ۱٤۸)

علامہ آلوسیؒ یومیہ ۲۴/ اسباق پڑھاتے اور تفسیر و افتاء کی مشغولیت کے ایام میں بھی ہر روز بڑی بڑی کتابوں کے ۱۲/ اسباق دیتے۔ آپ کا تصنیفی سلسلہ مرض الوفات تک جاری رہا۔(الآلوسي مفسرا: ٤۳، ۷۹، ۱٥۹، المسك الأذفر: ۷-۸، ۱۹)

علمائے کرام کی نظر میں علامہ آلوسی علیہ الرحمہ کی تفسیر، ایک حیرت انگیز اور بے مثال نمونے کی حیثیت رکھتی ہے، اور ان کے علم وفضل اور منصب امامت پر فائز ہونے کی دلیل کے لیے کافی ہے؛ حالانکہ بوقتِ شب اس کی تصنیف عمل میں آئی ہے۔

(قیمة الزمن:۱٤۸)

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

بہت دور جانے کی ضرورت نہیں، علامہ عبدالحئی لکھنویؒ کو دیکھو، جن کی وفات کو ابھی تقریباً ۱۰۰ رسال ہوئے ہیں، انہوں نے ۱۳۰۴ھ میں ۳۹ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ان کی تصانیف ۱۱۰ سے متجاوز ہیں، جن میں بعض ضخیم اور کئی جلدوں میں ہیں اور بعض چند صفحات کے کتابچوں کی شکل میں ہیں، پھر کمال یہ ہے کہ ان کی تمام کتابیں مفید اور مشکل مباحث پر مشتمل ہیں۔(قیمة الزمن: ۱٥۰)

شیخ ابوغدہؒ مزید لکھتے ہیں:

یہی حال، ہندستان کی بلند پایہ شخصیت، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے، جن کی وفات ۵۰ سال قبل ۱۳۶۲ھ میں ۸۱ سال کی عمر میں ہوئی، ان کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے بھی زائد ہے۔(قیمة الزمن: ۱٥٤)

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے، وہ جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔ یہ سب کارنامے حفاظتِ وقت کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور وقت کی قدر وقیمت باتوفیق اور منتخب روزگار شخصیتیں ہی پہچانتی ہیں اور پھر مختصر سی عمر میں وہ تصانیف کا انبار لگا دیتی ہیں ۔(وقت کی اہمیت:۱۰٤)

قارئین کرام! ہمارا یہ طولِ کلام اس لیے ہے؛ تاکہ آپ کے سامنے علمائے سلف کی حیرت انگیز اور بے شمار تصانیف کی جھلکیاں آجائیں اور یہ کہ یہ عظیم سرمایہ کس طرح معرضِ وجود میں آیا، ظاہر ہے کہ یہ سب وقت کی حفاظت اور اس کو کارآمد بنانے کی فکر کا نتیجہ ہے۔ ایک ساعت کیا، ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا گیا، وقت کی حفاظت کے ذریعے آثار وتصانیف کا ڈھیر لگ جاتا ہے، عمریں طویل ہوجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کم عمر اور مختصر وقت میں برکت دے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے وہ بڑا فضل والا ہے۔

مزید رحلاتِ علم کے واقعات اور حالات کے لیے احقر کی عربی کتاب "**اللآلي في أهمية الاسناد والسند العالي**" کا مطالعہ بھی تسکین الصدور کا باعث ہوگا، ویسے ان شاء اللہ اس موضوع پر جلدِ ثانی میں بھی مزید لکھنے کا ارادہ ہے۔

# عزیز طلباء وعلماء اور مطالعہ کا اہتمام

جس طرح طالبِ علم کی شان یہ ہے کہ وہ متقی، پرہیز گار ہو، کم سوتا اور کم کھاتا ہو۔ زیادہ سونا اور بسیار خوری علم سے دوری کی دلیل ہے۔ اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ کتب بینی اور مطالعہ کا بھی ذوقین وشوقین ہو، کتنی بڑی صلاحیت کا مالک کیوں نہ ہو، آرام پسندی یا دنیا کے جھمیلے میں لگ کر محنت اور تکرار و مطالعہ چھوڑ دینے سے صلاحیت برباد ہو جاتی ہے؛ کیونکہ بے توجہی، علم کے لیے آفت ومصیبت ہے۔

عارف باللہ صدیق اصغر حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی علیہ الرحمہ (بانی ومبانی جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ) تحریر فرماتے ہیں کہ:

طالب علم کے لیے مطالعہ کی وہی اہمیت ہے، جو بستر پر پڑے مریض کیلئے دواؤں کی۔

مطالعہ استعداد کی بنیاد ہے اور استعداد وصلاحیت علمی ترقی وکامیابی کی شرطِ اولیں۔

محمد ابن سماعہؒ جو امام محمدؒ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ: امام محمد کو مطالعہ میں اس قدر انہماک ہوتا تھا کہ اگر کوئی شخص ان کو سلام کرتا، تو انہماک اور بے خبری میں جواب دینے کے بجائے اس کے لئے دعا کرنے لگتے ..... ان کے نواسے فرماتے ہیں کہ: امام محمد کی وفات کے بعد میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ: نانا جب گھر میں رہتے تھے، تو کیا کیا کرتے تھے؟ انھوں نے اشارہ کر کے فرمایا: اس کوٹھری میں رہا کرتے تھے اور گرد وپیش کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا۔ میں نے مطالعہ کے وقت ان کو بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔

علمی شغف کا یہ حال تھا کہ کپڑے میلے ہو جاتے تھے: مگر اس کا احساس تک نہ ہوتا تھا

اور کوئی دوسرا شخص کہہ کر کپڑا بدلوادیتا، تو آپ کپڑے اتارتے (ورنہ یونہی میلے کپڑوں میں رہنے کا خود احساس نہ ہوتا)۔ گھر کے مرغ کو اس لیے ذبح کر دیا تھا کہ اس کی آواز سے مطالعہ میں خلل ہوتا تھا، آپ نے یہ کہہ رکھا تھا کہ: مطالعہ کے وقت مجھ سے کسی ضرورت کا ذکر نہ کیا جائے، میرا قلب اس طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

میں ایک دفعہ ساری رات امام محمد کے یہاں رہا، آپ کی ساری رات اس طرح گزری کہ کچھ دیر مطالعہ کرتے، پھر لیٹ جاتے، پھر اٹھ جاتے اور مطالعہ کرنے لگتے، جب صبح ہوئی، تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی، جس سے معلوم ہوا کہ ساری رات باوضو رہے اور جاگتے رہے۔

لکھا ہے کہ:

امام محمدؒ رات کو بہت کم سوتے تھے، اکثر حصہ درس وتدریس اور مطالعہ میں گزرتا، بعض احباب نے کم خوابی اور زحمت کشی کی وجہ دریافت کی: تو فرمایا:

**كَيْفَ أَنَامُ وَقَدْ نَامَتْ عُيُوْنُ الْمُسْلِمِيْنَ تَوَكُّلاً عَلَيْنَا؟يَقُوْلُوْنَ :اِذَا وَقَعَ لَنَا اَمْرٌ رَفَعْنَاهُ اِلَيْهِ فَيَكْشِفُهُ لَنَا فَاِذَا نِمْتُ فَفِيْهِ تَضْيِيْعُ الدِّيْنِ .**

(بلوغ الأماني في سيرة الامام محمد بن الحسن الشيباني للعلامة الكوثري:٥٧)

فرماتے ہیں کہ: سب لوگ تو اطمینان سے سو رہے ہیں کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے گا، تو ہم جا کر اس (امام محمدؒ) سے معلوم کرلیں گے۔ اب اگر میں بھی سو جاؤں اور دینی کتابوں کا مطالعہ نہ کروں، تو اس میں دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلیؒ ایک روز کمرے میں مطالعہ کر رہے تھے کہ دوران مطالعہ پانی

طلب کیا، ان کے والد حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب رحمہ اللہ تشریف فرما تھے، ان کو فکر ہوئی کہ مطالعہ کے درمیان ذہن کسی اور طرف کیسے گیا؟ معلوم ہوتا ہے، یہ نہ پڑھے گا۔ حکم دیا کہ بجائے پانی کے انڈی کا تیل جو وہاں رکھا تھا، دے دیا جائے۔ مولانا عبد الحئی صاحبؒ نے گلاس منہ میں لگایا اور تیل پی گئے اور یہ احساس نہ ہوا کہ تیل ہے یا پانی، اس کے بعد پھر مطالعہ میں مشغول ہو گئے، ان کے والد کی فکر دور ہوئی اور کہا: امید ہے کہ پڑھ لے گا۔ والد صاحب چونکہ بہت بڑے طبیب بھی تھے: اس لیے صاحب زادے کو دوا پلا کر تیل کا اثر زائل کر دیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ایک وعظ میں ہے کہ دہلی میں ایک طالب علم نے ۔ جو بہت غریب تھے اور مطالعہ کے لیے تیل نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے ۔ ایک دوکاندار سے کہا کہ: میں تمہاری دکان کا رات کو پہرہ دیا کروں گا، میرے لئے رات بھر کے تیل کا انتظام کر دیا جائے۔ دوکاندار خوش ہوا کہ اتنی کم اجرت پر آدمی مجھے مل گیا اور یہ طالب علم خوش ہوئے کہ میرے مطالعہ کا انتظام ہو گیا۔ ایک رات یہ مطالعہ کر رہے تھے کہ بادشاہ کی سواری بہت بڑے لشکر کے ساتھ مع باجے گاجے کے اس طرف سے گزری، جس کے دیکھنے کے لیے ایک جم غفیر شہر اور اطراف سے جمع ہوا تھا، سواری گزر جانے کے بعد کچھ لوگ جو دور سے اس جشن کے دیکھنے کے لیے آئے تھے، اس طالب علم کے پاس آ کر دریافت کیا کہ: بادشاہ کی سواری گزر گئی؟ طالب علم نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم، ایک شور ضرور تھا۔

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ اپنے دورِ طلب علمی کا حال لکھتے ہیں کہ:

میں جب مظاہر علوم میں پڑھتا تھا، حضرت مولانا الحاج شاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے یہاں فرزند تولد ہوا۔

حضرت نے فرمایا: شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم کو اطلاع کردو کہ اگر تکلیف نہ ہو، تو حضرت تشریف لاکر دعا کردیں اور کان میں اذان کہہ دیں۔ احقر نے عرض کیا: رات کا وقت ہے، دو بج رہا ہے، اس وقت حضرت آرام فرمارہے ہوں گے۔ فرمایا: نہیں، ابھی مطالعہ کررہے ہوں گے۔ احقر حاضر ہوا، تو واقعی حضرت شیخ مطالعہ فرمارہے تھے، اسی وقت تشریف لائے۔

خود میں نے حضرت ناظم صاحب (یعنی مولانا شاہ اسعد اللہ رامپوریؒ)، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ، حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ، حضرت الحاج مفتی محمود حسن صاحب (گنگوہیؒ)، حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ اور دیگر اساتذہ کرام کو بہت زیادہ مطالعہ کرنے والا پایا اور کوئی کتاب بغیر مطالعے کے نہ پڑھاتے تھے، خواہ کئی بار اس کو پڑھا چکے ہوں۔

حضرت استاذی مفتی سعید احمد صاحب (اجراڑویؒ) صدر مفتی مظاہر علوم نے فرمایا کہ:

جلالین شریف میں بیس مرتبہ سے زیادہ پڑھا چکا ہوں: لیکن بغیر مطالعہ کے اب بھی نہیں پڑھاتا اور ہر بار مطالعہ میں ایک نیا لطف حاصل کرتا ہوں۔

آج کل عجیب بدذوقی طلباء اور اساتذہ کے اندر پیدا ہوتی چلی جارہی ہے کہ مطالعہ کا کوئی اہتمام نہیں، اگر کچھ شوق ہوا تو غیر درسی کتابیں اور اخبار بینی میں اپنا وقت گزارتے ہیں، اور دنیا کے چند تاریخی اور سیاسی واقعات کا علم حاصل ہوجانے پر بہت مسرور ہوتے ہیں۔ غضب یہ کہ درس کے وقت میں بھی انہیں تمام چیزوں پر بحث ہوتی ہے اور پورا وقت اس میں ضائع کردیا جاتا ہے۔ اس طرح نہ طلباء کو کچھ احساس ہوتا ہے، نہ استاذ صاحب کو؛ حالانکہ یہ دیانت کے بالکل خلاف ہے۔

دیکھی جو بے رُخی تو حیرت ہوئی مجھے

دنیا تو بے وفا تھی ہی، پر تم کو کیا ہوا

احقر نے سیدی و مولائی واستاذی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ:

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث نوراللہ مرقدہٗ دورانِ سبق کوئی خارجی بات نہیں کرتے تھے، سبق کے بعد بھی اگر کوئی شخص باہر کا آتا اور کچھ بات کرنا چاہتا، تو ہٹ کر بات کرتے اور فرماتے کہ:

مدرسہ کی دری پر صرف مدرسہ کے کام کے وقت بیٹھنا چاہیے۔(آداب المتعلمین :.....)

طالب علم کو چاہیے کہ کوئی سبق بلا مطالعہ نہ پڑھے، اس کے لیے رات کا وقت زیادہ مناسب ہے۔ اساتذہ نے فرمایا کہ دن میں تکرار اور رات میں مطالعہ کا جو طالب علم اہتمام کرے گا وہ علم میں ترقی کرے گا۔

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی رحمہ اللہ کے حالات میں ہے کہ ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھ رہے تھے۔ ایک دن اچھی طرح مطالعہ نہیں کر سکے، والد صاحب نے سبق نہیں پڑھایا۔ حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ: مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ کھانا نہ کھایا گیا۔ اس کے بعد مطالعہ کا ناغہ کبھی نہیں ہوا۔

"**تعلیم المتعلم**" میں لکھا ہے کہ:

جو اپنے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ رات کے اوقات کو علمی مشاغل میں صرف کرے، اور کسی بھی درجہ کی محنت سے روگردانی نہ کرے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

بِقَدْرِ الْکَدِّ تُکْتَسَبُ الْمَعَالِیْ　　وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّیَالِیْ

تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلًا يَغُوْصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّآلِيْ

عُلُوُّ الْقَدْرِ بِالْهِمَمِ الْعَوَالِيْ وَ عِزُّ الْمَرْءِ فِيْ سَهَرِ اللَّيَالِيْ

تَرَكْتُ النَّوْمَ رَبِّيْ فِي اللَّيَالِيْ لِ اَجْلِ رِضَاكَ يَامَوْلَى الْمَوَالِيْ

وَمَنْ رَامَ الْعُلٰى مِنْ غَيْرِ كَدٍّ اَضَاعَ الْعُمْرَ فِيْ طَلَبِ الْمُحَالِ

فَوَفِّقْنِيْ اِلٰى تَحْصِيْلِ عِلْمٍ وَبَلِّغْنِيْ اِلٰى اَقْصَى الْمَعَالِيْ

ترجمہ:تم بلند مقام پر اپنی کوشش کے مطابق پہنچو گے اور جو بھی بلندی تک پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ راتوں کو جاگے ۔عزت اور ترقی چاہتے ہو اور تمام رات سو کر گزارتے ہو، یہ نہیں معلوم کہ جس کو موتیوں کی طلب ہوتی ہے، اس کو دریا میں غوطہ زنی کرنی پڑتی ہے۔ پھر علم کو اس آرام طلبی کے ساتھ کس طرح حاصل کرسکتے ہیں ؟عزائم کی بلندی کے بعد ہی انسان بلند مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے، پس راتوں کو جاگنا انسان کی عزت کا باعث بنے گا،اے میرے پروردگار! میں نے راتوں میں نیند حرام کی ہے تیری رضا جوئی کی خاطر ،اے آقاؤں کے آقا و مولیٰ ! اور اگر کوئی یہ سمجھتا (اور خواب دیکھتا) ہے کہ بغیر تکلیف ومشقت کے بلندی حاصل ہوجائے ۔تو یہ ایک محال بات ہے، جس کی طلب میں وہ اپنی عمر ضائع کررہاہے، اے اللہ! مجھے تحصیلِ علم کی توفیق عطا فرما! اور مجھے بلندیوں کی چوٹی پر پہنچادے۔

طلبائے کرام کو چاہیے کہ صرف لمبی اُمیدیں اور بڑی آرزوؤں سے کام نہ لیں ؛ بلکہ کچھ کرگذرنے کی فکر کریں ،صرف سوچنے یا خیالی پلاؤ بنانے سے کچھ بننے والا نہیں ہے ،محنت کریں ،ہمت اور جواں مردی سے کام لیں ،کم کھائیں ،کم سوئیں ،کم

بولیں، للہ، فی اللہ فضول سیر وتفریح، یار دوستی، اور غلط قسم کے تعلقات گانٹھنے میں اپنی زندگی کے قیمتی اور اثمن من الذہب والفضہ لمحات واوقات کو ضائع نہ کریں۔

علامہ زرنوجی علیہ الرحمہ اپنے منظوم کلام میں کہتے ہیں:

مَنْ شَاءَ اَنْ یَحْتَوِیْ آمَالَهٗ جُمَلاً فَلْیَتَّخِذْ لَیْلَهٗ فِيْ دَرْكِهَا جَمَلاً

أَقْلِلْ طَعَامَكَ كَيْ تَحْظٰى بِهٖ سَهَرًا اِنْ شِئْتَ یَاصَاحِبِيْ أَنْ تَبْلُغَ الْكَمَلاَ

ترجمہ: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی ساری اُمیدیں پوری ہو جائیں، تو اس کو چاہیے کہ ان کے حصول کے لیے اپنی رات کو اونٹ (یعنی سواری) بنالے، کم کھاؤ تا کہ اس کے ذریعہ شب بیداری میں کامیاب ہوسکو۔ اے میرے پیارے! اگر تم کمال حاصل کرنا چاہتے ہو۔

(تحفة المتعلم: ٨٠)

اہل عقل وخرد کا مشہور مقولہ ہے:

**مَنْ اَسْهَرَ نَفْسَهٗ بِاللَّیْلِ فَقَدَ فَرَّحَ قَلْبَهٗ فِي النَّهَارِ.** (تعلیم المتعلم طریق التعلم: ٨٠)

”جس نے اپنے نفس کو شب میں بیدار کیا، اس نے دن میں اپنے قلب کو راحت بخشی“۔

حکیم جالینوس سے پوچھا گیا: تم نے اپنے ساتھیوں سے زیادہ حکمت کیسے حاصل کرلی؟ جواب دیا: میں نے کتب بینی کے لیے چراغ پر اس سے زیادہ خرچ کیا، جتنا لوگ شراب پر خرچ کرتے ہیں۔

طالب علمی ہی کے زمانے میں اگر شوق پیدا ہو گیا، تو آخر عمر تک رہتا ہے اور اگر اس زمانہ میں بدذوقی رہی اور کتابوں سے مناسبت نہیں پیدا ہوئی، تو پھر بعد میں بہت مشکل ہے: بلکہ مدارس کی زندگی اور تعلیمی لائن اختیار کرنا بھی (وہ) شاید ہی پسند کرے، یہی وجہ ہے کہ آج کل (طلباء اور علماء کی) تعداد بہت ہے؟ لیکن مدرس نہیں ملتے۔ اس کی بڑی وجہ یہی علمی بدذوقی

ہے،ورنہ ممکن نہیں کہ دس بارہ سال ایک مشغلہ میں رہ کر اپنے لیے کچھ اور تجویز کرے۔

علامہ ابن الجوزیؒ کے حالات میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

انھوں نے اپنے صاحب زادے سے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: مجھے خوب یاد ہے، میں چھ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوا، کبھی راستہ میں بچوں کے ساتھ نہ کھیلا اور نہ زور سے ہنسا، سات برس کی عمر میں جامع مسجد کے سامنے میدان میں چلا جاتا، وہاں کسی مداری یا شعبدہ باز کے حلقہ میں کھڑا ہو کر تماشہ دیکھنے کے بجائے محدث کے درس حدیث میں شریک ہوتا، وہ حدیث وسیرت کی جو بات کہتا، وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی۔ پھر گھر جا کر اسے لکھ لیتا۔ دوسرے لڑکے دجلہ کے کنارے کھیلا کرتے اور میں کسی کتاب کے اوراق لے کر کسی طرف چلا جاتا اور الگ تھلگ بیٹھ کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا محبوب مشغلہ کتابوں کا مطالعہ تھا۔ وہ ہر موضوع پر کتابیں پڑھتے تھے اور آسودگی نہ ہوتی تھی۔

''صید الخاطر''میں تفصیل کے ساتھ ان کے مطالعہ اور کتب بینی کے حالات درج ہیں۔ جن میں سے چند حالات وواقعات ہم گذشتہ اوراق میں ذکر بھی کر آئے۔

امام زہریؒ کا مطالعہ کے وقت یہ عالم ہوتا کہ ادھر ادھر کتابیں اور ان کے مطالعے میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی، بیوی کو کب گوارہ تھا کہ ان کے سوا کسی اور کی اس قدر گنجائش ہو۔ ایک روز بگڑ کر کہا:

وَاللّٰهِ هٰذِهِ الْكُتُبُ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ثَلَاثِ ضَرَائِرَ (قسم ہے رب کی! یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔)

امام شافعیؒ کے جلیل القدر شاگرد امام مزنیؒ نے اپنے استاذ کی ایک کتاب کا پچاس برس مطالعہ کیا اور خود ہی ناقل ہیں کہ ہر مرتبہ کے مطالعہ میں مجھ کو نئے نئے فوائد حاصل ہوئے۔

ابوالعباس ثعلبؒ نے بغداد میں اسحاق موصلی کے کتب خانے میں ایک ہزار جزفنِ لغت کے دیکھے ہیں، جو سب کے سب اسحاق کے سماع میں آچکے تھے۔

ابو بکر بن بشارؒ ادب کے مشہور امام بغداد میں ہوئے ہیں۔شاہزادوں کے اتالیق تھے۔ ایک روز قصر خلافت کو جاتے ہوئے نخاس (غلاموں کے بازار) سے گزرے۔وہاں ان دنوں ایک باندی برائے فروخت آئی تھی۔جس کے حسن اور سلیقہ کا سارے بغداد میں شہرہ تھا۔ابنِ بشار اس کو دیکھ کر مفتون ہو گئے۔دارالخلافہ میں پہنچے،تو خلیفہ نے دیر میں پہنچنے کی وجہ دریافت کی، انہوں نے باندی کا قصہ بیان کیا۔یہ سن کر خلیفہ نے خفیہ طور پر خدام کو حکم دیا کہ وہ باندی خرید کر ابنِ بشار کے مکان پر اُن کے پہنچنے سے پہلے پہنچادی جائے۔جب علامہ ممدوح مکان واپس آئے،تو باندی کو پایا۔دریافت کرنے پر حال معلوم ہوا تو باندی کو بالاخانہ پر بھیج دیا اور خود وہیں بیٹھ کر ایک علمی مسئلہ پر (جس کی تحقیق کرنے میں وہ ان دنوں مصروف تھے) غور کرنے لگے۔طبیعت تو اور ہی طرف لگ رہی تھی،غور کرنے میں خلل ہوا۔قلب کا یہ رنگ دیکھ کر ابنِ بشار نے خادم کو آواز دی اور کہا: اس باندی کو لے جا کر واپس کر آؤ۔میرے نزدیک اس کی اتنی قدر نہیں ہے کہ میرے دل کو علم سے پھیر دے۔خادم گیا اور باندی واپس کر آیا۔

امام شافعیؒ کے دیکھنے والے کا بیان ہے کہ: دن تو خیر دن تھا، رات کو بھی امام کا یہ حال تھا کہ بظاہر سونے والوں کی شکل بنا کر لیٹ جاتے: لیکن تھوڑی دیر بعد اپنی باندی کو حکم دیتے، وہ چراغ جلاتی اور وہ کچھ لکھتے، اس کے بعد گل کر دیتے۔

مولانا گیلانی علیہ الرحمہ نے مفتی رکن الدینؒ کے حوالے سے ان کے ماموں مولانا انوار اللہ خانؒ کے مطالعے کا حال انہی کے الفاظ میں لکھا ہے کہ:

ہم کوشش کرتے کہ کتاب کا مضمون مطالعہ ہی میں حل ہو جائے، طریقہ یہ تھا کہ پہلے عبارت اور ترجمہ کی طرف توجہ ہوتی، جو نئے الفاظ آتے تھے، اس کو لغت کی مدد سے حل کیا جاتا، مطلب سمجھنے کی کوشش ہوتی، اگر ایک دفعہ میں مضمون حل نہ ہوتا، تو ایک بار یا دو بار یا سہ بار سعی کی جاتی، اس پر بھی اگر کچھ رہ جاتا تو استاذ حضرت مولانا فرنگی محلیؒ کے درس میں حل ہو جاتا، جب استاذ سے مطلب معلوم ہوتا، تو فرطِ مسرت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کہیں سے بیش قیمت خزانہ مل گیا، اس طرح سے مطالعہ کرنے کا نتیجہ یہ تھا کہ روزانہ کئی کئی صفحہ درس ہوتا تھا۔(مطلع الأنوار، آدابُ المتعلمین :.....)

آج کل طلباء کو اپنے کھانے پینے کی چیزیں پکانے، گھومنے پھرنے اور موبائل میں وقت ضائع کرنے ہی سے فرصت نہیں ملتی، اس طرح انہماک کے ساتھ کون مطالعہ کرے گا۔ فالی اللہ المشتکیٰ.

شیخ محدث دہلویؒ اپنی طالب علمی کا حال درج کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

"در اثنائے مطالعہ کہ وقت از نیم شب در می گذاشت، والد قدس سرہ مرا فریاد می زد، بابا چہ می کنی؟"

یعنی آپ اتنی دیر تک مطالعہ میں مشغول رہتے کہ والد ماجد کو رحم آجاتا اور فرماتے کہ: کب تک جاگو گے؟ اب آرام کرو۔ شیخ فرماتے ہیں کہ: والد صاحب کی آواز سن کر فی الحال میں لیٹ جاتا اور جب والد صاحب سو جاتے، تو پھر اُٹھ کر مطالعہ کرنے لگتا، اسی محنت نے تو ان کو محدث بنا دیا تھا۔

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمہ کے حالات میں ہے کہ مطالعہ میں ایسا انہماک ہوتا تھا کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اٹھا کر لے جاتا، تو آپ کو خبر نہ ہوتی۔(تذکرۃ الرشید)

اسی محنت کا اثر تھا کہ زمانہ طالب علمی ہی میں آپ نے بڑی بڑی کتابوں کا سبق پڑھایا۔

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی علیہ الرحمہ راوی ہیں کہ:

سیدی حضرت مولانا شاہ اسعد اللہؒ، ناظم اعلیٰ مظاہر علوم، سہارنپور نے فرمایا کہ فراغت کے بعد بھی میرے مطالعہ کا اوسط ایک ہزار صفحات یومیہ ہوتا تھا۔

حضرت استاذی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ ایک عرصہ سے صرف ایک وقت دو پہر کو کھانا کھاتے تھے، شام کو کھانا تناول نہیں فرماتے، ناکارہ نے متعدد بار حضرت سے سنا کہ میری ایک مشفق ہمشیرہ تھیں، میں شام کو مطالعہ میں مصروف ہوتا تھا اور وہ لقمہ میرے منھ میں دیا کرتی تھیں، اس طرح مطالعہ کا حرج نہ ہوتا تھا؛ لیکن جب سے ان کا انتقال ہو گیا، اب کوئی میری اتنی ناز برداری کرنے والا نہیں رہا اور مجھے اپنی کتابوں کا نقصان گوارا نہیں؛ اس لیے شام کا کھانا ہی ترک کر دیا۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی علیہ الرحمہ کو مظاہر علوم کی طالب علمی کے زمانے میں قلب کے دورے کی شکایت ہوگئی، اکثر بے ہوش ہو جاتے، مظاہر علوم میں اب بھی مدرسین بڑی محنت کرتے ہیں، احقر وہاں تقریباً ہر سال حاضر ہوتا ہے، وہاں کے حضرات کی زندگی قابل رشک ہے۔

آئے عشاق ! گئے وعدۂ فردا لے کر
اب اُنہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہوی علیہ الرحمہ کو کتب بینی سے اتنا شغف تھا کہ بیماری کی حالت میں بھی سرہانے کتابیں رکھی رہتیں اور فرماتے: میری بیماری کا علاج ہی کتب

بنی میں ہے اپنے اس شغف کا اظہار بھی عربی اشعار میں فرمایا ہے، نفحۃ العرب ادب میں ان کی کتاب ہے، اس میں باب النظم میں وہ اشعار موجود ہیں۔

حضرت مولانا اعزاز علی علیہ الرحمہ سے متعلق ہی یہ حیرت انگیز واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، عصر کے بعد دفن کر آئے، مولانا مغرب کے بعد شمائل ترمذی کا درس دیتے تھے، کتاب بغل میں لی اور درسگاہ پہنچ گئے، لوگوں نے کافی کہا سنا حتی کہ خوشامد بھی کی؛ مگر آپ نے فرمایا: ''میں تو اپنی ڈیوٹی ادا کروں گا، حدیث کی تعلیم سے بڑھ کر کونسا کام ہوسکتا ہے''۔(خزینة:١٤١)

وقت کے اس حد تک پابند تھے کہ ''سردی ہو یا گرمی، جاڑا ہو یا برسات، شادی ہو یا غمی، بہر حال مولانا کا اصول تھا کہ سبق ہونا چاہیے، کمرہ میں گھڑی موجود تھی، وقت سے کم از کم دس منٹ پہلے بغل میں کتاب دبائی، کمرہ کو مقفل کیا، اور گھنٹہ بجانے والا ابھی گھنٹہ بجانے سے فارغ بھی نہیں ہوا کہ آپ درسگاہ پہنچ گئے اور سبق شروع ہوا، ادھر گھنٹہ بجا اور ادھر مولانا کی کتاب بند ہوگئی''۔(ظفر المحصلین)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا، بعض خدام سے سنا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے کبھی سو جاتے، جب بیدار ہوتے، تو پھر مطالعہ شروع کر دیتے مطالعہ سرسری نہ کرتے، بڑے امعان کے ساتھ کرتے، طالب علمی میں اکثر کتابیں زبانی یاد تھیں۔

حضرت استاذی علامہ صدیق احمد کشمیری علیہ الرحمہ اپنی طالب علمی کے زمانے میں صرف روٹی لیتے تھے، سالن نہ لیتے تھے، روٹی جیب میں رکھ لیتے تھے، جب موقع ہوتا، کھا لیتے۔ فرماتے ''روٹی سالن کے ساتھ کھانے میں مطالعہ کا نقصان ہوتا ہے''۔

ترجمانِ مسلکِ دیوبند حضرت مولانا منظور احمد نعمانی علیہ الرحمہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

جب میں مئو اعظم گڑھ میں پڑھتا تھا ،تو وہاں کچھ ساتھی ایسے مل گئے تھے ،جن کو مطالعہ کا ذوق تھا، اکثر ایسا ہوتا کہ ہم لوگ رات کو دو تین بجے تک مطالعہ اور مذاکرہ میں مشغول رہتے ،دن بھی اسی انہماک میں گزرتا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ:

امتحان کے زمانہ میں تمام کتابیں زبانی یاد رہتی تھیں ،اسی محنت کا نتیجہ تھا کہ (دارالعلوم دیوبند میں )دورۂ حدیث کے امتحان میں کئی کتابوں کے سوالات کے جواب میں مستقل رسالے تحریر کیے تھے،فرمایا کہ: مہتمم صاحب سے میں نے اجازت لے لی تھی کہ جواب کے لیے جو وقت مدرسہ نے مقرر کیا ہے،وہ کافی نہیں ،مجھ کو زائد وقت دیا جائے ؛چنانچہ مہتمم صاحب نے ایک نگراں مقرر کر دیا تھا اور وقت میں اضافہ کر دیا تھا۔(ماخوذ از آداب المتعلمین)

محض کتب بینی ہی کو اصل مقصد نہیں بنالینا چاہیے:

محض وقت گزاری کے لیے کتابوں کے مطالعہ کا اہتمام کوئی سودمند عمل نہیں ہے، بلکہ غور سے پڑھنا اور اس کو اپنے دل ودماغ کے سفینہ میں محفوظ کرنا یہ اس عمل کی صحیح شکل اور کارآمد چیز ہے۔

رُسکن کہتا ہے:

کبھی تم انگلستان کے تمام کتب خانوں کو پڑھ ڈالو؛مگر اُس کے بعد جیسے تھے ویسے ہی رہوگے،گویا کچھ پڑھا ہی نہیں ؛لیکن اگر دس صفحات بھی غور سے کسی اچھی کتاب سے پڑھ لوگے ،تو کسی نہ کسی درجہ میں ''متعلّم'' کہلا سکوگے۔

اور''جون لوک'' کا قول ہے:

زیادہ پڑھنا مفید نہیں ہے؛ بلکہ پڑھے ہوئے کو سمجھ کر عقل بڑھانا اصل شے ہے؛ پس جو کچھ ہم پڑھتے ہیں، اس پر غور وفکر، اس کو ہمارے نفس کا جز بنادیتے ہیں، ہماری فطرت بھی اسی کی متقاضی ہے کہ ہم نظر وفکر سے کام لیں اور یہ کافی نہیں ہے کہ ہم اپنے نفس کو زیادہ معلومات سے ثقیل کر کے بے مزہ بنادیں؛ اس لیے کہ جو چیز ہم چبا نہ سکیں اور ہضم نہ کرسکیں، وہ ہماری غذا نہیں بن سکتی، اور نہ وہ ہماری قوت کا باعث ہوسکتی ہے۔(وقت کی اهمیت : ١٦٧)

# کتاب اور قدر دانِ کتاب کی کچھ یادیں

سرورِ علم ہے، کیفِ شراب سے بہتر — کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

آئے عشاقِ کتاب! گئے وعدۂ فردا لے کر — اب اُنہیں ڈھونڈ، چراغِ رُخِ زیبا لے کر

علم کی راہ میں ترقی اور کامیابی کے من جملہ اسباب کے ایک امتیازی سبب ادب ہے، مثل مشہور ہے: ''باادب بانصیب، بےادب بےنصیب''۔

ادب واحترام سے انسان ترقی کے مراحل طے کرتا ہے اور بےادبی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ سربلندی وسرخروئی حاصل نہیں کر پاتا؛ بلکہ بسا اوقات ذلت ورسوائی سے دوچار ہوتا ہے۔

دین کی بنیاد ادب پر ہے، بےادب کو یہ دولت حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت اقدس امام شافعی علیہ الرحمہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص دولت کے زور اور خودی کے گھمنڈ میں طلبِ علم کرتا ہے، وہ ناکام رہتا ہے؛ البتہ جس نے خاکساری، تنگ دستی اور احترام علم کے ساتھ طلبِ علم کا سفر طے کیا وہ کامیاب ہوگیا۔ (جامعُ بیان العلم و فضلہ:.....)

علم کا ادب واحترام اور علم کے تعلق سے ہر عالم وحافظ، کتبِ علم، آلاتِ علم، کاغذ، قلم، دوات ، رحل، تپائی وغیرہ کا، مدرسہ اور درسگاہ کا ادب واحترام بھی ضروری ہے۔

شیخ المشائخ، رئیس العلماء والاتقیاء محدثِ یگانہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ جو بعض طلباء بائیں ہاتھ میں دینی کتب اور دائیں ہاتھ میں جوتے لے کر چلتے ہیں بہت مذموم (عمل) ہے؛ کیونکہ خلافِ ادب ہے، اور صورۃً کتبِ دینیہ پر جوتوں کو فوقیت دینا ہے۔ (اسلاف کی طالب علمانہ زندگی: ۱۷۲)

## کتاب کی کہانی، قدردانِ کتاب کی زبانی:

ذیل میں کتاب کی اہمیت وافادیت سے متعلق اسلاف واخلاف کے چند ارشادات وکلمات تحریر کیے جاتے ہیں، اُمید ہے کہ کتاب کی محبت وعقیدت میں اضافہ کا سبب ہوں گے۔

(۱) حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں نے قبر سے زیادہ واعظ، کتاب سے زیادہ مخلص دوست اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی کوئی نہیں دیکھا۔

(۲) حضرت ابوالعباس علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کتابیں وہ ہیں جن سے کسی فتنے اور کسی بدمزگی کا اندیشہ نہیں، اور نہ ان کی زبان اور ہاتھ سے کوئی خطرہ ہے۔

(۳) ایک صاحبِ ذوق کا قول ہے:

مجھے ایک بستر اور اچھی کتاب دے دیجیے، میں اس سے ہر طرح خوش ہوں۔

(۴) کسی محبِّ کتاب کا قول ہے:

انسان کے لیے کوئی یادگار، کتاب سے زیادہ دیرپا نہیں ہوسکتی، دوسری چیزیں ایک میعاد پر فنا ہوجاتی ہیں اور ایک ہی جگہ مقید ہوتی ہیں؛ لیکن کتاب ہر جگہ پہنچ سکتی ہے اور اس کے فیض سے سب بہرہ ور ہوسکتے ہیں۔

(۵) ایک صاحبِ عقل وخرد کا قول ہے:

کتابوں کی قیمت رتنوں (موتیوں) سے بھی زیادہ ہے۔

(۶) حکیم سقراط کا قول ہے:

وہ گھر جس میں کتابیں نہ ہوں اس جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو۔

(۷) ایک صاحبِ فکرونظر کا قول ہے:

اپنے اردگرد اچھی کتابوں کا حصار قائم کرلو، یہ تمھیں تنہائی کے شدائد سے محفوظ ومامون کردے گا۔

(۸) اسلامی فلاسفر حضرت اقدس امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے:

کتابیں انسان کو حیاتِ فانی میں عزت اور حیاتِ دوامی میں ابدی سکون بخشتی ہیں۔

(مخزنِ أخلاق:۴۹۱،مطالعہ کی اہمیت:۴۲،اسلاف کا ذوقِ مطالعہ اور کتاب:۱۵)

علم ومطالعہ کا ذریعہ عام طور پر چونکہ کتاب ہی ہے، لہٰذا ہر علم دوست، کتاب دوست عالم وطالب کو چاہیے کہ کتاب سے محبت کرے، کتاب ہر دور میں تعلیم وتربیت کا اہم ذریعہ رہی ہے ،اس کی ہیئت چاہے کچھ بھی رہی ہو، ایک عہد سے دوسرے عہد تک ،ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک ،علم کو منتقل کرنے کے لیے انسان نے تحریر کا سہارا لیا، کبھی پتھروں پر نشان بنائے ،پیڑوں کی چھال استعمال کی ،کبھی چمڑے کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا اور کبھی کپڑے نے انسان کی مدد کی ،انسانی ذہن کی ترقی کے ساتھ ساتھ طریقے بھی بدلتے رہے، تا آنکہ کاغذ ایجاد ہوا اور تحریر نے علامتوں، نشانوں کے منازل طے کر کے الفاظ کی شکل اختیار کی۔

واقعہ یہی ہے کہ علم دوست انسان کبھی ماسویٰ علم کے اور گفتگو کرنا پسند نہیں کرے گا، وہ تو ان پیاری کتابوں کو اپنی نظر کے سامنے رکھے گا اور ان کتابوں کو اپنا انیس بنائے گا؛ کیونکہ ہمارے اسلاف واکابر علیہم الرحمہ ان کتابوں میں علم وحکمت کے ایسے مہکتے اور چمکتے دمکتے ہیرے جواہرات اور قیمتی خزائن بند کر گئے ہیں کہ جن کی مہک اور فیض سے یہ جہاں کبھی بھی محروم نہ

ہوگا۔کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

**ابقوا لنا حکما تبقی منافعها**

**اخری اللیالی علی الایام وانشعبوا**

اوران خزائن کو شب وروز کی مسلسل کتب بینی کے ذریعہ حاصل کرنا اوران کے فوائد سے بہرہ ورہونا لازم ہے۔

ان اسلاف کے علوم چونکہ کتابوں میں محفوظ ہیں،اورزندۂ جاوید ہیں،توان کی یہ شان ہے:

**فان قلت أموات فلم تبر أمرهم　　　وان قلت أحیاء فلست مفندا**

''یعنی اگرتو یہ کہہ ڈالے کہ وہ زندہ ہیں،توتوغلطی پرنہیں ہے''۔

فی الحقیقت یہ کتاب اپنے لکھنے والوں کوزندہ رکھتی ہے اورزبان سے برابر کلام کرتی اور اپنے پڑھنے والوں کومستفیض کرتی ہے۔

## کتاب کی عظمتِ شان:

کسی باذوق صاحبِ علم کا مقولہ ہے کہ عمدہ کتاب حیات ہی نہیں؛ بلکہ ایک لافانی چیز ہے ،اور یہ خود ہی لافانی نہیں؛ بلکہ اپنے لکھنے والوں کو،ان کوجن کااس میں ذکرہوتا ہے اوربعض اوقات پڑھنے والوں کوبھی لافانی بنادیتی ہے؛ کیونکہ عمدہ کتابوں نے انسان کے اخلاق اورطبائع پراپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں،خیالات میں عظیم الشان تغیر پیدا کیا ہے،ملکوں کی کایاپلٹ دی ہے،قوموں کے سوئے ہوئے جذبات میں حیرت انگیز طور پرہلچل مچادی ہے،مردہ دلوں کوزندۂ جاوید بنادیا،قوموں کے انسانیت کے کھوکھلے ڈھانچوں میں روح پھونک دی ہے۔

بہت کم وقت میں بعیدترین قوموں کے حالات،اخلاق،عادات اوران کی تمام معاشرت

معلوم کرادیتی ہے،ایک دوسرے کو سمجھنے میں پورا حق ادا کرتی،اور خیالات کی اصلاح کردیتی ہے ،غرضیکہ زندگی کے ہر موڑ پر پوری راہنمائی کرتی ہے۔

ابن الاعرابی علیہ الرحمہ نے خوب ہی فرمایا ہے:

**لناجُلَساءُ لَانَمَلُّ حدیثهم**

**ألبَّاء مأمونون غَیبًاو مشهدا**

یقیناً یہ کتاب ہی ایسا ہم نشین ہے کہ جس کی باتیں ملولِ خاطر نہیں ہوتی ،بڑی رغبت اور دھیان سے اس کی بات کو سنا جاتا ہے اور فہم وشعور کی گرہوں کو کھولا جاتا ہے،علم ودانش کو پاتا ہے۔

علم وفہم وعقل ودانائی کا دفتر ہے کتاب

کتاب ایک دنیا ہے یا ایک شہر،جس میں بہت سی قومیں آباد ہیں،جن کا وہ اس کتابی دنیا میں مطالعہ کرتا ہے،،بہت سی زبانیں تو یہ کہتی سنائی دیتی ہیں کہ فلاں شخص یا فلاں عالم دنیا میں باقی نہیں ؛لیکن کتابی دنیا ،ان کو زندہ رکھتی اور زندہ کرتی ہے،انسان جب ان کے حالات اور تذکرہ کا مطالعہ کرتا ہے،تو درحقیقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔(مطالعہ کی اهمیت :٤٦ـ٤٧)

## کتاب کی فصیح وبلیغ تعریف:

علامہ مسعودی علیہ الرحمہ نے کتاب کی قدر وقیمت پر بڑی ہی پیاری، فصیح وبلیغ اور جامع تعریف کی ہے،موصوف ؒ کہتے ہیں:

”اے میری کتابو!تم میری جلیس وانیس ہو،تمہارے ظریفانہ کلام سے نشاط اور تمہاری ناصحانہ باتوں سے تفکر پیدا ہوتا ہے،تم پچھلوں اور اگلوں کو ایک عالم میں جمع کردیتی ہو،تمہارے منہ میں زبان نہیں ؛لیکن تم زندوں اور مردوں کے افسانے سناتی ہو،تم ہمسایہ ہو؛لیکن ظلم نہیں

کرتیں، عزیز ہو، لیکن غیبت نہیں کرتیں، دوست ہو، لیکن مصیبت میں ساتھ نہیں چھوڑتیں"۔

علم کے موتی، اور علم کے گوہر نایاب دریافت کرنے کے لیے کتاب کا عاشق، علم کا طالب، تحقیق و تلاش کا دیوانہ، ماسوئ علم سے بیگانہ، ان تمام اغراض پرست، مطلب پرست برائے نام دوست یا دوست نما انسانوں سے بچنے کے لیے زبانِ حال سے یہ کہتا ہوا اپنے گھر کے گوشہ سے چمٹ جاتا ہے کہ ہم تو علم کی جستجو اور تحقیق میں مشغول ہیں اور حقائق و معارف اور انوارِ علم سے جھولیاں بھر رہے ہیں۔

## کتابوں کا نقصان اہل و عیال کے نقصان سے سنگین:

حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی کتابیں یومِ حرہ میں جل گئی تھیں، بعد میں والد ماجد برابر فرمایا کرتے تھے:

"اے کاش! اہل و عیال، مال و دولت کی جگہ میرے پاس کتابیں رہ گئی ہوتیں"۔

ایک شاعر نے کیا ہی خوب ہے:

اَلایَا مُسْتَعِیْرَ الکُتُبِ دَعْنِيْ — فَاِنَّ اِعَارَتِيْ لِلْکُتُبِ عَارُ

فَمَحْبُوْبِیْ مِنَ الدُّنْیَا کِتَابِيْ — فَهَلْ اَبْصَرْتَ مَحْبُوْبًا یُعَارُ

(مخطوط مختصر في طبقات الحنفية لطاشكبرى زاده، رقم: ٢٤٣٥)

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ "دُنیا میں میری محبوب ترین چیز بس میری کتاب ہے"۔

متنبّی کہتا ہے:

أَعَزُّ مَكَانٍ فِي الدُّنَا سرج سَابح — وَخَيْرُ جَلِيْس فِي الزَّمَانِ كِتَاب

"سب سے بڑھ کر مقامِ عزت گھوڑے کی پشت ہے، اور زمانے میں بہترین دوست اور

ہم نشین کتاب ہے"۔

کوئی دوست کتنا ہی اچھا اور ہمدرد کیوں نہ ہو لیکن وہ ہر وقت آپ کے لیے فارغ نہیں رہ سکتا کبھی آپ کو فرصت نہیں ہے تو کبھی وہ فارغ نہیں، لیکن کتاب کو جب اُٹھائیں اس سے باتیں شروع کر دیجیے۔

شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ دہلوی نے خوب کہا ہے۔

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوقؔ　　　اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

اور ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے:

جس قدر تحریر کے کاغذ کو ممکن ہے بقا　　　اس قدر ممکن بقا کب صاحبِ تحریر کو

فخر الاماثل، زبدۃ الافاضل حضرت اقدس الشاہ مولانا اسعد اللہ رامپوریؒ (سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور وخلیفہ اجل حضرت والا تھانویؒ) نے کتاب کی افادیت واہمیت اور عقیدت و محبت میں ایک شاندار نظم بھی تحریر کی ہے، افادۂ عام کی غرض اور قارئین کی روح افزائی کی خاطر ذیل میں اس کے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

ہے بہت ہی نیک بخت وخوش نصیب
جس کو دنیا میں میسر ہے کتاب
جگمگا جاتی ہے دنیا قلب کی
روکش مہر منور ہے کتاب
ہادیٔ مخلوق و رہبر ہے کتاب
رونق دین پیمبر ہے کتاب

ہفت کشور کا یہی ہے فیصلہ
انتخاب ہفت کشور ہے کتاب
منکشف ہوتا ہے حالِ دو جہاں
جامِ جمشید سے بہتر ہے کتاب
ہم کو ہونا چاہیے اس کا خیال
کوئی بدتر کوئی بہتر ہے کتاب

اور ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

دلربا و دلکش و دلدار و دلبر ہے کتاب
جانفروز و جاں نواز و روح پرور ہے کتاب
فیض بخش و مہربان و لطف گستر ہے کتاب
وجہِ تسکین دل پر وردو مضطرب ہے کتاب
روح کو کندن بنادیتی ہے علم و فضل سے
قدر دانوں کے لیے کبریتِ احمر ہے کتاب
مست ہوکر جھومتے ہیں طالبانِ معرفت
بادۂ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

اللہ تعالیٰ طلباء و علماء کو کتاب دوستی نصیب فرمائے اور غیرت ایمانی و علمی کے ساتھ کتب بینی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## کتاب کے آداب:

کتاب کے آداب کے عنوان سے اگر چہ ہم گزشتہ اوراق میں کچھ آداب ذکر کر آئے ہیں؛ لیکن کتاب کی عظمتِ شان کی وجہ سے یہاں بھی چند آداب قندِ مکرر کے طور پر کچھ مزید اضافوں کے ساتھ تحریر کرتے ہیں۔

(۱) کتاب اچھی نیت سے خریدنا۔

(۲) فخر و تکبر کے لیے نہ خریدنا۔

(۳) غیر شرعی کتب نہ خریدنا۔

(۴) اہم کتابوں کو پہلے خریدنا۔

(۵) بہ قدرِ وسعت کتابوں کو زیادہ سے زیادہ خریدنے کا اہتمام کرنا۔

(۶) ممکن ہو تو ایک کتاب کے متعدد اڈیشن (جن میں باہمی فرق ہو) خریدنا۔

(۷) کتابوں کا ادب و احترام کرنا۔

(۸) کتاب کو زمین یا فرش پر نہ رکھنا۔

(۹) کتابوں کو مرتب رکھ کر اُس کی فہرست بنانا۔

(۱۰) کتابوں کی پوری حفاظت کرنا، اِس کے لیے حسبِ ذیل طریقوں یا اس کے مثل دیگر طریقوں کو اختیار کرنا:

[۱] کتابوں کو ایسی جگہ رکھنا جہاں چھوٹے بچوں وغیرہ کا ہاتھ نہ پہنچے۔

[۲] کتابوں کو ایسی جگہ رکھنا جہاں ہوا کی آمد و رفت ہوتی ہو۔

[۳] کیڑوں مکوڑوں سے حفاظت کی اَدویہ استعمال کرنا۔

(۱۱) کسی کو ضرورت ہو تو اس کو عاریۃً کتاب دینا۔(صحیح مسلم:۲/۲۲۳)

(۱۲) مستعار (عاریۃً لی ہوئی) کتاب کی حفاظت کرنا۔

(۱۳) مستعار کتاب پر کوئی چیز نہ لکھنا۔

(۱۴) وقف شدہ کتابوں میں کوئی اصلاح نہ کرنا۔

(۱۵) مستعار کتاب، ضرورت پوری ہونے پر لوٹا دینا۔(سورۂ نساء:۵۸)

**ضروری وضاحت:** جن آداب کے حوالے نہیں دیے گئے ہیں، وہ آداب **"تذکرۃ السامع والمتکلم"** (مؤلفہ بدرالدین حموی شافعیؒ، المتوفی:۷۶۷ھ) اور **"موسوعۃ الآداب الاسلامیۃ"** (ص:۷۲۵تا۷۳۲) سے ماخوذ ہیں۔(سنن و آداب:۴۰۵)

## فرصت کے لمحات کو کتاب کے حوالے کیجیے:

فرصت کے بعض اوقات میں کتاب بھی انسان کے لیے ایک عمدہ ریاضت ومجاہدہ اور ورزش ہے، اور اس میں مزدور، نوکر پیشہ، طبیب اور مہندس وغیرہ سب برابر ہیں۔ کتاب ایک بہترین دوست اور رفیق ہے؛ اس لیے از بس ضروری ہے کہ ہر محلّہ میں کتب خانہ اور لائبریری ہونی چاہیے۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فرصت کی گھڑیوں کی سب سے زیادہ بربادی قہوہ خانوں، عام محفلوں، بیکار مجلسوں میں وقت گزارنا ہے۔ دن میں اگر ایک گھڑی بھی کسی نے ان بیکار مقامات میں گزار دی، بلاشبہ اس نے سال کے پندرہ روز وشب برباد کردیے، گویا دس سال میں پانچ مہینے ضائع کردیے، اور یہ مدت کسی زبان کے جدید لغت یا علم کی معرفت، یا علم کے حصۂ وافر کو حاصل کرنے کے لیے کافی ووافی ہے۔ تو اب اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا، جو روزانہ دو یا تین گھنٹے یا اس سے زیادہ وقت ان لایعنی مشاغل میں صرف

اورعمرِ عزیز کوضائع کرتے ہیں۔(اخلاق اور فلسفۂ اخلاق )

## کتاب کا مطالعہ کس طرح کریں؟

اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہم یہ سیکھیں کہ کتاب کا مطالعہ کس طرح کرنا چاہیے؛ کیوں کہ اس کے سیکھے بغیر کتاب پڑھنے کا فائدہ ضائع ہوجاتا ہے۔اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم کتاب کے پسند کرنے میں فکروسوچ سے کام لیں یا کسی صاحب الرائے (اور صائب الرائے ) کی راہنمائی حاصل کریں اور جب اس مرحلہ کو پورا کرلیں اور پڑھنا شروع کردیں تو اب ہم کو اسے چھوڑنا نہ چاہیے اور مشکلات اور تھکن کی پروا کیے بغیر اس کے مطالعے میں مصروف رہنا چاہیے؛حتی کہ ہم اس کو ختم کرلیں۔

ایک صفحہ سے اس وقت تک دوسرے صفحہ کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے،جب تک پہلے صفحہ کے مضمون کو دل نشیں نہ کرلیں اور ہماری عقل اس کو ہضم کرکے اپنی مِلک نہ بنالے اور کتابوں میں بھی سب سے بہتر اخلاقی کتابوں کا مطالعہ ہے جو ایمان کو قوی اور کردار کو صحیح ومستحکم بناتی ہیں۔(أهمية الوقت :١٦٦)

## مطالعۂ کتاب میں بھی راہنمائی کی ضرورت:

طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ کتب کے مطالعہ میں بھی اپنے بڑوں سے مشورہ اور راہنمائی حاصل کریں۔

حکیم الامت حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

یہ نہیں ہونا چاہیے کہ آج اس کی کتاب دیکھ لی،کل اس کی دیکھ لی،اس سے بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے،جس طرح دنیوی معاملات میں مصلحت کے لیے تعین کیا جاتا ہے اسی طرح

دینی معاملات میں ہونا چاہیے (جس شخص کو معین کیا ہے) پہلے اس شخص کو (وہ کتاب) دکھادو اگروہ اجازت دے تو دیکھو ورنہ مت دیکھو۔(حقوق الزوجین: ۳۲۰)

## مطالعۂ کتب دودھاری تلوار کی طرح خطرناک ہے:

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مطالعہ کے لیے اساتذہ سے خاص طور پر مربی الاصلاح سے اوران اساتذہ سے جن کا آپ سے رابطہ ہے، ان سے مشورہ کیجیے۔مطالعہ اتنا آسان نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے بغیر کسی ترتیب سے پڑھنا شروع کردے، یہ دودھاری تلوار ہے اس میں بہت سبک رفتاری اور بہت احتیاط سے چلنے کی ضرورت ہے اس کے لیے اپنے اساتذہ سے مشورہ کیجیے۔

(پاجا سراغِ زندگی: ۹۰)

## مطالعہ کے لیے کس کتاب کا انتخاب کیا جائے؟

حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب (نانوتوی ؒ) سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (محدث دہلویؒ) کا مقولہ سنا تھا ،فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی کتاب کے مطالعہ کا ارادہ کرو تو پہلے اس کا نام دیکھو اگر نام ہی اصل مضمون کے مناسب نہ ہو تو اس کو چھوڑ دو، پھر تمہید کو دیکھو اگر وہ کتاب کے مضمون کے مناسب نہیں ہے تو چھوڑ دو اس کے مطالعہ میں وقت ضائع نہ کرو، جب نام اور تمہید میں مناسبت دیکھ لو تب آگے پڑھو۔(مجالس حکیم الأمت: ۱۵۰)

## ہر کتاب مطالعہ کی نہیں ہوتی:

آج کل (لوگ) کثرت سے یہ غلطی کرتے ہیں کہ جو کتاب دین کے نام سے دیکھی

یا سنی خواہ اس کا مضمون حق ہو یا باطل، خواہ اس کا مصنف ہندو ہو یا عیسائی، دہری ہو یا مسلمان پھر مسلمان بھی گو صاحبِ بدعت ہی ہو۔

غرض کچھ تفتیش (اور تحقیق) نہیں (کرتے) اور اس کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں اسی کے ذیل میں وہ مضامین بھی آ گئے جو کسی مسئلہ سے متعلق اخبارات ورسائل میں چھپتے رہتے ہیں اس میں چند مضرتیں ہیں۔ (اصلاح انقلاب اُمت: ۲۸)

## بغیر تحقیق کیے مطالعہ کے نقصانات:

بعض اوقات کم علمی کی وجہ سے یہ ہی امتیاز نہیں ہوتا کہ اس (کتاب) میں کون سا مضمون صحیح ہے اور کون سا غلط ہے۔ جس کی بنا پر کئی طرح کے نقصانات سامنے آ جاتے ہیں۔

(۱) کسی غلط بات کو صحیح سمجھ کر عقیدہ یا عمل میں خرابی کر بیٹھتے ہیں۔

(۲) بعض اوقات پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر غلط ہے مگر مصنفین کا طرزِ بیان ایسا تلبیس آمیز، دل آویز ہوتا ہے کہ دیکھنے والا فی الفور اس سے متأثر ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنے پہلے اعتقاد کو ضعیف اور بے وقعت خیال کر کے اُس کو غلط اور اِس کو صحیح سمجھنے لگتا ہے۔

(۳) بعض دفعہ دل اس کو قبول نہیں کرتا، مگر تذبذب میں پڑ جاتا ہے۔

(۴) کبھی دوسرے سے تحقیق کرنا چاہتا ہے مگر چوں کہ اس میں کچھ غموض ہوتا ہے جس کے ادراک (یعنی سمجھنے) کے لیے اس کا علم اور ذہن کافی نہیں ہوتا اس لیے سمجھ میں نہیں آتا اور لا یعنی سوال کر کے دوسروں کو پریشان کرتا ہے اور جواب دینے والوں کو عاجز سمجھ کر ان کے علم یا اخلاق میں تنگی کا حکم لگا کر ان سے بدگمان ہو جاتا ہے۔ (اصلاح انقلاب اُمت: ۲۸)

## کتاب پر بے کار اور لایعنی باتیں نہ لکھیں:

کتاب کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر بے کار اور لایعنی باتیں نہ لکھے، اکثر مدارس کے طلباء کی عادت ہوگئی ہے کہ کتابوں پر لایعنی اور فضول باتیں حتی کہ فحش اشعار تک خوب لکھتے ہیں جس کے سبب علم کی برکت سے محروم ہوتے ہیں۔(طلباء کے لیے قیمتی نصائح:۲۰۳)

اور یہ معاملہ صرف اپنی کتابوں کے ساتھ ہی نہیں ہے، بلکہ مدرسہ سے مستعار لی ہوئی کتابوں پر بھی یہ زیادتی خوب دیکھنے کو ملتی ہے۔جبکہ وہ مدرسہ سے لی ہوئی کتابیں ہماری پاس بطورِ عاریت وامانت ہے،اور عاریت وامانت میں خیانت وکمی زیادتی منافقانہ حرکت ،عندالشریعت مذموم وعنداللہ مبغوض عمل ہے۔ **اللھم احفظنا.**

درسگاہ کے اندر موجود کتابوں کا بھی بہت ادب کریں،بعض طالب علم زمین پر کتاب بچھا کر رکھ دیتے ہیں یا کپڑا اچھالیتے ہیں جو زمین ہی کے حکم میں ہے اور اس پر حدیث (وتفسیر) یا فقہ کی کتاب رکھ کر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، یہ بات کتاب کے ادب کے خلاف ہے،ہم غور کریں کی نبیٔ اکرم ﷺ (اور آپ کی وراثتِ علمی) کی ہماری نگاہوں میں کیا قدر و قیمت ہے؟

اسی طرح نبیٔ اکرم ﷺ کی جو احادیث یا ان کی باتیں ہمارے سامنے موجود ہیں ،ان کا بھی ادب واحترام ہے،حدیث (وتفسیر) یا فقہ کی کتاب کو کسی اونچی جگہ رکھ کر پڑھنا چاہیے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ان کتابوں کی طرف پاؤں پھیلا کر بھی ہم بیٹھنے سے احتراز کریں کہ یہ بھی کتابوں کے ادب کے خلاف ہے۔(طلباء کے لیے تربیتی واقعات:٦٥)

## کتاب پر کوئی مستعمل چیز نہ رکھیں:

طالبِ علم کو چاہیے کبھی کسی کتاب پر کوئی مستعمل چیز نہ رکھے۔

علامہ برہان الاسلام زرنوجی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے استاذ شیخ الاسلام برہان الدین (صاحبِ ہدایہ) اپنے بعض مشائخ کے حوالے سے بیان فرماتے تھے کہ ایک فقیہ کتاب پر دوات رکھنے کے عادی تھے، ان کے استاذ نے دیکھ کر (فارسی زبان میں) فرمایا: برنیابی، تم اپنے علم سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ (تعلیم المتعلم طریق التعلم: ۲۲)

بدقسمتی سے کتابوں کے اس اہم ادب کی بجا آوری میں بھی بڑی کوتاہی کے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں، طلباء کو کیا کہیے خود بڑے بڑے مصلح اساتذہ اس کے مرتکب ہیں، آج کل تو موبائل کے فتنہ میں ہر خاص وعوام مبتلا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ بہت سے اساتذہ وطالبین علوم نبوت موبائل ہی رکھ لیتے ہیں، سو اس سے احتراز کیا جائے؛ لہٰذا اگر ضرورت محسوس بھی ہو جیسے ہوا کی وجہ سے ورق اُڑتے ہوں، تو ایسی اضطراری حالت میں کوئی ہلکی پھلکی سی خارجی چیز رکھ لی جائے۔

## کتابوں کا ادب اور امام العصر حضرت علامہ کشمیریؒ:

ایک مرتبہ فقیہ الہند ابوحنیفہ ثانی حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے درس کے دوران طلباء سے پوچھا: بتاؤ! حضرت علامہ کشمیریؒ اتنے بڑے عالم کیسے بنے؟

طلباء نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق جواب دیا۔

جس طالبِ علم کو تفسیر سے شغف تھا اس نے کہا: حضرت کشمیریؒ بڑے مفسر تھے، جس طالبِ علم کو حدیث سے مناسبت زیادہ تھی اس نے کہا: حضرت کشمیریؒ بڑے پایہ کے محدث تھے، جس طالبِ علم کو اشعار سے سے لگاؤ تھا۔ اس نے کہا: حضرت کشمیریؒ بڑے اونچے

درجے کے شاعر تھے۔

حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ خاموش رہے۔

طلباء نے عرض کیا: حضرت! آپ ہی اس سوال کا جواب عنایت فرمادیں۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا: ایک مرتبہ ہم نے حضرت کشمیریؒ سے پوچھا کہ آپ حضرت کشمیری کیسے بنے؟

تو حضرت امام العصر علامہ کشمیریؒ نے جواب دیا:

میں کتابوں کے ادب کی وجہ سے حضرت کشمیری بنا۔

طلباء نے عرض کیا: حضرت! کتابوں کا ادب تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔

فرمایا: جتنا ادب میں کرتا ہوں اتنا ادب شاید نہ کرتے ہوں۔ میں نے بغیر وضو کبھی دینی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، مطالعہ کے دوران کتاب کو اپنے تابع کرنے کے بجائے اپنے آپ کو کتاب کے تابع کیا، مثلاً بخاری شریف کا مطالعہ کر رہا ہوں اور حاشیہ کی عبارت پڑھنی ہو تو میں کتاب کو اپنی جگہ رہنے دیتا ہوں اور خود اپنی جگہ بدل بدل کر چاروں طرف سے حاشیہ پڑھ لیتا ہوں، میں نے چار پائی پر بیٹھے ہوئے بھی کبھی کتاب کو پاؤں کی جانب نہیں رکھا، ہمیشہ سرہانے کی طرف رکھا ہے۔ آخر میں فرمایا: کتابوں کے ادب نے مجھے انور شاہ کشمیری بنادیا۔ (اسلاف کی مثالی زندگی: ۱۳۰)

## میں نے عمر بھر بغیر تپائی کے کتاب نہیں رکھی:

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا: میں ۱۳۸۱ھ کو جب مدینہ منورہ میں حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دورانِ

گفتگو ارشاد فرمایا: دیوبند میں ایک مرتبہ میں لیٹے ہوئے کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ میرے (مولانا بدر عالم صاحبؒ کے) کمرہ کے سامنے سے گزرے ، مجھے دیکھ کر نہایت غصہ کا اظہار کیا اور ناراض ہوئے ،بس صرف اتنا فرمایا: میں نے عمر بھر بغیر تپائی کے کتاب نہیں رکھی ۔(طلباء کے لیے تربیتی واقعات :٦٨۔٦٩)

## کتاب کی عظمت واحترام علامہ زرنوجیؒ کی زبانی:

''علم ہی کی تعظیم میں کتاب کی تعظیم بھی ہے،اس لیے طالبِ علم کے لیے مناسب ہے کہ بلاوضو کتاب کو ہاتھ نہ لگائے۔

شیخ الاسلام شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:
میں نے یہ علم ،تعظیم کے ذریعہ ہی حاصل کیا ہے؛ کیونکہ میں نے بلاوضو کبھی کسی کاغذ کو ہاتھ نہیں لگایا۔

شیخ الاسلام شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ دردِ شکم (پیٹ کے درد) کے مریض تھے،رات میں تکرار کہلاتے ،اس رات انہوں نے سترہ (١٧) دفعہ وضو کیا؛ کیونکہ وہ بلاوضو تکرار نہیں کہلاتے تھے،ایسا اس لیے ہے کہ علم ایک نور ہے اور وضو بھی نور ہے وضو سے علم کے نور میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

لازمی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ کتاب کی طرف پیر نہ پھیلائے،تفسیر کی کتابوں کو تمام کتابوں کے اوپر رکھے، کتاب پر دوات وغیرہ کوئی دوسری چیز نہ رکھے۔

ہمارے استاذ شیخ الاسلام برہان الدین (صاحبِ ہدایہ) اپنے بعض مشائخ کے حوالے سے بیان فرماتے تھے کہ کسی فقیہ نے کتاب پر دوات رکھ دی تھی ،ان کے استاذ نے دیکھ

کر (فارسی زبان میں) فرمایا: برنیابی، تم اپنے علم سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

ہمارے جلیل القدر اُستاذ قاضی امام فخر الدین جو قاضی خاں سے مشہور و معروف ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس عمل سے (یعنی کتاب پر کوئی چیز رکھنے سے) حقارت کا ارادہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن بہتر اس سے احتیاط کرنا ہی ہے"۔ (تعليم المتعلم طريق التعلم: ۲۲-۲۳)

آج کل علم دین کے حصول میں اتنی محنت کے باوجود بھی نتیجہ صفر کیوں؟ وجوہات بہت سی ہیں؛ من جملہ ان میں سے دینی کتب کی عموماً، زیرِ مطالعہ اور درسی کتب کی خصوصاً بے ادبی اور بے حرمتی ہے، حالانکہ ان کتابوں کو بلا وضو چھونا بھی نہیں چاہیے، بغیر وضو پڑھنا تو در کنار، کتابوں کی طرف پیر پھیلانا اور اوپر سے پھینکنا اور زور سے بند کرنا وغیرہ وغیرہ بڑی بے ادبی ہے، اسی طرح تفسیر کی کتابوں کو سب سے اوپر رکھنا چاہیے یہ نہیں کہ تفسیر کی کتابوں پر منطق، فلسفے یا ناول کی کتابیں رکھی جائیں، نہ ہی ان پر دوات، قلم، چابی اور ماچس وغیرہ رکھنا مناسب ہے، یہ الگ سی بات ہے کہ اس سے حقارت مقصود نہ ہو تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن ادب واحترام کے خلاف ضرور ہے۔

## کتاب پڑھنے کی ترغیب:

آج کل تحصیل علم میں آسانی کے جملہ اسباب ووسائل مہیا ہو جانے کے باوجود بھی کتاب کے تکرار و مطالعہ اور حقیقی ذوق وشوق سے محرومی، علم اور اسبابِ علم کی ناقدری ہر جگہ عام ہے۔

حضرت مولانا محمد صفوان بن آدام زید مجدہ لکھتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت حاجی شکیل احمد صاحب مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس کتابیں تقسیم کے لیے آتی ہیں، لوگ انہیں لے تو جاتے ہیں؛ لیکن پڑھتے نہیں، جبکہ میں پڑھنے کی شرط لگا کر دیتا ہوں کہ پڑھ

سکو تو لے جاؤ ورنہ نہیں ؛ کیونکہ جو اپنے پیسے لگا کر بھیجتا ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ لوگ پڑھیں ،تا کہ اسے نفع ہو؛ لیکن لوگ شوق اور جذبہ میں لے تو جاتے ہیں، مگر پڑھتے نہیں ہیں ۔ اب تک تقریباً کئی لاکھ روپے کی ''اَورادِ مؤمن'' تقسیم ہوگئی ہے ؛ لیکن اب بھی ایسا ہوتا ہے کہ جب کبھی میں اس کتاب کی کوئی دعا بتلاتا ہوں تو بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ شکیل بھائی! یہ دعا کہاں لکھی ہوئی ہے؟ جب ان سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے پاس ''اَورادِ مؤمن'' نہیں ہے ؟ تو کہتے ہیں کہ جی موجود ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ یہ دعا تو اسی میں لکھی ہوئی ہے آپ نے پڑھی نہیں؟ تو مسکرا کر رہ جاتے ہیں۔

دوستو! اصل بات یہ ہے کہ جس چیز پر آدمی کا پیسہ لگتا ہے اسے اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور جو چیز مفت میں حاصل ہو جاتی ہے اس کی قدر نہیں ہوتی، کتابیں چونکہ مفت میں ملتی ہیں اس لیے پڑھتے نہیں ہیں اگر اس پر پیسہ لگتا تو ضرور پڑھتے۔

(اسلاف کی مثالی زندگی :۱۳۱)

کسی نے ایک شخص کو جنگل میں دیکھا کہ بیٹھا رو رہا ہے اس کے پاس اس کا کتا بھی ہے اور ساتھ میں ایک تھیلا بھی رکھا ہوا ہے۔ اس سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟

کہنے لگا کہ میرا کتّا بھوک سے مر رہا ہے اس لیے رو رہا ہوں۔

اس نے پوچھا تمہارے اس تھیلے میں کیا ہے؟

کہنے لگا: روٹی ہے۔

اس نے کہا: تم بھی عجیب آدمی ہو جب روٹی تمہارے پاس ہے اور کتا بھوک سے مر رہا ہے تو اسے کھلاتے کیوں نہیں؟ کہنے لگا کہ روٹی میں پیسے لگے ہیں اور آنسو مفت کے ہیں

،اس لیے بیمار رہا ہوں، یہی حال ہمارا بھی ہے کہ مفت کی چیز کی اہمیت نہیں سمجھتے۔

(درآبدار لضیافة الابرار: ۱/ ۲۷۳۔۲۷۴)

فی الحال اُمت کے عوام وخواص کا ایک بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ کتاب خوانی یعنی مطالعہ اور کتب بینی کا ذوق بالکل ناپید سا ہوا جارہا ہے، ناخواندہ طبقہ سے کیا گلہ شکوہ کیا جائے ،خواندہ حضرات بھی لایعنی کاموں میں اپنا وقت صرف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے جدید فارغین علماء وطلباء حضرات کی کارگزاری یہ ہے کہ اگر ان سے روزمرہ کے معمولات سے متعلق کوئی عام فہم سا مسئلہ بھی دریافت کرلیا جائے تو دارالافتاء میں جانے کی ہدایت فرما کر ٹال دیتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مستند ومحقق بالکل صحیح غیر معمول بہا یا عملی اعتبار سے مردہ شدہ مسئلہ یا حدیث وسنت ان کے سامنے آتی ہے، تو کتابوں کے مطالعہ سے عدم دلچسپی کا نظارہ کہ بلاتحقیق وتفتیش یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ نئے نئے مولوی اور نئے نئے مسئلے، اور یہ تو کوئی نئی بات معلوم ہوتی ہے، ہمیں تو اپنے پرانے اکابر وبزرگوں کے معمولات پر رہنا چاہیے، جبکہ بحیثیتِ عالم ومفتی اتنی تو ذمہ داری بنتی ہی ہوگی کہ جس کتاب کے حوالے سے وہ مسئلہ یا حدیث وسنت بیان کی جارہی ہے، اس کو اس کتاب میں دیکھ لیا جائے ، بلاتحقیق ایک عالم یا طالبِ علم کی زبانی ایسے جاہلانہ جملے یقیناً قربِ قیامت کی علامتوں میں سے ایک اہم علامت ہے۔ اور یہ سب کچھ کتاب اور اس کے مطالعہ سے دوری کے مظاہر ہیں۔

ایسے لوگوں کے لیے بڑا لمحہ فکریہ ہے کہ آقائے دوجہاں نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص (یعنی جان کار عالم ومفتی) سے کوئی دین کی بات یا مسئلہ پوچھا گیا، اور اس نے

اس کو چھپایا (تحقیق کرکے اس کو اُمت کے سامنے بیان نہیں کیا) تو ایسے (عالم ومفتی) شخص کو قیامت کے دن جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔(مسند الامام أحمد:۲/۲۶۳،صحیح ابن حبان:۹۵،المعجم الاوسط:۲۳۱۱،سنن أبي داوٗد:۳۶۵۸،سنن ابن ماجه:۲۶۶، کتاب العلم:۲۵۶)**اللهم احفظنا.**

## کاپی یا کتاب کی کتابت عمدہ اور صاف ستھری کرے:

تحریر وکتابت کی صفائی وستھرائی اور عمدگی بھی طلباء وعلماء کے لیے ایک عظیم الشان نعمت ہے، قدیم زمانہ کے علماء کی خوشخطی، زودنویسی ضرب المثل ہے، لیکن آج ہمارے مدارسِ عربیہ کے اکثر طلباء اور جدید فضلاء کی اگر تحریر وکتابت دیکھی جائے تو شرمندگی ہوتی ہے، عزیز طلباء کو چاہیے کہ اپنی تحریر وکتابت کی درستگی وعمدگی پر بھی خاص توجہ مرکوز رکھیں۔

شیخ الزمان علامہ زرنوجی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ”علم کی ضروری تعظیم میں سے ایک جزو یہ بھی ہے کہ کتاب (یا کاپی) کی عمدہ کتابت کرے، باریک اور ملا کر کے نہ لکھے، حاشیہ چھوڑے، مگر یہ کہ ضرورت ہو۔

امام الائمہ والامہ حضرت اقدس امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے ایک کاتب کو دیکھا جو نہایت باریک اور ملا ملا کر لکھ رہا تھا، آپ نے فرمایا: اپنی تحریر خراب مت کرو! اگر زندہ رہے تو پشیمان ہوں گے، انتقال کر گئے (تو دوسرے لوگوں کی طرف سے) گالی گلوچ (اور بدعنوانیاں) ملے گی، یعنی جب تم بوڑھے ہو جاؤ گے، بینائی کمزور ہو جائے گی تو اس پر افسوس کرو گے“۔(تعلیم المتعلم طریق التعلم:.....)

اب زمانہ ترقی کر گیا، پریس یا پرنٹنگ مشینوں کی کثرت ہے، کتابوں کی طباعت کوئی

مشکل نہیں، لیکن ایک وہ زمانہ تھا جب بڑی بڑی کتابیں بھی ہاتھوں سے نقل کی جاتی تھیں، علامہ زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ عزیز طلباء کو نصیحت فرمارہے ہیں کہ جب آپ لکھیں، کوئی چیز تحریر کریں، علم یا مسئلہ کی کسی بات کی کتابت کریں تو تحریر صاف وسلیس اور عمدہ ہو، بہت باریک ملاملا کر نہ لکھے، جلدی میں چھوٹی تحریر گھسی پسی، قریب قریب لکھے گا تو بعد میں دشواری پیش آئے گی، طبیعت پڑھنے کو آمادہ نہ ہوگی۔ اس طرح حاشیہ بھی چھوڑنا چاہیے؛ تاکہ بوقتِ ضرورت کچھ لکھنا ہو تو لکھ سکے، باریک لکھنے کی کوئی مجبوری ہو تو الگ بات ہے، مثلاً: کاغذ کم ہے یا سارا مضمون ایک ہی صفحہ پر لانا مقصود ہو تو کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ جب وہ بوڑھا ہوجائے گا، بینائی کمزور پڑ جائے گی، خود کو اپنی تحریر پڑھنا دشوار ہوجائے گا، محنت رائیگاں ہوگی، تو شدید افسوس ہوگا اور اگر مرگیا اور دوسرے لوگ فائدہ اُٹھانا چاہیں گے، جب دوسروں کو دقت آئے گی تو گالی گلوچ کریں گے، برا بھلا کہیں گے۔ (تحفة المتعلم:٦٦۔٦٧)

علامہ زرنوجی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شیخ امام مجد الدین صرحکی (یا سرحکیؒ) سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو ہم نے باریک اور ملاملا کر لکھا ہے، اس پر ہمیں پشیمانی ہوتی ہے اور جس کا ہم نے انتخاب کیا ہے اس پر کفِ افسوس ملتے ہیں، اور جس کو ہم نے (استاذ کی کتاب سے) ملا نہیں لیا اس پر شرمندہ ہیں، مناسب ہے کہ کتاب (یا کاپی) کا سائز چوکور ہو، گول نہ ہو؛ کیونکہ ایسا ہی امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی کتاب کا سائز تھا، اس قد وقامت سے اُٹھانے، رکھنے اور مطالعے میں آسانی ہوتی ہے۔ (تعليم المتعلم:........)

شیخ مجد الدین صرحکی علیہ الرحمہ کے بیان وفرمان کا ماحصل یہی ہے کہ تحریر وکتابت خوب سلیس اور واضح ہو، شیخ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے جلدی جلدی میں غیر واضح لکھا، آج ہم

خود نہیں پڑھ پاتے ہیں، اس پر کفِ افسوس مل رہے ہیں۔

بعض بزرگ باریک خط دیکھ کر فرماتے:

**هٰذَا خَطُّ مَنْ لایوقن بالخلف مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی.** (تذکرۃ السامع والمتکلم:١١٦)

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ تحریر وکتابت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ قلم اتنا سخت نہ ہو جو سرعت روانی سے مانع ہو اور نہ اتنا نرم ہو کہ سیاہی جلدی خشک ہو جائے۔

(درس وتدریس کے آداب:١١٦)

## کتاب وتحریر میں کس رنگ کی روشنائی استعمال کی جائے:

شیخ الاسلام علامہ برہان الدین زرنوجی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ (عالم وطالب کو) یہ بھی زیب نہیں دیتا کہ کتاب میں کچھ سرخ رنگ وغیرہ ہو، کیونکہ یہ فلسفیوں کا طریقۂ کار ہے، اسلاف کا طریقہ نہیں ہے، ہمارے بعض مشائخ نے سرخ روشنائی کو ناپسند فرمایا ہے۔(تعلیم المتعلم:....)

کتابوں میں رنگ برنگ کی روشنائی استعمال کرنا بھی ناپسندیدہ ہے، سرخ روشنائی سے نہ لکھے؛ کیونکہ یہ فلسفیوں کا ناپسندیدہ عمل ہے، اسلاف کا طریقۂ کار نہیں رہا ہے۔

## ضرورت کی کتاب کو خریدنا:

علامہ بدر الدین ابراہیم ابن سعد اللہ ابن جماعہ الکنانی علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تذکرۃ السامع والمتکلم فی أدب العالم والمتعلم" کے "چوتھے باب" میں لکھتے ہیں:

طالبِ علم کے لیے اگر گنجائش ہو سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ ضرورت کی کتاب کو خریدے ورنہ کرایہ پر حاصل کرے یا عاریۃً کسی سے مانگ لے، اس لیے کہ کتاب آلۂ تحصیل ہے۔ ہاں یہ خیال رہے کہ کثرتِ کتب اور جمع کتب پر ہی اکتفا نہ کرے، جیسا کہ اکثر فقہاء ومحدث ہونے

کے دعویدار کیا کرتے ہیں؛ بلکہ کتابوں کو یاد کرے اور بار بار پڑھتا رہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

**اِذَالَمْ تکُنْ حَافِظًا وَاعِیًا ۔۔۔ فَجَمْعُکَ لِلْکُتُبِ لَایَنْفَعُ**

”اگر کتابوں کو محفوظ (یاد) کرنے والا نہ ہو، تو محض کتابوں کو جمع کرنے سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا“۔

اگر کتاب خریدنے کی طاقت ہو، تو (کسی کتاب کو سامنے رکھ کر اس کی) نقل کرنے میں مشغول نہ ہو۔ (کیونکہ ایسا کرنے میں خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا)

نقلِ کتب میں مشغول نہیں ہونا چاہیے، ہاں اگر کتاب خریدنے کی گنجائش نہ ہو تو علیحدہ بات ہے، نقل کتاب میں یہ خیال رہے کہ خط کی تحسین کے بجائے تصحیح پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

کتاب خریدنے کی گنجائش ہوتے ہوئے یا کرایہ پر لینے کی صلاحیت ہوتے ہوئے کسی سے مانگ کر کتاب لینا اچھا نہیں ہے۔(تذکرۃ السامع والمتکلم: ۱۱۱۔۱۱۲)

آج کل کے نئے فضلاء وعلماء اور طلباء میں ایک بدذوقی یہ چل پڑی ہے کہ کتب بینی (مطالعہ) سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کی خریداری کا کوئی اہتمام نہیں ہے، حالانکہ کتابیں ہر عالم وطالب کے لیے زادِ راہ، متاعِ عزیز اور قیمتی سرمایہ ہے، بس مدارس کی طرف سے جو درسی یا انجمنوں کی لائبریریوں سے جو خارجی کتابیں مل جاتی ہیں، اسی پر قناعت کیے ہوئے رہتے ہیں، اور اگر کسی کو کتابوں سے کوئی دلچسپی ہوئی بھی ہے تو وہ صرف ذخیرۂ کتب جمع کرنے تک محدود ہے، مطالعہ، تکرار اور کتب بینی کا اُس کے پاس بھی وقت یا موقع نہیں ہے۔فالی اللّٰہ المشتکی.

## بوقتِ ضرورت عاریت لی ہوئی کتاب کے آداب:

علامہ بدر الدین کنانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ضرورت کے وقت بطورِ عاریت کسی سے کتاب لینا؛ بشرطیکہ جانبین کو نقصان نہ ہو رہا ہو تو اچھا ہے۔ بعض علماء نے اس کو مکروہ بھی قرار دیا ہے؛ لیکن پہلا قول درست ہے۔ اس لیے کہ اس میں اعانت علی العلم بھی ہے، اور کسی کو ضرورت کے وقت عاریۃً کوئی چیز دینا افضل بھی ہے۔

ایک شخص نے شیخ ابو عتاہیہ علیہ الرحمہ سے کہا، آپ اپنی کتاب بطورِ عاریت مجھے دیجیے۔

انہوں نے کہا! میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔

تو اس شخص نے کہا! آپ کو پتہ نہیں، (مخالفتِ نفس) یعنی اپنی پسند کے خلاف کرنے سے ہی شرف و فضل حاصل ہوتا ہے۔

تو شیخ ابو عتاہیہ علیہ الرحمہ نے یہ جواب سن کر کتاب دے دی۔ (تذکرة السامع والمتکلم: ۱۵۴)

حضرت اقدس امام شافعی علیہ الرحمہ نے رئیس الفقہاء حضرت امام محمد ابن الحسن شیبانی علیہ الرحمہ کو لکھا:

**یاذالذی لم ترَ عین مَن رآه مثله　　العلم یأبی أهله أن یمنعوه أهله**

(مختصر کتاب العلم لابن عبد البر: ۴۹، تذکرة السامع: ۱۵۴)

مستعیر (کرایہ پر لینے والے) کے لیے لازم ہے کہ وہ معیر (کرائے پر دینے والے) کا شکریہ ادا کرے اور بہترین بدلہ دینے کی کوشش کرے، بلاضرورت کتاب اپنے پاس زیادہ دیر (یا زیادہ دن) نہ رکھے؛ بلکہ جب بھی ضرورت پوری ہو جائے فوراً واپس کردے اور مالک جب بھی کتاب طلب کرے تو فوراً واپس کردے اور صاحبِ کتاب کی اجازت کے بغیر اس میں اصلاح

بھی نہ کرے، نہ ہی اس پر کوئی حاشیہ چڑھائے، اور نہ ہی کتاب کے شروع اور آخری خالی صفحات پر کچھ لکھے، ہاں اگر صاحبِ کتاب کی طرف سے اجازت ہو تو جائز ہے، بلا اجازتِ مالک کسی اور کو بطورِ عاریت نہ دے، نہ کسی کے پاس امانت رکھے۔

اگر صاحبِ کتاب کی طرف سے اس سے کچھ مواد نقل کرنے کی اجازت نہ ہو تو نقل کرنا امانت میں خیانت ہے، ہاں اگر ہر خاص و عام کے لیے وقف ہو تو نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کتاب کے بیچ میں کوئی ورق یا کوئی چیز یا سیاہی وغیرہ جیسی چیز نہ رکھے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

أَيُّهَا الْمُسْتَعِيرُ مِنِّيْ كِتَابًا　　　اِرْضِ لِيْ فِيْ مَالِنَفْسِكَ تَرْضٰى

"اے مجھ سے کتاب عاریت پر لینے والے! اس کے ساتھ وہی معاملہ کر جو تو اپنی ذات کے ساتھ کرتا ہے"۔ (تذکرة السامع:١٥٦، درس و تدریس کے آداب:١١٢)

## کتاب سے نقل کرنے اور اس پر کچھ لکھنے کے متعلق آداب:

علامہ ابراہیم بن سعد اللہ علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

کتاب سے کچھ لکھتے وقت یا مطالعے کے وقت کتاب کھول کر زمین پر نہیں رکھنا چاہیے ؛ بلکہ دو کتابوں یا دو چیزوں کے درمیان میں ایسے رکھنی چاہیے کہ اس کی جلد خراب نہ ہو، اگر نیچے رکھنا ہو تو اس کے نیچے کوئی تختہ یا اور کوئی چیز ہونی چاہیے، خالی زمین پر نہیں رکھنا چاہیے ، عام حفاظت کے لیے ایسی جگہ رکھنا چاہیے کہ جس سے کتاب خراب ہونے یا کیڑے (دیمک) لگنے کا خطرہ نہ ہو، خالی دیوار کے ساتھ بلا خلا بھی نہ رکھی جائے۔

کتاب رکھنے میں بھی ادب واحترام ملحوظ نظر رہے، علوم کے شرف وفضیلت کے اعتبار سے اوپر نیچے رکھے، سب سے زیادہ قابلِ احترام کتاب سے اوپر ہونی چاہیے، پھر اپنے اپنے درجے کے اعتبار سے مرتب رکھے؛ چنانچہ قرآن کریم تمام کتابوں کے اوپر ہونا چاہیے؛ بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایک بہترین غلاف میں رکھ کر سب سے اوپر ہو، پھر حدیث کی کتابیں، مثلاً صحیح البخاری، صحیح المسلم، پھر تفسیر کی کتابیں، پھر تفسیر حدیث، پھر اصول الدین کی کتابیں، پھر فقہ کی کتابیں، پھر نحو وصرف پھر ادب پھر عروض کی کتب۔

اگر ایک فن میں دو کتابیں ہوں، تو جس میں قرآن کی آیات زیادہ ہوں، وہ اوپر رکھی جائے گی، اگر اس میں بھی برابر ہوں تو مصنف کی جلالتِ شان کے اعتبار سے رکھی جائیں، اگر اس میں بھی برابر ہو تو تصنیف کے اعتبار سے جو مقدم ہوگی وہ مقدم ہوگی، بہتر ہے ہر کتاب کی پشت پر اس کا نام لکھ دے (اگر لکھا ہوا نہ ہو) تاکہ کتاب نکالتے وقت آسانی ہو۔ اور اگر کسی تختے پر کتاب رکھی ہو، تو ادب یہ ہے کہ شروع کا حصہ اوپر ہو۔ اور یہ بھی ملحوظ ِخاطر رہے۔ حجم کے لحاظ سے چھوٹی کتاب پر بڑی کتابیں نہ رکھی جائیں اس سے جلدیں خراب ہوتی ہیں۔ کتاب کو اوراق کی الماری نہ بنائے کہ کوئی بھی ورق ہو، کتاب کے اندر رکھ دے، یا اس پر ٹیک لگائے۔ نہ اس سے مکھی یا مچھر مارنے کا کام لے۔ کتاب کے ورق کو نشانی کے طور پر نہ موڑے، نہ ہی کوئی لکڑی وغیرہ درمیان میں رکھے۔ اگر ضروری نشانی رکھنی ہو تو کاغذ کا کوئی چھوٹا ٹکڑا رکھ دے۔ کام پورا ہونے پر اُٹھا دے۔ اور رقم یا اور کوئی چیز رکھنے کے لیے بطورِ بکس استعمال نہ ہونے پائے۔ (تذکرة السامع والمتکلم: ١٥٦-١٥٨)

## کوئی کتاب یا تحریر لکھنے کے آداب:

علومِ شرعیہ میں سے کچھ لکھنا ہو، تو بہتر ہے کہ باوضو ہو۔ قبلہ رُخ ہو، صاف پاکیزہ بدن وپاکیزہ لباس کے ساتھ ہو، ہر لکھائی اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے ہو، پھر اللہ تعالیٰ کی تحمید سے، اس کے معاً بعد سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر درود ہو۔ اس طرح کتاب کے اختتام پر یا ہر حصے کی تکمیل پر الحمد للہ لکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی لکھنے کے بعد تعظیمی الفاظ بھی لکھنا چاہیے، مثلاً اللہ جل جلالہ ، یا تعالیٰ، یا سبحانہ، یا عز اسمہ وغیرہ۔

اور نبیٔ اکرم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ درود شریف لکھے بھی اور زبان سے پڑھے بھی۔

حضراتِ اسلاف کرام علیہم الرحمہ کا طریقہ رہا ہے کہ آپ ﷺ کے نام گرامی کے ساتھ ﷺ لکھتے ، درود شریف لکھتے وقت مخفف الفاظ سے نہیں لکھنا چاہیے اگر چہ ایک ہی سطر میں کئی بار آجائے ، جیسا کہ بعض غیر محتاط مصنفین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ درود کی جگہ صلع ، یا صلم ، یا صلعم وغیرہ لکھتے ہیں، یہ آپ ﷺ کی شانِ گرامی کے شایانِ شان نہیں ؛ بلکہ درود شریف کے پورے الفاظ لکھ دیے جائیں۔

کسی صحابی کا نام نامی آجائے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ دے ، علیہ الصلوۃ والسلام غیر نبی کے لیے لکھنا بہتر نہیں ہے، ہاں البتہ نبی کے تابع میں لکھ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

اور کسی بزرگ کا نام آجائے تو رحمہ اللہ یا رحمۃ اللہ علیہ لکھ دے ، خصوصاً ائمۂ کرام کے اسماء گرامی کے ساتھ۔ (تذکرۃ السامع والمتکلم: ۱۵۹۔۱۶۲، درس وتدریس کے آداب: ۱۱۵۔۱۱۶)

# شوقِ مطالعہ کی بعض نادر مثالیں

سرورِ علم ہے، کیفِ شراب سے بہتر　　　کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

## بدن کے کپڑے فروخت کر کے کتاب خریدنا:

علامہ، محدث، ادیب الشیخ محمد راغب الطباخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "**اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشهداء**" میں حلب کے علامہ شیخ احمد الحجار رحمہ اللہ (ولادت: ۱۱۹۰ھ، وفات: ۱۲۷۸ھ) کے احوال میں آیا ہے کہ:

شیخ علامہ احمد بن قاسم الحجار علوی النسب تھے، حنفی فقیہ، اصولی، علم فرائض کے ماہر نحوی تھے، بہت بڑے حافظ تھے کہ انہوں نے کتاب "جمع الجوامع" بہت تھوڑے عرصے میں حفظ کر لی تھی، علم ونقل اور ریاضی کی مشکلات کو حل کرنے والے تھے، فلکیات اور طب میں بھی اچھی دسترس تھی، وہ اللہ کی نشانی تھے، کتابوں کو جمع کرنے اور کتابوں کے انتخاب کے دلدادہ تھے۔

شیخ بکری الکاتب نے ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ:

شیخ رحمہ اللہ کتابوں کو جمع کرنا پسند فرماتے، ان کے دونوں مکتبوں کی قیمت ان کے مرنے کے بعد چالیس ہزار تک پہنچی، جب کہ وہ نہایت کم قیمت پر فروخت کیے گئے تھے، کتابیں جمع کرنے کا ان کو اتنا شوق تھا اور محبت تھی کہ ہم نے سنا کہ: ایک مرتبہ انہوں نے دیکھا کہ ایک کتاب فروخت ہورہی ہے، اور ان کے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے، تو انہوں نے جو کپڑے پہنے تھے، ان میں سے کچھ فروخت کر کے اس قیمت پر اسی وقت کتاب خرید لی۔

## مکانات سات سات روپے پر فروخت کر کے کتابیں خرید لیتے تھے:

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے تایا حضرت مولانا احسن صاحب بڑی بڑی ضخیم کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کرتے ہر وقت کتابت اور نقل کا مشغلہ رہتا تھا، جب اس سے تھکتے، تو نوافل شروع کر دیتے تھے، کتابوں کے جمع کرنے کا اتنا شوق تھا کہ اپنے مکانات سات سات روپے پر فروخت کر کے کتابیں خرید لیتے تھے، جو قیمت بھی لگائی جاتی تھی، کتاب کے شوق میں اس کو فوراً قبول کر لیتے تھے۔

## چھ ماہ سے مسئلہ کی تحقیق کی وجہ سے چادر نہ دھو سکے:

علامہ احمد بابا التنکبتی مالکی کی کتاب "**نیل الابتهاج بتطريز الديباج**" میں علامہ فقیہ ابو محمد ابن عبدالعزیز القروی الفاسی المالکی رحمہ اللہ (وفات: ۷۵۰ھ) کی سوانح میں آیا ہے:

ابن الخطیب القسطنطینی نے "سفر نامہ" میں کہا ہے کہ: مجھ کو بعض فقہاء نے کہا کہ: میں عبدالعزیز کے پاس گیا، وہ چادر میں لپٹے ہوئے تھے اور فقہ کی کتاب ان کے سامنے پھیلی ہوئی تھی، پسینہ گر رہا تھا، ان کی چادر بہت زیادہ میلی تھی، میں نے ان کو کہا کہ: اپنے نفس پر رحم کرو اور اپنی چادر دھو لو۔ انہوں نے کہا کہ: میں چھ ماہ سے اس کے دھونے کا ارادہ کر رہا ہوں؛ لیکن ایک مسئلہ کی تحقیق اور انہماک کی وجہ سے میں اس کے دھونے کے لیے وقت نہ نکال سکا، میں نے تعجب کیا اور واپس چلا آیا۔

## امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ:

حضرت اقدس امام العصر آیۃ من آیات اللہ محدث العالم علامہ محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کی جامع المناقب والمحاسن شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے، علالت طول پکڑ گئی، فجر کے وقت یہ افواہ مشہور ہوئی کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔ دار العلوم

دیو بند کے اساتذہ یہ سن کر آپ کے مکان کی طرف لپکے، وہاں معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے؛ البتہ تکلیف کی شدت تھی، جو برقرار ہے۔ عیادت کے لیے یہ حضرات کمرے میں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ نماز کی چوکی پر بیٹھے سامنے تکیے پر رکھی ہوئی کتاب کے مطالعے میں مصروف ہیں اور اندھیرے کی وجہ سے کتاب کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ آنے والے حضرات نے یہ منظر دیکھا، تو حیران ہوئے کہ مرض کی یہ شدت اور مطالعہ میں یہ محنت!

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ نے ہمت کر کے عرض کی کہ: ''حضرت! یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اول تو وہ کون سی بحث رہ گئی ہے، جو حضرت کے مطالعہ میں نہ آچکی ہو اور اگر بالفرض کوئی بحث ایسی ہو، تو اس کی فوری ضرورت کیا پیش آگئی ہے کہ اسے چند روز مؤخر نہیں کیا جا سکتا، اور اگر بالفرض کوئی فوری ضرورت کا مسئلہ ہے، تو ہم خدام کہاں مر گئے ہیں، آپ کسی بھی شخص کو حکم فرما دیتے، وہ مسئلہ دیکھ کر عرض کر دیتا؛ لیکن اس اندھیرے میں ایسے وقت میں آپ جو محنت اٹھا رہے ہیں، وہ ہم خدام کے لیے ناقابلِ برداشت ہے''۔

حضرت شاہ صاحب کچھ دیر تو انتہائی معصومیت اور بے چارگی کے انداز میں مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ کی طرف دیکھتے رہے، پھر فرمایا: ''بھائی ٹھیک کہتے ہو؛ لیکن کتاب بھی تو ایک روگ ہے، اس روگ کا کیا کروں؟''۔

آپ دن رات مطالعے اور علمی مشاغل میں اس درجہ منہمک رہتے تھے کہ دنیا آپ کو چھو کر بھی نہ گزرتی تھی، دنیوی بکھیڑوں میں اُلجھنا آپ کی استطاعت سے باہر تھا۔

زمانۂ طالب علمی میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بستر پر لیٹ کر کبھی بھی نہیں سوتے تھے کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے جب نیند آتی تھی، بیٹھے بیٹھے سو لیتے تھے اور جب غنودگی ختم

ہوجاتی، تو پھر مطالعہ میں مشغول ہوجاتے۔

امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ نے ایک مرتبہ درس میں ارشاد فرمایا کہ:

''میں نے بخاری شریف کا مکمل مطالعہ بارہ (۱۲) دفعہ کیا ہے''۔

حدیث کے موضوع پر مطبوعات کے علاوہ نوادر بھی مطالعہ میں تھے، مطالعہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ فرماتے۔

چنانچہ حافظ ابن ہمام کی شرح ''فتح القدیر'' جو آٹھ جلدوں اور ہزاروں صفحات میں پھیلی ہوئی ہے، اس کا مطالعہ کل بیس (۲۰) روز میں فرمایا، اور چھبیس (۲۶) سال کے بعد آپ نے فرمایا کہ:

''ایک بار مطالعے کے بعد پھر مطالعے کی ضرورت پیش نہیں آئی''۔

اور اس بصیرت وغور وفکر کے ساتھ کہ اس کے طویل وضخیم مجموعۂ احادیث رسول ﷺ سے احناف کے دلائل منتخب کرتے چلے گئے، گویا کہ بے پناہ قوتِ حافظہ کے ساتھ سرعتِ مطالعہ کی خصوصیت بھی رکھتے تھے، اس طرح آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مطالعہ اور پھر علم کی اشاعت میں گزر گیا۔

حضرت شاہ صاحب کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ جس فن کی کتاب ہاتھ لگ جاتی، اس کا پورا مطالعہ کیے بغیر نہ چھوڑتے؛ اگرچہ آپ کا خصوصی ذوق ورجحان دینیات وعلمیات کی طرف تھا؛ لیکن مطالعے کے شغف اور انہماک کی وجہ سے ہر فن کی کتاب نظر سے گزرتی تھی، جیسے طبیعیات، الٰہیات، سلوک وتصوف، نجوم، جفر، قیافہ، علم ہندسہ، ریاضی، وغیرہ۔ کھوٹہ ضلع جموں میں ایک مرتبہ ایک عیسائی پادری سے گفتگو کے دوران ان کی مذہبی کتابوں کا جس سرعت کے ساتھ آپ نے حوالہ دیا، پادری اس پر حیران رہ گیا۔

## مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ:

مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمہ کو علم کا شوق ابتداء ہی سے تھا، وہ لڑکپن میں اپنے مطالعے کے ذوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لوگ لڑکپن کا زمانہ کھیل کود میں بسر کرتے ہیں، مگر بارہ (۱۲) برس کی عمر میں میرا حال یہ تھا کہ کتاب لے کر کسی گوشہ میں جا بیٹھتا اور کوشش کرتا کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہوں، کلکتہ میں آپ نے ڈلہوزی اسکوائر ضرور دیکھا ہوگا، اسے عام طور پر لال ڈگی کہا کرتے تھے، اس میں درختوں کا ایک جھنڈ تھا کہ باہر سے دیکھیے، تو درخت ہی درخت ہیں، اندر جائیے، تو اچھی خاصی جگہ ہے اور ایک بینچ بھی بچھی ہوئی ہے، معلوم نہیں، اب یہ جھنڈ ہے کہ نہیں، میں جب سیر کے لیے نکلتا، تو کتاب ساتھ لے جاتا اور اس جھنڈ کے اندر بیٹھ کر مطالعہ میں غرق ہو جاتا، والد صاحب مرحوم کے خادم خاص حافظ ولی اللہ مرحوم ساتھ ہوا کرتے تھے، وہ باہر ٹہلتے رہتے اور جھنجھلا جھنجھلا کر کہتے کہ: "اگر تجھے کتاب ہی پڑھنی تھی، تو گھر سے نکلا کیوں؟..." اکثر سہ پہر کے وقت کتاب لے کر نکل جاتا، اور شام تک اس کے اندر رہتا، اب وہ زمانہ یاد آ جاتا ہے، تو دل کا عجیب حال ہوتا ہے"۔

## شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ کا ہفتہ بھر دن رات مطالعہ:

حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

"امام العصر حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی ذریعے سے اس کی اطلاع پہنچائی گئی کہ اعزاز علی ایک ایک ہفتہ متواتر کتاب دیکھتا رہتا ہے اور اس عرصے میں رات اور دن آنکھ تک بند نہیں کرتا، مسلسل بیداری کی وجہ سے اس کی صحت روز بروز گرتی جاتی ہے، حضرت شاہ صاحبؒ

کو جو خصوصی تعلق میرے ساتھ تھا، اس اطلاع نے ان کو بے چین کردیا، وہ مضطربانہ عالم میں شب کو بارہ بجے، جب کہ کڑکڑاتی ہوئی سردی پڑ رہی تھی، میرے کمرے پر تشریف لائے، اس وقت میں مطالعہ کررہا تھا اور واقعتاً بیداری کی مدت ایک ہفتے سے زائد ہو رہی تھی۔

تند لب ولہجہ اور پوری ناگواری کے ساتھ فہمائش فرماتے ہوئے کتاب میرے ہاتھ سے لے کر رکھ دی، مولانا اس کے بعد فرماتے تھے کہ:

''شاہ صاحبؒ کے تشریف لے جانے کے بعد چند منٹ تو حضرت شاہ صاحبؒ کی اس فہمائش کا مجھ پر اثر رہا اور جب برداشت نہ ہوسکا، تو کتاب لے کر پھر مطالعہ میں مستغرق ہوگیا''۔(تذکرۂ اعزاز:۱۰۷، ۱۰۸)

# تکرار اور مذاکرہ کی اہمیت

طالب علم کو چاہیے کہ سبق غور سے سنے اور اس کے بعد اسی کا تکرار کرے، اس کے بغیر استعداد پیدا نہیں ہوسکتی اور نہ علم ہی باقی رہ سکتا ہے۔

امام زہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

مذاکرہ نہ کرنے سے نسیان ہوجاتا ہے اور علم ضائع ہوجاتا ہے۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

حدیث کا مذاکرہ کرو؛ کیونکہ علم مذاکرہ سے جوش مارتا ہے۔ اسماعیل رجاء کا دستور تھا کہ مکتب کے لڑکے ان کے پاس آکر حدیثیں سنایا کرتے تھے؛ تاکہ بھول نہ جائیں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھے حدیثیں سنایا کرتے تھے۔

عون ابن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ:

ایک دن ہم ام الدرداء کی خدمت میں پہنچے اور دیر تک علمی باتیں دریافت کرتے رہے، پھر ہم نے عرض کیا: شاید آپ اُکتا گئی ہوں، فرمانے لگیں: کیا کہتے ہو؟ ہر کام میں میری نیت عبادت کی ہوتی ہے، مگر علمی مذاکرہ سے زیادہ مجھے کسی کام میں لذت نہیں ملتی۔

اسماعیل رجاء رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ مکتب میں لڑکے ان کے پاس آکر حدیثیں سنایا کرتے تھے، تاکہ بھول نہ جائیں۔ (جامع البیان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

علم میں گفتگو کرتے رہا کرو؛ تا کہ تمہارے رتبے ظاہر ہوں۔(جامع بیان العلم)

**"تعلیم المتعلم"** میں ہے کہ طالب علم کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ جب تک گذشتہ سبق کا تکرار نہ کرلے اور اچھی طرح یاد نہ کرلے، ہرگز دوسرا سبق نہ پڑھے، اسباق کا تکرار طالب علم کے لیے بہت ضروری ہے، اور یہ عمل طلباء کے لیے حد سے زیادہ نافع ہے۔

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

گذشتہ اسباق کا تکرار بار بار کرتا رہے اور اس عمل کو جاری رکھے۔

ایک جگہ اس کا طریقہ تحریر فرمایا ہے کہ گذشتہ سبق کا تکرار پانچ مرتبہ، اس سے پہلے کا چار بار، اور اس سے پہلے کا تین بار، اور اس سے پہلے کا دو بار، اور چھٹے روز کا ایک مرتبہ، یہ روزانہ کا معمول ہونا چاہیے، یہ علوم محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

تکرار میں کوئی حجاب اور عار نہ ہونا چاہیے، جو طالب علم ایسا کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے حالات میں لکھا ہے کہ کئی کئی دن کا فاقہ ہوتا تھا؛ مگر سبق کا تکرار نہ چھوڑتے تھے اور محنت میں بھی ذرا فرق نہ آتا تھا۔ کچھ دور آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ شیخ برہان الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

میں اپنے تمام ساتھیوں میں اس وجہ سے فوقیت لے گیا کہ تکرار و مذاکرہ کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔(تعلیم المتعلم)

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کی بہت تاکید کرتے تھے۔(تدریب الراوی:۱۸)

عطاء خراسانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حال میں لکھا ہے کہ:

إذَا لَمْ يَجِدْ أَحَدًا اَتَى الْمَسَاكِيْنَ فَحَدَّثَهُمْ. ''جب کوئی نہ ملتا،تو مساکین وغرباء کے پاس جا کر ان کو دین کی باتیں سناتے''۔

امام اصمعی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ:

آپ نے یہ علوم کس طرح محفوظ رکھے؛ حالانکہ آپ کے ساتھی بھول گئے؟ فرمایا: میرے ساتھیوں نے حاصل کرنے کے بعد چھوڑ دیا اور میں برابر اس کا مذاکرہ کرتا رہا۔

میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ کا مشہور قصہ ہے کہ علامہ قطب الدین رازی علیہ الرحمہ کے پاس پڑھنے کے لیے اس وقت پہنچے، جب وہ پیر فرتوت ہو چکے تھے۔ علامہ نے بڑھاپے کا عذر کیا اور اپنے ایک شاگرد مبارک شاہ کے پاس بھیج دیا۔ یہ مبارک شاہ قطب الدین کے غلام تھے۔ بچپن سے انہوں نے مبارک شاہ کو پالا پوسا اور پڑھایا، یہاں تک کہ وہ مدرس ہو گئے اور ہر علم وفن میں فاضل و ماہر تھے۔

عام طور سے لوگ ان کو مبارک شاہ منطقی کے نام سے موسوم کرتے تھے، خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ مبارک شاہ نے میر صاحب کو اپنے حلقۂ درس میں صرف بیٹھنے اور سننے کی اجازت دی، پوچھنے اور قرأت کرنے کی اجازت نہ دی، ایک دن مبارک شاہ رات کو یہ دیکھنے کے لیے کہ طلباء کیا کر رہے ہیں؟ چپ چاپ نکلے۔ سید صاحب جس حجرہ میں رہتے تھے، وہاں سے آواز آ رہی تھی کہ کتاب کے مصنف نے تو یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے اور استاذ نے یوں بیان کیا ہے اور میں اس مسئلے کی تقریر یوں کرتا ہوں۔ مبارک شاہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر سننے لگے۔ میر سید صاحب کی تقریر کا انداز اتنا دلچسپ تھا کہ مبارک شاہ کو وجد آ گیا۔ (مفتاح السعادۃ: ۱/۲۴۷)

اس سے قبل کے دور میں اساتذہ اپنے شاگردوں کے تکرار پر بہت زور دیتے تھے۔ اسی

کا نتیجہ تھا کہ طلباء کو پڑھنے ہی کے زمانے میں اتنی مہارت ہو جاتی تھی کہ پڑھی کتابوں کے اسباق اساتذہ ان سے پڑھواتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب علیہ الرحمہ اپنی خودنوشت سوانح حیات میں تحریر فرماتے ہیں: **وَكُلَّمَا فَرَغْتُ مِنْ تَحْصِيْلِ كِتَابٍ شَرَعْتُ فِيْ تَدْرِيْسِهٖ**. (میں جس کتاب کے پڑھنے سے فارغ ہوتا، اس کو پڑھانا شروع کر دیتا۔) آگے چل کر فرماتے ہیں:

"اللہ حی وقیوم کی اعانت سے تمام علوم میں میری لیاقت پختہ ہوتی گئی اور مجھے کسی کتاب کے سمجھانے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی تھی؛ خواہ کوئی سی بھی کتاب ہو اور کسی فن کی ہو؛ حتی کہ اس مشق کی بنیاد پر ایسی کتابیں بھی میں نے پڑھائیں، جنہیں میں نے استاذ سے نہیں پڑھا تھا۔ مثلاً طوسی کی شرح اشارات، الافق المبین، طب میں قانون شیخ اور عروض کے رسالے"۔

ظاہر ہے یہ معمولی استعداد کا نتیجہ نہیں ہو سکتا، پھر اس زمانہ کے طلبہ کو پڑھانا جس زمانہ میں بغیر مباحثہ اور ردوقدح کے کوئی طالب علم سبق نہ پڑھتا تھا، ایسے دور میں ان سب کو مطمئن کر دینا کوئی آسان بات نہ تھی۔

**اللّٰــہ اکبــر!** آج کل کے طلباء کی نسل اس زمانہ میں پیدا نہیں ہوئی تھی کہ ان کو جو بھی غلط سلط بتا دیا جائے، بس **اٰمنا وصدقنا**، یا **صدقت وبررت**، سب صحیح ہے، سمجھ میں آیا کہ نہیں، بس سب صحیح ہے۔ **فالی اللہ المشتکیٰ**.

آگے تحریر فرماتے ہیں: **اَرْضَيْتُ بِدَرْسِيْ طَلَبَةَ الْعُلُوْمِ**. (یعنی جس طریقہ سے میں طلباء کو پڑھایا کرتا تھا، اس طرز سے طلباء کو اپنے درس سے خوش رکھتا تھا)۔

**طالبِ علم کی صلاۃ التسبیح:**

خلاصۃ الفتاویٰ صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم قرن عالم کی تصنیف ہے، اس میں لکھا ہوا ہے:

**کُنَّا نَضْرِبُ عَلٰی أَنْ نُصَلِّیَ التَّسْبِیْحَ :** تقریباً یہی الفاظ ہیں، ہمارے طالب علمی کے زمانے میں ہمارے استاذوں کو پتا لگتا کہ ہم صلاۃ التسبیح پڑھ رہے ہیں تو ہمیں مارتے تھے ،صلاۃ التسبیح پڑھنا کوئی گناہ ہے؟ بڑے ثواب کا کام ہے؛مگر طالبِ علم کی صلاۃ التسبیح یہ ہے کہ جاؤ کتاب میں لگو۔(نایاب موتی ۱/۲۱۳)

## شاگرد کو ایک مشفق استاذ کی چند نصیحتیں:

علامہ شیخ محمد شاکر مصری رحمہ اللہ کی ایک کتاب **وصیۃ الآباء للابناء** ہے، اس میں انہوں نے ان تمام ضروری معاملات کو ہدف نظر ٹھہرایا ہے جو ایک لائق طالب علم کی شایانِ شان ہوتے ہیں اور شاگرد (طالب علم) کو ان پر عمل پیرا ہونے کی خوبصورت الفاظ میں تلقین فرمائی ہے، کمال یہ ہے کہ ان نصائح کو جگہ جگہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی اور اقوالِ زریں سے مزین فرمایا گیا ہے، کوشش ہے کہ دوسری جلد میں اس کتاب سے مکمل استفادہ کیا جائے گا، ان شاء اللہ ۔فی الحال تو یہاں پر عنوان کے مناسبت سے ان کی چند نصائح نقل کی جاتی ہیں۔

اے بیٹے !زمانۂ تعلیم میں تمہاری رفاقت نیک ،لائق ،صالح نورپارسا طالب علم سے ہونی چاہیے، تاکہ وقتاً فوقتاً تمہیں ان سے علمی بحث کا موقع بھی ملتا رہے، تمہارے مطالعۂ کتب اور معلومات میں بھی توسیع ہوتی رہے، اور سلسلۂ افہام وتفہیم میں تمہاری امداد کے دروازے کھلتے رہیں۔

یاد رکھو! اگر اپنے خیال میں تم ایک مسئلہ سمجھ چکے ہو، تو اسی پر اکتفا نہ کرو، تاوقتیکہ تمہیں کامل یقین نہ ہو جائے، ممکن ہے جو پہلے سمجھا ہے وہ غلط ہو، اگر ٹھیک سمجھا ہے تو فخر نہ کرو، کبر وفخر للائق

طالب علم کو زیبا نہیں نہیں۔

نیز بحث اس انداز سے کرو جس سے معلوم ہو کہ تم تلامذہ اور متعلمین کو سبق پڑھا رہے ہو، ایسا انداز اختیار نہ کرو جس سے سوءادب اور گستاخی نمایاں ہو، سلسلۂ بحث ہمیشہ جاری رکھو اور اپنے ہم جماعتوں سے کسی قسم کا الجھاؤ اور بگاڑ پیدا نہ کرو؛ کیونکہ ترکِ بحث اور دوست سے بگاڑ دونوں علم کی محرومی کا باعث ہیں، لہٰذا تمہیں اپنے ساتھی کو ممنون احسان ہونا چاہیے۔

اے بیٹے! جو خصوصیت سے کامیابی کا گُر ہے، وہ یہ ہے کہ امتحان سے پہلے امتحان کی فکر اور تیاری کرو؛ کیونکہ امتحان ہی طالب علم کے عروج وزوال اور کامیابی کا زینہ ہے اور اس کی عزت وذلت کا ضامن ہے، جیسا کہ مشہور ہے: **عند الامتحان یکرم الرجل او یھان** "یعنی انسان کے لیے امتحان ہی عزت وذلت کا موجب ہوتا ہے"۔

نیز ایسے طریقے سے بحث میں حصہ لو، مطالعہ کرو اور سبق پڑھو کہ الفاظ ومعانی اور مفہوم وغیرہ پر عبور حاصل ہو جائے، یاد رکھو! درحقیقت کسی چیز کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کا نام ہی علم ہے، صرف الفاظ رَٹ لینے کو علم نہیں کہا جاتا، محض الفاظ رٹنے والا طالب علم کبھی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس میں مہارت تامہ پیدا ہوتی ہے، یہ بات خوب ذہن نشین کر لو کہ کثرت مطالعہ وسعتِ علم کا موجب ہوتی ہے اور کثرتِ بحث توسیعِ فہم کا ذریعہ بنتی ہے۔

جہاں تک میرے تجربے کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ لائق طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ کہ سبق کو تین بار گہرے مطالعہ کے بعد استاذ محترم سے پڑھے، پہلی مرتبہ سرسری اور سطحی نظر سے صرف عبارت دہرائے، دوسری بار اصول نحو اور قواعدِ صرفیہ کے مطابق بہ نظر عمیق عبارت پڑھے، تیسری مرتبہ عبارت مع ترجمہ اور دیگر حواشی کے ساتھ پڑھے اور چوتھی دفعہ استاذ محترم سے

پڑھنے سے آسانی کے ساتھ سبق ذہن نشین ہو جائے گا۔!

اے بیٹے! آخری بات جو قابلِ غور ہے وہ یہ کہ بحث کرتے وقت ادبِ گفتار کو ضرور ملحوظ خاطر رکھو! یہ بھی خیال رہے کہ جب تک تمہارا مخاطب اپنی بات کو پورا نہ کرلے درمیان میں اس کی بات ٹوکنے کی کوشش نہ کرو؛ کیونکہ اس سے سوءِ ادب کی نشو ونما ہوتی ہے جو دو دوستوں کے لیے سمِّ قاتل کے مترادف ہے اور ان کے درمیان تلخ کلامی کا موجب بن سکتی ہے، عزیز من! مذاکرہ اور بحث کو عار نہ سمجھو، بحث سے فہم اور علم میں وسعت پیدا ہوتی ہے، بات کرنے کا سلیقہ اور ڈھنگ آتا ہے اور مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت اور جرأت پیدا ہوتی ہے۔(وصیة الآباء للابناء:۳۳۔۳۵)

# علم و مطالعہ کے لیے اِنہماک اور یکسوئی کی ضرورت

حصولِ علم کے لیے جسمانی اور ذہنی یکسوئی نہایت ضروری ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کا مشہور مقولہ بارہا نقل فرماتے تھے کہ آدمی چاہے کتنا غبی ہو؛ لیکن اگر یکسوئی کا خوگر ہو کر کام میں لگا رہا، تو کام بن جائے گا، اور کتنا ہی ذہین ہو؛ لیکن تعلقات پیدا کرنے کا مرض پیدا ہو گیا؛ تو کام سے جائے گا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ علم ایک شریف اور عزیز صفت ہے، اس لیے بغیر سچی لگن کے نہیں آسکتا اور یہ طے شدہ امر ہے کہ جس طرح ذات پاک غنی ہے اسی طرح اس کی صفات بھی غنی اور بے نیاز ہیں۔ اور دنیا کا دستور ہے کہ جو شریف اور عزیز بے نیاز ہوتا ہے، جب تک اس کے پیچھے اپنا سب کچھ صرف نہ کر لیا جائے، اس وقت تک اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور اس سے کچھ حاصل کرنا ناممکن ہے۔ یہ ارشاد ایک حدیث میں بھی وارد ہوا ہے اور سچی لگن اور پوری توجہ اس وقت پیدا نہیں ہو سکتی، جب تک ذہنی اور طبعی انتشار دور نہ کیا جائے اور تعلقات طبیعت کو ہمہ وقت منتشر کیے رکھتے ہیں۔ ابھی وہ گیا تھا کہ یہ آیا، ابھی اس کا خیال تھا کہ اب اس کی فکر لاحق ہوئی؛ اس لئے تعلقات تو حصول علم کے لئے سم قاتل ہے، پھر وہ آنے والے ماشاء اللہ ہر قسم کے ہوتے ہیں، کوئی سیاسی خبر سنائے گا، تو کوئی اخبارات کی خبروں سے آپ کو تفریح کرائے گا، تو کوئی اپنے یہاں کے شہر و قصبہ کے حالات سے آگاہ کرے گا، اور کوئی اپنی اور اپنے گھر والوں کی کلفتوں سے آپ کو پریشان کرے گا۔

اب ان حالات میں آپ ہی بتائیں کہ تحصیل علم آپ کیسے کریں گے؟ کیا انھی چیزوں میں

الجھ کر نہیں رہ جائیں گے؟ اور پھر ان میں کسی کا بھلا کرنے کی آپ کو قدرت نہیں، تو اپنے آپ کو بلا کسی وجہ کے مصیبت میں مبتلا کرنے سے کیا فائدہ؟.....

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا سبب معلوم ہی ہے کہ ایک حدیث کی تلاش میں اتنے مشغول تھے، کہ کھجور کے ٹوکرے میں سے کھجوریں منہ میں ڈالتے جاتے تھے اور مطلق خیال نہ تھا کہ کتنا کھایا؛ حتی کہ اس سے بدہضمی ہو کر وفات تک معاملہ پہنچا۔ یہ ہے مشغولی، اب دیکھئے، ان حضرات سے اللہ تعالی نے کیسا کام لیا۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مطالعہ میں اس قدر انہماک تھا کہ ان اوقات میں کسی کا آنا گوارہ نہ تھا؛ بجز دو تین اپنے بڑوں کے، اور حضرت کی یکسوئی کا قصہ اختیاری اور غیر اختیاری دونوں حضرت والا کے رسالہ ''الاعتدال'' میں ہم پڑھ سکتے ہیں۔

اسی طرح حضرت اپنے شاگردوں میں ایک مولانا امتیاز گیاوی نامی شاگرد کا واقعہ سنایا کرتے ہیں کہ: جب وہ پڑھنے آئے، اس وقت سے مجھ سے تعلق ہو گیا تھا۔ وہ میرے یہاں برابر آتے جاتے تھے۔ ان کو پڑھنے کے دور میں صرف ایک لڑکے کے ساتھ کبھی کبھی فارغ اوقات میں دیکھا تھا، باقی اس کے علاوہ اوقات میں نہ کسی کے ساتھ اس کو، نہ اس کے کمرے میں کسی کو، اور نہ ان کو کسی کے کمرے میں دیکھا، اس طرح اس نوجوان نے اپنا پورا دور طالب علمی پورا کیا اور فراغت پا کر ماہ مبارک گزارنے تھانہ بھون گئے، وہاں حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے ان کو اسی ماہ مبارک میں خلافت و اجازت عطا فرمائی اور شوال میں وہ اپنے وطن چلے گئے۔

اندازہ لگائیے کہ ایسی نعمتوں کا اتنی جلدی اور اتنی سہولت سے عطا ہو جانا کس خوبی کا نتیجہ ہے؟ حضرت فرمایا کرتے تھے: میرے نزدیک یہ یکسوئی کا ثمرہ تھا، یہ بھی یاد رہے کہ یکسوئی کے

ساتھ ذہن کی پاکیزگی بھی ضروری ہے؛ ورنہ آدمی بعض مرتبہ ذہنی عیاشی میں مبتلا ہوکر بیکار ہوجاتا ہے اور جب انسان یکسوئی اور پاکیزگی اور سچی لگن کے ساتھ کام میں لگا رہتا ہے؛ تو پھر اس کے ثمرات بہت جلد مرتب ہوتے ہیں۔

## بانیٔ تبلیغی جماعت مولانا الیاس کاندھلویؒ اور انہماکِ علم ومطالعہ:

علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ کی روایت کے مطابق مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ دیوبند میں ان کے رفیق درس تھے۔انھوں نے ۱۳۲۶ھ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے حلقۂ درس میں شرکت فرمائی، پھر اس کے کچھ سال بعد اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے دوبارہ چار ماہ میں دورۂ حدیث کیا۔اس کی دلچسپ تاریخ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے اس طرح سنائی کہ:

''ایک سرحدی عالم مولوی شیر محمد نام، مولانا ماجد علی صاحب وغیرہ سے معقولات کی تکمیل کر کے وطن گئے تھے۔وہاں عین ان کی شادی کے روز کسی طالب علم نے ان سے ابن ماجہ پڑھنے کی درخواست کی۔ انھوں نے شرمندگی کے ساتھ کہا کہ: بھائی! میں نے سارا وقت معقولات کی تحصیل میں صرف کیا اور حدیث کی تعلیم بالکل حاصل نہیں کی؛ البتہ حدیث کا ایک استاذ (مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ مراد ہیں) دیکھ کر آیا ہوں، اب جا کر ان سے پڑھ کر آؤں؛ تو تم کو پڑھاؤں۔ بیوی سے انھوں نے چار مہینے کا وعدہ کیا اور گنگوہ روانہ ہوگئے۔ یہاں آکر انہوں نے مولانا یحییٰ صاحبؒ سے پڑھنا شروع کیا۔مولانا محمد الیاس صاحبؒ ان کے رفیق درس تھے۔ عبارت بھی اکثر مولانا یحییٰ صاحبؒ اور مولانا محمد الیاس صاحبؒ پڑھتے تھے۔رات بھر درس ہوتا تھا، اور حضرات دن کو سوتے؛ مگر ولایتی صاحب کو بہت کم سوتے دیکھا گیا، مطالعہ کے انہماک واستغراق کا یہ حال تھا، کھانا لانے والے سے کہہ دیا تھا کہ روٹی رکھ دیا کرو اور سالن لے جایا کرو،

مولوی صاحب کتاب کا مطالعہ کرتے جاتے اور روٹی کا لقمہ توڑ کر منہ میں رکھ لیتے۔

(مولانا الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت)

## مطالعہ اور یکسوئی کی اہمیت:

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی علیہ الرحمہ نے اپنے مختلف ارشادات میں طلباء کے لیے مطالعہ اور یکسوئی کو لازمی اور اہم ضرورت قرار دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا: علوم کے لیے یکسوئی اور اجتماعِ خیال کی ضرورت ہے، اور یہ گوشۂ تنہائی میں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔(مظاهر الآمال:۲۹)

(طالبِ علم) بس اسی کام میں لگا رہے کوئی دوسرا کام نہ ہو، شغلِ علم میں یہ حالت رہے کہ ۔مصرع. چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد۔(فوائد الصحبة :۳۶)

فرمایا: طالبِ علمی کے زمانہ میں کسی دوسری طرف متوجہ ہونا تعلیم کو برباد کرنا ہے، طالبِ علم کے لیے جمعیتِ قلب اور یکسوئی ضروری چیز ہے اس کے برباد ہونے سے تعلیم برباد ہو جاتی ہے۔

میں نے زمانۂ طالبِ علمی میں حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی تھی، اس پر حضرت نے فرمایا تھا کہ جب تک کتابیں ختم نہ ہو جائیں اس خیال کو شیطانی خیال سمجھنا۔ واقعی یہ حضرات بڑے حکیم ہیں کیسی عجیب بات فرمائی، ایک وقت میں قلب دو طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اس لیے ضروری کو غیر ضروری پر ترجیح دینا چاہیے اور طالبِ علمی ضروری ہے بیعت ضروری نہیں، اس وقت اس طرف متوجہ ہونے سے نہ تعلیم ہی ہوگی اور نہ یہی ہوگا اس لیے کہ طالبِ علمی کے زمانہ میں اگر شیخ نے ذکر و شغل کی تعلیم کی تو اس طرف مشغول ہونا بھی ضروری ہوگا اور طالبِ علمی میں بھی یکسوئی اور جمعیتِ قلب کی ضرورت ہے، پس اس میں دو چیزیں متضاد

کا جمع کرنا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ذکروشغل کا نفع نہ ہوگا اور پھر مایوسی ہوگی اور شیخ سے بیٹھے بٹھائے بدگمانی پیدا ہوگی، سو اچھا خاصا خلجان مول لینا ہے، یہ تو بعد انفراغِ تعلیم ہی مناسب ہے اور اگر شیخ سے کچھ تعلیم حاصل نہ کی تو بیعت کا کچھ فائدہ نہ ہوگا؛ البتہ اصلاحِ اخلاق طالبِ علمی میں بھی ضروری ہے، سو اس کے لیے بیعت شرط نہیں اور اس میں کچھ وقت بھی صرف نہیں ہوتا جس سے طالبِ علمی کے شغل میں مزاحمت ہو۔ (الافاضات: ۲/۳۲۸)

طلبہ کے لیے محض کتب بینی کافی نہیں؛ بل کہ فکر کے ساتھ مطالعہ کی سخت ضرورت ہے اور فکرومطالعہ اختلاط کے ساتھ نہیں ہوسکتا، اس لیے یکسوئی اور تنہائی کی ضرورت ہے۔

(التبلیغ: ۲۳/۱۲۵)

جو لوگ ہر وقت اختلاط میں رہتے اور باتیں ہی بناتے رہتے ہیں ان کا قلب (انوار سے ) خالی ہوجاتا ہے اور قلب کا خالی ہوجانا بہت ہی برا ہے۔ (التبلیغ: ۲۳/۱۲۵)

مطالعہ کی برکت سے استعداد اور فہم پیدا ہوتا ہے، اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کپڑے رنگنے کے لیے اول اس کو دھویا جاتا ہے، پھر رنگ کے مٹکے میں ڈالا جاتا ہے اور اگر پہلے دھویا نہ جائے تو کپڑے پر داغ پڑ جاتے ہیں۔ (مقالات: ۹۷)

طالبِ علمی کے زمانہ میں کسی اور شغل میں مشغول ہونا تعلیم کو برباد کردیتا ہے، طالبِ علمی کے لیے یکسوئی اور جمعیتِ قلب بہت ضروری ہے اس کے برباد ہونے سے تعلیم برباد ہوجاتی ہے۔ (الافاضات: ۳۳۰-۴/۳۲۹)

آیۃ من آیات اللہ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب زید مجدہٗ حضرت والا تھانویؒ کا ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں کہ آپؒ نے فرمایا:

طالبِ علم کو یکسو ہونا چاہیے، چاہے اس کے پاس ایک سوئی نہ ہو۔

## مضر یکسوئی:

حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں:

میری رائے ہے کہ کسی تحریک میں بھی طالبِ علموں کو شرکت کی اجازت نہ ہونی چاہیے، اس میں سخت مضرت ہے آئندہ کے لیے۔(الافاضات :۷)

فرمایا: میں متعارف انجمن بازی کے خلاف ہوں۔ خصوص مدارسِ دینیہ میں؛ کیوں کہ اس سے (مطلق انعنانی) حریت (آزادی، خودروی، خودرائی) پیدا ہوتی ہے جو مدارس کے واسطے زہر ہوتی ہے ۔دوسری بات یہ ہے کہ ایسی انجمنوں میں تقریر بھی لازم ہے اور تقریر کی فکر میں درسیات کا مطالعہ نہیں کرتے، مضمون ہی تلاش کرتے رہ جاتے ہیں، تعلیم چوپٹ ہو جاتی ہے۔(کلمة الحق:۱۲٤)

مزید فرمایا: انجمن کی صورت میں اثر ہے اپنے اندر قوت کے گمان ہو جانے کا جس سے روحِ طالب ِعلمی کہ کسے را باکسے کارے نباشد ہے (جس کا حاصل یکسوئی ہے) برباد ہو جاتی ہے۔(قند دیوبند:۱۸)

فرمایا: (طلباء اور علماء میں) سلامتی تو انجمن اور اخبار بینی اور حریت (آزادی، مطلق العنانی، خودرائی، خودروی) کی بدولت برباد ہو چکی۔(قند دیوبند:۲۱)

فرمایا: میں نے کبھی اپنے زیرِ اثر طلبہ کے لیے (اس انجمن بنانے اور ہفتہ وار تقریر کرنے) کو جائز نہیں رکھا؛ بلکہ ہمیشہ ایسے جلسوں میں شرکت سے روکتا رہا، تقریروں میں مشغول ہونے کا ادنیٰ مفسدہ یہ ہے کہ علوم میں اشتغال کم ہو جاتا ہے، ایک ہفتہ قبل کوئی مضمون تقریر کے لیے تجویز کر دیا جاتا ہے، ہفتہ بھر اس کی تیاری میں رہتے ہیں نہ مطالعہ ہے نہ سبق میں حاضری کی پابندی نہ حاضری کے وقت استاذ کی تقریر کی طرف توجہ نہ بعد میں نظر ثانی نہ تکرار۔ ایک بار مجھ

سے درخواست کی گئی کہ جمعرات کو کچھ تقریریں کیا کریں، میں نے اس صورت سے منظور کرلیا کہ اپنی درسی کتابوں کو ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوجاؤ اور ان کے مضامین کی تقریر کردو مقصود بھی حاصل ہوجائے گا اور مفاسد سے بھی محفوظ رہیں گے۔ اور جو غرض ہے اس سے وہ اپنے تجربہ سے لکھتا ہوں کہ علومِ درسیہ میں استعداد راسخ ہوجانے سے بدرجہ اکمل حاصل ہوجاتی ہے؛ چنانچہ پہلے زمانہ کی سادہ تعلیم حاصل کیے ہوئے اس وقت سب کام اِس وقت کے نئے لوگوں سے اچھا کررہے ہیں۔ تصنیف بھی تدریس بھی تقریر بھی مناظرہ بھی۔ (قند دیو بند: ۱۸)

## قیل وقال کی بکواس:

آج کل علماء اور طلباء کے اند ایک مرض یہ بھی بڑھتا اور جڑ پکڑتا جارہا ہے کہ خواہ مخواہ کی قیل وقال اور فضول بکواس میں بڑا وقت ضائع کردیتے ہیں۔

جبکہ ایک شاعر نے کیا ہی خوب ہے:

لِقَاءُ النَّاسِ لَیسَ یُفِیدُ شَیئًا سِوَی الْھِذْیَانِ مِنْ قِیلٍ وَّقَالٖ

فَاَقْلِلْ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ اِلَّا لِاَخْذِ الْعِلْمِ اَوْ اِصْلَاحِ حَالٖ

ترجمہ: لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی بجز قیل وقال کی بکواس کے، اِس لیے لوگوں کی ملاقات کم کر، بجز اِس کے کہ علم حاصل کرنے کے واسطے استاذ سے یا اصلاحِ نفس کے واسطے کسی شیخ سے ملاقات ہو۔ (حکایاتِ صحابہ: ۱۳۶)

دورِ حاضر کے طلباء کی علم کی طرف سے بے ذوقی وبدشوقی اور اخلاقی وعملی بدچلنی کو دیکھ کر ارادہ تو یہ تھا کہ اس مضمون کو مزید طول بخشا جائے، تاکہ مزید کارآمد اصول اور نفع آموز باتیں سامنے آسکیں؛ لیکن طبائع چونکہ اختصار پسند ہوگئی ہیں؛ لہٰذا اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے، اگر

توفیقِ خیر شامل حال رہی تو ان شاء اللہ تفصیل اس عنوان پر تفصیل کے ساتھ جلدِ ثانی میں کلام کا ارادہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی اور مخلص طالب اور عالم بنائے۔ آمین

## امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا رات کا عمل:

حافظ ابن کثیر دمشقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کی عادت تھی کہ رات کو سونے سے پہلے چراغ جلاتے اور جو فوائد ذہن میں آتے انہیں قیدِ تحریر میں لاتے، اور پھر چراغ بجھا کر سو جاتے، پھر کوئی بات ذہن میں آتی، تو پھر لکھنے کے لیے اُٹھتے، اس طرح کبھی کبھی اُٹھنے کی تعداد بیس کے قریب تک پہنچ جاتی۔ (جهان دیده: ۸۱، نایاب موتی: ۲۱۳/۱)

## امام ابن السنیؒ کی قابلِ رشک موت:

حضرت امام نسائی علیہ الرحمہ کے مشہور و معروف نامور شاگردِ رشید امام ابن السنّیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ حدیث لکھنے میں اخیر تک مشغول رہے، ان کے صاحب زادے کہتے ہیں کہ میرے والد نے لکھتے لکھتے قلم دوات میں رکھا، اور دونوں ہاتھ دُعا کے لیے اُٹھائے اور اسی حال میں انتقال ہوا۔ (جهان دیده: ۸۲، نایاب موتی: ۲۱۳/۱)

# محنت، سبق کی پابندی اور بلند ہمتی

طالبِ علم کے لیے تحصیلِ علم میں بے پایاں محنت، انتھک کوشش پیہم دوراں ہردم رواں سعی، تگ وتاز مسلسل، پابندیٔ اوقات کے ساتھ ساتھ اور علم واہل علم (کتابوں اور استاذوں) سے چمٹے رہنا بھی از حد ضروری ہے، قرآن کریم میں محنت اور چمٹے رہنے کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ﴿یٰیَحْییٰ خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾ سے اشارہ فرمایا ہے: ''اے یحییٰ مضبوطی سے کتاب تھام لو!''۔

دوسری جگہ اس ارشادِ باری سے بھی اشارہ ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ''جنہوں نے ہمارے واسطے محنت کی ہم ان کو اپنی راہیں سُجھا دیں گے''۔

یعنی جو لوگ ہماری راہوں میں محنت اور کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نورِ بصیرت عطا فرماتے ہیں، محنت وسعی کے ساتھ ساتھ اس قدر ان کی معرفت اور انکشاف کا درجہ بلند ہوجاتا ہے کہ وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

مفسر فضیل علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق مطلب یہ ہے کہ جو لوگ طلبِ علمی میں محنت کرتے ہیں، ہم ان پر علم کی راہیں کھول دیتے ہیں۔(شرح تعليم المتعلم:۷۷)

کسی نے خوب کہا ہے: مَنْ طَلَبَ شَيْئًا وَجَدَّ وَجَدَ. (تعليم المتعلم)

طلب وجستجو کے ساتھ محنت وکوشش بھی ہو تو انسان مقصود کو پا ہی لیتا ہے۔

طالب علم کو چاہیے کہ سبق کا کبھی ناغہ نہ کرے، اس سے بے برکتی ہوتی ہے، بسا اوقات اس ناقدری کا نتیجہ علم سے محرومی ہوجاتا ہے۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی علیہ الرحمہ نے ''الفوائد البهية في تراجم الحنفية'' میں صاحبِ

ہدایہ کے حالات میں لکھا ہے کہ: ان سے ان کے بعض ہم عصروں نے کہا کہ آپ تو زمانۂ طالبِ علمی میں بہت کند ذہن تھے، پھر آپ کو یہ مقام کیوں کر حاصل ہوا؟ جواب میں فرمایا: **لَمْ تَقَعْ لِي فَطْرَةٌ فَفُقْتُ عَلٰى أَقْرَانِيْ،** (میں نے کبھی ناغہ نہیں کیا، شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھیوں پر مجھے فوقیت عطا فرمادی)۔ (الفوائدالبهية في تراجم علماء الحنفية: ۱۹۲)

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے حالات میں لکھا ہے کہ: حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک مدت تک رہے، مگر اس طویل مدت میں ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا کہ وہ فجر کی نماز میں امام صاحب کے ساتھ نہ شریک رہے ہوں۔ امام صاحب فجر کے بعد ہی درس شروع فرمادیتے تھے، ایک جگہ خود بیان فرماتے ہیں کہ: برسوں امام صاحب کے ساتھ رہا؛ بجز بیماری کے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی ان سے جدا نہیں ہوتا تھا؛ حالانکہ ان دنوں میں ہر شخص اپنے گھر میں اعزا و اقارب کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن انھوں نے مجلس علم کی شرکت اور اپنے استاذ کی معیت اور رفاقت کو سب پر ترجیح دی۔

مناقبِ موَفق میں امام ابو یوسفؒ کا بیان نقل کیا گیا ہے:

**مَاتَ ابْنٌ لِي فَلَمْ أَحْضرْ جَهَازَهُ وَلَا دَفْنَهُ وَتَرَكْتُهُ عَلَى جِيْرَانِيْ وَأَقْرِبَائِيْ مَخَافَةَ أَن يَفُوتَنِيْ مِنْ أَبِي حَنِيْفَةَ شَيْءٌ وَلَا تَذْهَبُ حَسْرَتُهُ عَنِّيْ.** (مناقب الامام ابی حنیفة للمؤفق المکی)

(میرے بیٹے کا انتقال ہوگیا؛ لیکن میں نہ جاسکا اور نہ اس کے جنازہ میں شریک ہوسکا اور تجہیز و تکفین کا کام اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے سپرد کردیا؛ اس اندیشہ سے کہ امام ابوحنیفہؒ کے درس کا کوئی حصہ نہ چھوٹ جائے، جس کی حسرت کبھی نہ ختم ہو۔)

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ دہلی میں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے پڑھا کرتے تھے۔ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ہر وقت غم زدہ رہتے تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ فرما رہے ہیں کہ تم رنجیدہ نہ ہو اور شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے بارے میں فرمایا کہ ان سے جا کر علم حاصل کرلو، علمی انہماک اور درس کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ مدرسے کی تعطیل کے علاوہ کبھی گھر نہ جاتے تھے اور نہ خطوط پڑھتے اور نہ جواب دیتے۔ پانی پت دہلی سے دور نہیں، اکثر لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی، اگر ملاقاتی یا رشتہ دار مل گیا، تو سلام اور اس کے جواب کے علاوہ کوئی بات نہ کرتے تھے اور فرماتے: یہاں تو مجھے فرصت نہیں، جب پانی پت آنا ہوگا تو وہاں بات کریں گے۔ قیام گاہ مدرسے سے دور تھی، ایک مرتبہ سخت بارش ہو رہی تھی ، قریب کے طلبہ مدرسے پہنچ گئے۔ قاری صاحبؒ کے انتظار میں حضرت شاہ صاحبؒ بیٹھے ہوے تھے ، طلبہ نے کہا: آج بارش بہت ہے، قاری صاحبؒ نہ آسکیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ خاموش رہے ، اتنے میں قاری صاحب گھڑے کے اندر کتاب لیے بھیگتے ہوے پہنچ گئے ، سردی کی وجہ سے کانپ رہے تھے ، حضرت شاہ صاحب مسرور ہوے ، طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں سمجھ رہا تھا کہ قاری صاحب سبق کا ناغہ نہ کریں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ: تم قاری صاحب کو نہیں سمجھتے! الفاظ حدیث کے میں ان کو پڑھاتا ہوں اور حدیث کی روح خود ان سے حاصل کرتا ہوں۔

آج کل کے طلبہ کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ ایسی تنگی کے باوجود کہ چھتری تک کا انتظام نہیں کر سکے اور اتنی دور رہنے کے باوجود سبق کا ناغہ نہ کیا۔ آج معمولی سی بارش میں مدرسہ کی چہار دیواری کے اندر رہنے والے طلبہ کمرے سے درسگاہ تک جانا پسند نہیں کرتے اور مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ پورے مدرسے کی تعطیل کر دی جائے ، اگر کسی طالبِ علم کا ذہن ادھر نہیں گیا، تو اساتذہ طلبہ سے درخواست دلاتے ہیں۔ سچ ہے، نہ پہلے جیسے طلباء ہیں، نہ اساتذہ، پھر مدارس میں خیر

وبرکت کہاں سے آئے؟۔(آداب المتعلمین: ٥٠)

چمن میں تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں ایک شور تھا غل تھا
کھلی جب آنکھ نرگس کی نہ تھا جز خار کچھ باقی
بتاتا باغباں رو،رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ: میں سبق میں پہنچنے کے لیے اس قدر جلدی کرتا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے میری سانس پھولنے لگتی تھی۔(آداب المتعلمین: ٥٠)

امام ثعلبؒ فرماتے ہیں کہ: پچاس برس سے برابر میں ابراہیم حربی علیہ الرحمہ کو اپنی مجلس میں حاضر پاتا ہوں، کبھی انہوں نے ناغہ نہیں کیا۔(آداب المتعلمین: ٥٠)

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ کے حالات میں ہے کہ: اپنے وطن سے سفر کر کے پڑھنے کے لیے گئے تو زمانۂ طالب علمی میں جو خطوط پہنچتے تھے، ان کو آپ کسی خریطہ میں ڈالتے جاتے تھے اور اس خیال سے نہ پڑھتے تھے کہ طبیعت میں انتشار اور تشویش پیدا ہوگی اور حصولِ مقصد میں خلل واقع ہوگا۔(آداب المتعلمین: ٥٠،ازدعوت وعزیمت)

آج کل کے طلباء نے تعلقات اتنے بڑھا رکھے ہیں کہ ان کو ڈاک لکھنے اور دیکھنے سے ہی فرصت نہیں ملتی ،اب اس کی جگہ فون،موبائل ،ٹیلی ویژن اور کرکٹ وغیرہ نے لے لی ہے، ہر وقت موبائل میں مشغول رہتے ہیں، کتاب دیکھنے کے لیے تو وقت ہی نہیں رہا ہے، آج ایک دوست کو پیغام (میسج) لکھا جارہا ہے، تو کل دوسرے کو، بس ہر وقت یہی دھن ہے، حتی کہ اس محبوب مشغلے میں اسباق تک کو قربان کردیا جاتا ہے اور کیا جارہا ہے۔ کسی کا فون آگیا، یا کوئی

دوست آگیا، تو اس کے ساتھ سیر وتفریح میں چلے گئے ۔ ہفتوں تک کتاب کو ہاتھ نہیں لگاتے ،رات رات بھر موبائل میں جرائم وخرافات اور فحش وڈیوز دیکھتے اور گانے سنتے ہیں ،اور پھر صبح کو یا تو درسگاہ میں آتے ہی نہیں ،یا دورانِ درس سوتے رہتے ہیں ،ایسی بے توجہی کے ساتھ مطالعہ کا ذوق اور کتاب سے مناسبت کس طرح پیدا ہو سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ طالب علمی کا زمانہ جلد سے جلد ختم کر کے دوسرے مشاغل اور کاروبار میں اپنے کو لگا دیتے ہیں ۔ فالی اللّٰہ المشتکیٰ.

عصائے امام مالک، ناقلِ مؤطا یحییٰ بن یحییٰ المصمودی الاندلسیؒ ،مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک بن انسؒ سے پڑھا کرتے تھے، ایک روز شور ہوا کہ ہاتھی آگیا، عرب میں ہاتھی عجوبہ چیز ہے، اس آواز کو سنتے ہی طلبہ درس چھوڑ کر بھاگ گئے ؛مگر یحییٰ نہ گئے اور اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے ۔ استاذِ محترم حضرت امام مالکؒ نے فرمایا: تم کیوں نہیں گئے ،تمہارے یہاں بھی تو ہاتھی نہیں ہوتا، تم کیوں نہیں گئے؟ یحییٰ نے جواب دیا: حضرت! میں اپنے شہر اندلس سے یہاں آپ کو دیکھنے اور علم حاصل کرنے آیا ہوں ، ہاتھی دیکھنے کے واسطے وطن نہیں چھوڑا۔ حضرت امام مالکؒ یہ جواب سن کر خوش ہوئے اور ان کو عاقل اہلِ اندلس کا لقب دیا۔

بہ نسبت دیدۂ مجنوں زخویش و بیگانہ     چہ آشنا نگہے بود چشم لیلےٰ را

آج جلسے جلوس، مشاعروں، محفلوں اور بندر و بندری کا کھیل دیکھنے کے لیے مدرسہ خالی ہو جاتا ہے ۔ سینما، تھیٹر ،ناٹک اور فلموں کے عاشق ،وقت بے وقت سیر وتفریح کے دیوانے ہفتوں کتاب کی صورت نہیں دیکھتے ،اور پھر ہزار شکوے ، کہ علم نہیں آتا، سبق یاد نہیں ہوتا، سمجھ نہیں آتا، ذہن کمزور ہے۔

حضرت اقدس امام شافعی علیہ الرحمہ سے زمانۂ طالب علمی میں ممکن ہے، کچھ بھول چوک

سرزد ہوگئی ہو،جس کی وجہ سے قوتِ حافظہ متأثر ہوگئی اور پڑھاہوا سبق یادداشت سے غائب ہوجاتا ہے،تو اُنہوں نے اپنے اُستاذ امام وکیع علیہ الرحمہ سے اس کی شکایت کی تھی ،اُستاذ نے جواب میں کہا ''گناہ کرنا چھوڑ دو! کیوں کہ گناہ کی صفت ظلمت کی ہے اور علم کی صفت نور کی ہے ،یہ دونوں ایک دِل میں جمع نہیں ہوسکتے''۔

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهِيْ وَنُوْرُ اللّٰهِ لَایُعْطٰی لِعَاصِيْ

دیکھی جو بے رخی،تو حیرت ہوئی مجھے دنیا تو بے وفا تھی ہی، پر تم کو کیا ہوا

کیسے عزیز طلباء کو سمجھایا جائے ،کیسے ان کی بد چلنی پر روک لگائی جائے ،عوام سے کیا شکوہ !وہ تو بہر حال عوام ہیں،لیکن آپ حضرات تو وارثینِ انبیاء اور جانشینِ صحابہ ہونے کا دم بھرتے ہیں۔

# عزیز طلباء کے لیے عبرت کے کچھ نمونے

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے " الجامع الصحیح " میں کتاب العلم کے تحت ایک باب منعقد کیا ہے، جس کا عنوان ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ، جس مطلب یہ ہے" نبی کریم ﷺ کا یہ دعاء دینا کہ اے اللہ! تو اس کو قرآنِ کریم کا علم عطا فرما"۔

اس دعائیہ جملہ کا پس منظر ایک واقعہ ہے جس کی طرف اشارہ کر کے امام بخاری علیہ الرحمہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ

نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زر سے پیدا
علم ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

یعنی حضراتِ اساتذہ کرام کی توجہ اور ان کی مشفقانہ مقبول دعاؤں کی برکت سے علم حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ واقعہ کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما علم حاصل کرنے کے لیے حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے۔

آپ ﷺ کی خدمت بھی خوب کیا کرتے تھے اور واضح رہے کہ عموماً اساتذہ کرام کی دعائیں خدمت کے نتیجے میں ہی ملتی ہے۔ چنانچہ ایک بار نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام رات کے وقت قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پانی کا لوٹا بھرا اور لے جا کر حضور ﷺ کی ضرورت کے لیے قریب ہی رکھ دیا۔ جب حضور ﷺ تقاضے سے فارغ

ہوئے، تو موقعہ ضرورت پر پانی رکھا ہوا دیکھا، آپ علیہ السلام نے طہارت حاصل فرمائی۔

## حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے علم کی دعاء:

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس خدمت پر خوش ہو گئے اور اپنے سینہ اطہر سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو چمٹا لیا اور یہ دعاء فرمائی: "اے اللہ اس کو قرآن کریم کا علم عطا فرما" چنانچہ یہ دعاء پیغمبر کی دعاء تھی، جو بلا شبہ مقبول تھی، ایسی مؤثر ثابت ہوئی کہ اللہ جل شانہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو رئیس المفسرین بنا دیا۔ چنانچہ قرآنی علوم سے متعلق کبار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ سے رجوع کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کا واقعہ ہمارے اسلاف کی تاریخ میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبد القدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے بارہ میں ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ وہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح بچپن سے اپنے استاذ کی خدمت میں لگے رہتے تھے، بلکہ استاذ کو بھی ان سے اتنا تعلق ہو گیا تھا کہ ان کو اپنے گھر میں ہی بیٹے کی طرح ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک رات واقعہ یہ پیش آیا کہ بلی گھر میں گھس گئی اور رکھی ہوئی روٹیاں کھا گئی۔ استانی اماں نے استاذ صاحب کو واقعہ بتلایا۔ چنانچہ حضرت استاذ صاحب نے طالب علم کو بلایا اور کہا "عبد القدوس! دیکھو بھئی! بلی کہاں سے گھر میں داخل ہوئی؟ اس راستہ کو بند کر دو تا کہ آئندہ دوبارہ یہ شکایت پیش نہ آئے۔" خادم نے دیکھا کہ دروازہ کے اندر روزن تھا، جہاں سے بلی گئی ہوگی، اسکو بند کیا، مگر دوسری رات پھر یہ واقعہ افسوس پیش آیا کہ بلی آئی، روٹی بھی لے گئی اور کچھ برتن بھی توڑے ہونگے۔ صبح ہوئی اور استانی اماں نے مضمون شکایت دوبارہ گوش گزار کیا۔ عبد القدوس کو بلا کر پھر یہ گھریلو دکھڑا سنایا۔ طالب علم بڑا پریشان ہوا۔ اس نے پورے گھر کا جائزہ لیا کہ بلی کے لئے دوسرا راستہ کہاں سے میسر آیا کہ وہ پھر داخل ہو گئی؟ تلاش تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اندرون سے آنے والی ایک نالی ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ بلی کے لیے نہیں تھا۔

چنانچہ جب رات ہوئی تو طالب علم نے بلی کی گزرگاہ کو بند کرنے کے لیے کوئی چیز تلاش کی، مگر مناسب حال کوئی چیز نہ ملی تو بے چارہ طالب علم رات کی تاریکی میں نالی کے دھانے پر اپنا سر رکھ کر سو گیا۔ قدرت خداوندی دیکھئے کہ اسی رات بارش ہوگئی۔ نالی چوں کہ باہر سے بند تھی۔ اس لیے گھر کے اندر پانی جمع ہوگیا۔ استانی اماں نے بہت کوشش کی کہ پانی کو رواں کیا جائے، مگر لاحاصل! پھر انہوں نے نالی میں پڑے ہوئے بانس کو ہلایا تو وہ کسی پتھریلی چیز سے ٹکرایا۔ استانی نے سمجھا کہ کوئی پتھر ہے، اس لئے ذرا طاقت کے ساتھ بانس کو ہلایا تاکہ پتھر ہٹ جائے اور پانی رواں ہو جائے دوسرا طالب علم یہ سمجھتا رہا کہ بلی نالی کے اندر سے نکلنا چاہتی ہے، وہ کھٹا کھٹ میرے سر پر پنجے مار رہی ہے، اس لیے اس نے بھی طاقت سے اپنا سر اڑائے رکھا، مگر تا بکے؟ جب طالب نے سر میں شدید چوٹ محسوس کی اور سر زخمی ہوگیا تو اس نے سر ہٹا لیا۔ زخموں کی وجہ سے وہ رونے لگا۔ اس کیفیت میں وہ گھر کے دروازے کی طرف آیا تو دیکھا اندھیرے میں استاذ آواز لگا رہے ہیں۔

## مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ کے لیے استاذ کی دعاء:

عبدالقدوس سسکیاں بھرتا ہوا استاذ کے قریب آیا تو طالب علم کو روتا ہوا دیکھ کر استاذ حیران رہ گئے۔ کیا ہوا؟ بیٹے! کیا ہوا؟ سر پر ہاتھ پھیرا تو سر خون آلود تھا۔ پوچھنے پر حقیقت حال کا پتہ چلا کہ بلی کی راہ روکنے کے لئے جذبۂ خدمت سے سرشار طالب علم نے اپنا سر ہی زخمی کروالیا۔ اس موقعہ پر استاذ نے اپنے سینے سے چمٹا کر عبدالقدوس کو جو دعائیں دیں، ان میں اہم ترین دعاء یہ تھی: ''اے اللہ! میرے اس روحانی بیٹے کو ایسی عظمت عطا فرما جو کہ پوری دنیا میں بے مثال ہو ۔'' چنانچہ اللہ تعالی نے اسی عبدالقدوس کو بعد میں چل کر یہ فضیلت عطا فرمائی کہ قطب عالم بنادیا ۔ مذکورہ بالا دونوں واقعات سے جس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ استاذ کی دعاء اور اس کی توجہ تابناک

مستقبل اور کامیاب زندگی کا سبب ہوتی ہے، اسی طرح دوسری جانب اگر استاذ کی خدانخواستہ ناراضگی ہوجائے یا حاشاوکلا اگر استاذ کی بددعاء کسی کو لگ جائے تو نہ صرف یہ کہ مستقبل تباہ ہوجاتا ہے، بلکہ زندگی بھی برباد ہوجاتی ہے۔

## چند نافرمان طالب علموں کو اساتذہ کی بددعائیں اور ان کا اثر:

چند نافرمان شاگردوں کی مثالیں تو ہماری نظروں سے ایسی بھی گذری ہیں، جو کہ عہد رسالت کی ہیں، ان کو ہم اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا: **اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا**، اس فرمان کی روشنی میں جملہ صحابۂ کرام اور عہد نبوی کے تمام لوگ آپ کے شاگردوں کے بمنزلہ ہیں، آپ ﷺ اپنے تلامذہ کو خورد و نوش، نشست و برخواست، قیام وصیام، عبادات ومعاشرت گویا زندگی کے تمام ہی شعبوں سے متعلق تعلیم دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص آپ کا مہمان ہوا، کھانے کا وقت ہوا تو وہ شخص حضرت اقدس ﷺ کے ساتھ ہی کھانے بیٹھا اور بائیں ہاتھ سے کھانے لگا، نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا "نہ، دائیں ہاتھ سے کھاؤ!" تو اس نے از روئے تکبر جواب دیا "میں نہیں کھا سکتا۔" تو جناب رسول اللہ ﷺ ناراض ہوگئے اور فرمایا کہ تو اب کھا بھی نہیں سکے گا! چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی بددعاء کا اثر یہ ہوا وہ شخص زندگی بھر اپنا دایاں ہاتھ منھ تک نہ لے جاسکا، گویا کہ اس کی نافرمانی امام الانبیاء ﷺ کی بددعاء کا سبب بن گئی اور پھر زندگی بھر کے لیے داہنے ہاتھ کی افادیت سے محروم ہوگیا۔ **اعاذنا اللّٰہ منہ.**

(طلبہ کے لیے تربیتی واقعات: ۲۲۶)

## ایک طالب علم کی گستاخی اور اس کا ثمر:

اسی طرح کے واقعات ماضی قریب میں بھی پیش آتے رہے ہیں؛ چنانچہ ہم نے اپنے

اساتذہ سے سنا کہ ایک طالب علم تھا، جو دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا، وہ عموماً اساتذہ کی شان میں گستاخیاں اور بدزبانی کرتا تھا، ایک دن اسی طرح کی حرکت اس نے کی اور استاذ کی بڑی بے ادبی کردی، جس سے استاذ کا دل دُکھ گیا، چنانچہ استاذ نے اس کو ناراضگی کی حالت میں یہ کہہ دیا کہ "جا! تو اب جوتے ہی گانٹھے گا"۔ چنانچہ دیکھنے والوں نے بتایا کہ کچھ عرصہ بعد وہ شخص دیوبند کی جامع مسجد کے پاس فٹ پاتھ پر بیٹھا، لوگوں کے جوتے چپل کی پالش کر رہا ہے اور موچی کا کام کر رہا ہے، چنانچہ وہ عالم بھی نہ بن سکا۔ (طلبہ کے لیے تربیتی واقعات: ۲۲۷)

## نافرمان طالب علم کی عبرت آموز داستان:

رحیم یار خان (پاک) میں حضرت مولانا عبدالغنی علیہ الرحمہ کے مدرسے میں ایک بڑے استاذ تھے، مولانا عبدالواحدؒ، جو کہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ اُن کا ایک درسی ساتھی تھا، وہ ان کے ساتھ دارالعلوم دیوبند ہی میں پڑھتا تھا، موقوف علیہ کا درجہ تھا اور ہدایہ رابع کا سبق ہو رہا تھا، تو اس طالب علم نے کسی مسئلہ پر اُستاذ سے اعتراض کیا، غالباً اُستاذ اس وقت تشفی بخش جواب نہ دے سکے، تو اس نے ہدایہ ہاتھ میں لے کر اُستاذ کی طرف پھینک کر ماری، اور بولا "ایسی تدریس کا کیا فائدہ؟ ایسی تو ہدایہ میں بھی پڑھا سکتا ہوں اور اس سے اچھی میں حل کر سکتا ہوں" یا اسی طرح کے کچھ الفاظ کہے اور طلباء کے مجمع کے سامنے گویا اس نے استاذ کی بے عزتی کر دی، استاذ کچھ نہ بولے، بالکل خاموش رہے، اس طالب علم نے پڑھائی چھوڑ دی اور غائب ہو گیا۔ مولانا عبد الواحد مرحوم فرماتے ہیں کہ ایک طویل عرصہ کے بعد میں شہر کے اندر کہیں سے گذر رہا تھا، اچانک دیکھا کہ میری نگاہوں کے آگے ایک بوڑھا شخص آرہا ہے، جس نے اپنے گلے میں بیلٹ کے ذریعہ ایک چوکور لکڑی کا ڈبہ لٹکا رکھا ہے، اس میں پان، سگریٹ وغیرہ

رکھا ہوا ہے، اور گلیوں، سڑکوں میں اس طرح گھومتا پھرتا پان، بیڑی، سگریٹ فروخت کررہا ہے، میں نے جب اس کو غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو وہی میرا درسی ساتھی تھا، جس نے ہدایہ اور استاذ کی بیک وقت بے حرمتی کی تھی .........شکل بگڑی ہوئی، چہرے پر ڈاڑھی ندارد۔ میں نے اسے روکا اور اس کا نام لیا، تو وہ جھجکا اور کچھ دیر کے لیے رُکا، مجھے پہچاننے کی کوشش کرنے لگا، تو میں نے اپنا نام بتادیا اور وہ پہچان گیا۔ پھر میں نے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا اور اس کو کتاب و استاذ کی بے حرمتی والا واقعہ بھی یاد دِلایا، تو اس نے گردن نیچی کرلی اور افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا ''آج جو میری حالت ناگفتہ بہ نظر آرہی ہے، یہ سب اسی واقعہ کی وجہ سے تو ہے''۔ پھر وہ بھی آگے چلتا بنا اور میں اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔

(طلبہ کے لیے تربیتی واقعات :۲۲۷)

**باادب بانصیب، بےادب بےنصیب:**

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (بانی ومبانی جامعہ فاروقیہ، کراچی) نے ایک موقع پر فرمایا:

دارالعلوم دیوبند میں ایک طالب علم تھا، اس کی قابلیت، ذہانت اور استعداد کا بڑا چرچا تھا، اتنا چرچا تھا کہ ویسے تو وہ سبق میں آتا ہی نہیں تھا اور اگر کبھی آجاتا اور ارادہ ہوتا کہ آج عبارت پڑھوں گا، اگر اس کو موقع نہ ملتا اور کوئی دوسرا عبارت شروع کرتا تو وہ کتاب بغل میں دَبا کر چلا جاتا تھا، بے ادبی کی انتہا تھی، استاذ کی بھی اور کتاب اور ساتھیوں کی بھی، ایک کام اور کرتا تھا کہ اگر ارادہ کرتا کہ آج سبق نہیں ہونے دینا تو وہ آتا اور اشکال پر اشکال کرتا اور اس طرح گھنٹہ ختم ہوجاتا، جیسے طلباء عصر کے بعد نکلتے ہیں، ایسے اس کے ساتھ بھی نکلتے وہ بھی ساتھ

ہوتا تھا، تو جہاں جاتے کھیت اُجاڑ دیتے تھے اور شرارتیں کرتے تھے اور وہ کبھی یہ حرکت کرتا تھا کہ حقہ لیا ہوا ہے، منھ سے لگا کر دارِ جدید کا چکر لگا رہا ہے، تو انجام ہوا کہ میزان سے لے کر دورہ تک اسی دار العلوم میں پڑھا، لیکن دورہ کے سال سہ ماہی امتحان میں اس کا اخراج ہو گیا، یقیناً کوئی ناقابل برداشت حرکت کی ہوگی، جس کی وجہ سے اخراج ہو گیا۔

دار العلوم دیوبند کے اجلاسِ صد سالہ کے موقع پر ۱۹۸۱ء میں دستار بندی تھی، ممتاز لوگوں کی بھی دستار بندی ہوئی، جب ہم اجلاس صد سالہ کے لیے جا رہے تھے، تو لاہور کے اسٹیشن پر اس طالب علم سے ملاقات ہوگئی اور وہ اپنی صلاحیتوں کے ساتھ اس طرح دفن ہوا کہ نام ونشان نہ رہا۔

نہ سمجھوگے، تو مٹ جاؤگے صفحہ ہستی سے
تمہارا نام تک نہ ہوگا داستانوں میں

اور معلوم ہوا کہ ایک ہائی اسکول میں ٹیچر ہے، لوگ سارے دیوبند جا رہے ہیں اور خوش ہیں اور وہ رو رہا ہے، تو با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔

کبھی اس پر فخر نہ کرو کہ ہمارا ذہن تیز ہے، حافظہ عمدہ ہے، میں نے دیوبند میں ایسے طالب علم دیکھے کہ قلم برداشتہ عربی کا قصیدہ شروع کیا اور فی البدیہہ لکھا؛ لیکن ان میں بھی اساتذہ کا ادب نہیں تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے علم سے نہ ان کو فائدہ ملا نہ دوسروں نے فائدہ اُٹھایا، اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ ادب کا پاس رکھنا بہت ضروری ہے۔ (مجالس علم و ذکر: ۶۱/۲، ۶۲)

## عزیز طلباء! ان واقعات سے عبرت حاصل کریں:

ہمارے دور کے طلبائے عزیز کو بھی چاہیے کہ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں، حضرت اقدس امام شافعی علیہ الرحمہ سے زمانۂ طالب علمی میں ممکن ہے، کچھ بھول چوک سرزد ہوگئی

ہو، جس کی وجہ سے قوتِ حافظہ متاثر ہوگئی اور پڑھا ہوا سبق یادداشت سے غائب ہو جاتا ہے تو اُنھوں نے اپنے اُستاذ امام وکیع علیہ الرحمہ سے اس کی شکایت کی تھی، اُستاذ نے جواب میں کہا "گناہ کرنا چھوڑ دو! کیوں کہ گناہ کی صفت ظلمت کی ہے اور علم کی صفت نور کی ہے، یہ دونوں ایک دِل میں جمع نہیں ہو سکتے"۔

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهِيْ
وَنُوْرُ اللّٰهِ لَايُعْطٰى لِعَاصِيْ

تو پھر اساتذہ اور اپنے سرپرستوں اور رُوحانی باپ کی بے ادبی و بے عزتی و گستاخی بھی عظیم اخلاقی گناہ ہے۔

یہ پھر کیسے بے اثر ہو سکتا ہے؟ میری درخواست ہے، تمام طلبائے علومِ دینیہ سے خصوصاً اور دیگر علوم کے طلباء سے عموماً کہ وہ ان گذارشات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھیں اور ان کو عملی زندگی میں اپنانے کی فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سعادتِ دارین سے نوازے، آمین۔

## مدارس میں تعلیمی انحطاط اور تمام مدرسین وارباب مدارسِ اسلامیہ سے

## حضرت اقدس تھانوی علیہ الرحمہ کی التجا

ذیل میں حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کے ملفوظات وخطابات سے چند اقتباسات علم اور اہل علم سے متعلق درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت والا تھانویؒ نے بمقام دہلی مدرسہ عبدالرب ۱۷ رشعبان ۱۳۴۰ھ بروز یکشنبہ **"تعظیم العلم مع تقسیم العلم"** کے عنوان پر تفصیلی خطاب فرمایا، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں کہ اس خطاب کے دوران آپؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

''میں تمام مدرسین و مہتممین مدارس سے بالتجا عرض کرتا ہوں کہ للہ اس بات کا کچھ انتظام کیجیے کہ سب طلبہ کو ایک لاٹھی سے نہ ہانکا جائے اور سب کی تعلیم کو ضروری نہ سمجھا جائے؛ بلکہ جس شخص کے اخلاق خراب ہوں اول اس کے اخلاق کی اصلاح کا اہتمام کیا جائے، بات بات پر اس کو ٹوکا جائے اگر اصلاح کی اُمید نہ ہو تو مدرسہ سے علیحدہ کیا جائے، اسی طرح جس طالب علم کی طبیعت میں کجی معلوم ہو سلامتی سے محروم ہو اس کو بھی ہرگز پورا نصاب نہ پڑھا جائے؛ کیونکہ تکمیلِ نصاب کے بعد وہ خود بھی اور دوسرے لوگ بھی اس کو عالم و مقتدا سمجھیں گے اور ایسا شخص مقتدا ہو کر جو کچھ ستم ڈھائے گا ظاہر ہے، پھر ان سب کا وبال ان مدرسین و مہتممین کے اوپر ہوگا کہ انہوں نے ایسے نااہلوں کو کیوں علم پڑھایا، میری رائے میں ایسے لوگوں کے لیے ایک مختصر نصاب اردو یا فارسی میں یا کسی قدر عربی میں مقرر کرلیا جائے، جو ضروری مسائل واحکام کے جاننے کے لیے کافی ہو وہ نصاب پڑھا کر ان سے کہہ دیا جائے کہ جاؤ دنیا کا کوئی کام سیکھو اور کماؤ کھاؤ، مجھے حیرت ہے کہ بعض مدارس میں ایک ہزار بعض میں پانچ سو بعض میں سو دو سو طلبہ تعلیم پاتے ہیں

کیا یہ لوگ سب کے سب مقتدا بننے کے اہل ہیں، یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں، پھر اہلِ مدارس سب کو مقتدا کیوں بنانا چاہتے ہیں۔ بخدا مسلمانوں پر زیادہ تباہی ان نااہل مولویوں کی وجہ سے بھی آئی ہے کہ ان لوگوں نے دین کو کھیل بنالیا ہے، جیسا موقع دیکھا ویسا فتوی دے دیتے ہیں، حتی کہ عوام کہنے لگے کہ بس جی دین تو مولویوں کے ہاتھ میں ہے، جس چیز کو چاہیں حلال کردیں اور جس چیز کو چاہیں حرام، اس بدگمانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب انہوں نے علماء سے دریافت کرنا ہی چھوڑ دیا جس کے جو جی میں آیا کرلیا خواہ حلال ہو یا حرام پھر اس صورت میں قہرِ خداوندی نازل ہونا ہی تھا۔

## اہلِ مدارس سے خطاب:

اس لیے میں مکرر کہتا ہوں کہ اہل مدارس کو طلبہ کا انتخاب کرنا چاہیے اور ان میں جو اہل نظر آئیں انہی کو پوری تعلیم اور انہی کو سندِ فراغ دینی چاہیے، مگر اب تو بلا یہ ہے کہ لوگوں کو انتساب کا شوق ہے کہ ہمارے یہاں سے اس سال اتنے آدمی فارغ ہوئے، اے صاحبو! طلبہ کا فارغ کرنا بہت عمدہ ہے، مگر پہلے اہل تو ہوں، واللہ کس قدر افسوس ہوتا ہے جب بعض فارغین کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ قرآن کے اعراب بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، حالانکہ اس پر اعراب لگے ہوئے ہیں، وہ ان کو دیکھ کر بھی غلطی کرتے ہیں اور کتابوں کے اعراب تو وہ کیا خاک صحیح پڑھیں گے، بھلا ایسے نااہلوں کے فارغ کرنے سے کیا خوشی ہوسکتی ہے بجز اس کے کہ اپنے ذمہ خیانت کا وبال رہے اور کچھ نفع نہیں، صاحبو! مجھ کو سخت اندیشہ ہے کہ علماء سے خصوصاً اہل مدارس سے کہیں اس کی باز پرس خدا تعالیٰ کے یہاں نہ ہو، اس کی اصلاح کی جلد فکر کیجیے''۔

(خطباتِ حکیم الامت ،فضائل علم :۷/۷۷،۷۸)

احقر اپنی اس خامہ فرسائی کو بس اسی مضمون پر ختم کرنا چاہتا ہے، بقیہ اہم مہم اور کارآمد باتیں

ان شاء اللہ اس کتاب کی دوسری جلد میں ذکر کی جائیں گی، بارگاہِ ایزدی میں دست بدعاء ہوں کہ الٰہی! مجھ عاجز وفقیر کو بھی حقیقی طالبانِ علوم نبوت میں شمار فرما کر میرا حشر ونشر اسی مقدس جماعت میں فرما دیجیے، اور احقر الحقیر کی یہ حقیر سی کوشش "تحفة المتعلم" کی جلد اول بھی اپنے لطف وکرم سے قبول فرما کر دوسری جلد کی تکمیل کے لیے اسبابِ خیر، اوقاتِ فرصت، لمحاتِ غنیمت صحت وتندرستی اور توفیق خیر رفیق فرما دیجیے، اور اپنے بندوں بالخصوص مجھے اور عزیز طلباء وعلماء کو اس سے منتفع فرما کر میرے لیے اور میرے اساتذہ ومشائخ اور والدین مکرمین کے حق میں اس کو ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات ومغفرت بنا دیجیے۔ آمین. وللہ الحمد اولہ وآخرہ. فیارب! ان کان صوابا فمن فضلک وان کان خطأ فمن تلقاء نفسی وما ابرئ نفسی.

احقرُ العباد وأصغرهم

**محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری**

غفر اللّٰہ ذنوبہ وستر عیوبہ

خادم تدریس: مادرِ علمی دار العلوم وقف شاہ بہلول، سہارنپور، یوپی، الہند

واردحال: جامعہ عربیہ احسن العلوم، شیخ الہند کالونی بڈھا کھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی، انڈیا

۱۰ر محرم الحرام: ۱۴۴۰ھ، مطابق: ۲۱ر ستمبر ۲۰۱۸ء، بروز چہارشنبہ، قبیل صلوۃ الظہر

ﷺ

# قارئین کرام سے ایک ضروری اپیل

**قــــارئیــــن کــــرام!** بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ حضرات ایک عرصہ سے موقع بہ موقع "**دار المــطــالعة**" کے زیراہتمام شائع ہونے والی مختلف اہم مہم مضامین پر مشتمل علمی، عملی، اصلاحی، تحقیقی فکری، اور انقلابی کتابوں سے مستفید ہوتے چلے آرہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے ذوق وشوق کو بحال رکھتے ہوئے اس میں اضافہ فرمائے، اور "**دار المطالعة**" کو مزید سرگرم عمل رہنے کی توفیق سے مالا مال رکھے، آمین۔

ایک اہم بات آپ حضرات کے گوش گزار یہ کرنی ہے کہ "**دار المطالعة**" کوئی تجارتی ادارہ یا کتب خانہ نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا کوئی مستقل فنڈ یا آمدنی کا ذریعہ ہے، بس چند احباب کے صرفِ زر وبذلِ ہمت ہی سے اس کے اخراجات کی کفالت ہوتی ہے، اور وہ بھی بہت محدود مقدار میں، جس کی بنا پر ہم کئی اہم علمی سوغات اور تحقیقی کتب آپ کی خدمت میں پیش کرنے سے قاصر ہیں، لہٰذا آپ حضرات سے اپیل ہے کہ "**دارُ المــطــالعة**" میں اپنی طرف سے اور اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کی نیت سے کتابیں شائع ہونے کے اسباب ووسائل مہیا فرما کر اور دینی کتابیں فراہم فرما کر اجر جزیل حاصل کریں۔

یا پھر ماہانہ تین سو (۳۰۰) روپئے کا ممبر اور خادم بن کر اس کارِ خیر میں ضرور حصہ داری کیجیے۔

## ﴿خوشخبری﴾

**دارالــمــطــالعة** کے منصوبات میں ایک علمی واصلاحی سہ ماہی مجلّہ اور آئینہ "الاحسن" کی اشاعت بھی ہے، ان شاء اللہ جلد ہی اس کی اشاعت کا سلسلہ بھی عمل میں آئے گا۔

ممبر بننے اور کتابوں کی اشاعت میں معاون بننے کے لیے رابطہ کریں:


**(قاری) احمد نعیمی مظاهری**

نائب ناظم اعلیٰ "**دارالمطالعة**" نعیمیہ لائبریری،

خورشید منزل، متصل مسجدِ خانقاہ، بڈھا کھیڑہ کا تلہ، ضلع سہارنپور، یوپی، انڈیا

09897243116